اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ

سنو! بلاشبہ اللہ کے اولیاء کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

لطائفِ اشرفی

حصہ سوئم

ملفوظات
اسلم العارفین زبدۃ الصالحین غوث العالم محبوب یزدانی
مخدوم حضرت میر اوحد الدین سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ

جامع ملفوظات
حضرت نظام یمنی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم
پروفیسر ایس۔ ایم لطیف اللہ

مدیر و ناشر
نذر اشرف شیخ محمد ہاشم رضا اشرفی
سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر مسلم کمرشل بینک لمیٹڈ پاکستان
خلیفہ مجاز مخدوم المشائخ حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی جیلانیؒ
سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں کچھوچھہ شریف انڈیا

ابوالمسعود محمد مختار اشرف
محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ المختار

تمام اہلسنت جماعت کیلئے عموماً اور عزیزان سلسلۂ اشرفیہ کیلئے خصوصاً
باعث مسرت ہے کہ لطائف اشرفی جس کے ترجمہ کا مدتوں سے اہل قلوب
انتظار کر رہے تھے خدا کا شکر ہے کہ جناب ملک شیخ قاسم رضا صاحب اشرفی
جو کہ آستانۂ اشرفیہ سے انتہائی عقیدت ہے زر کثیر سے پوری کتاب کا ترجمہ
کرایا ہے اور اب آپ لوگوں کی آرزو کے مطابق منظر عام پر آگئی ہے
جو سب کیلئے نادر تحفہ ہے میری دعا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آنحضرت کی خدمات کو
قبول فرمائے اور ذریعۂ نجات بنائے اور مقبول عام فرمائے جو لوگ
استفادہ حاصل کریں آنجناب کے حق میں دعائے خیر کریں (آمین)

سید محمد مختار اشرف سجادہ نشین
کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد

Abul Masud Syed Mohd. Mukhtar Ashrfa Ashrafi-ul-Jilani
SAJJADA NASHEEN KICHHAUCHHA SHARIF, DIST. FAIZABAD, (U.P.)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جامع اشرف

خانقاہ اشرفیہ حسنیہ سرکار کلاں
درگاہ کچھوچھہ شریف، ضلع فیض آباد (یو۔ پی۔)

JAM - E - ASHRAF

DARGAH KICHHAUCHHASHARIF-FAIZABAD (U.P.)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم بسم اللہ الرحمن الرحیم

لطائف اشرفی - تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ النورانی کے ملفوظات مبارکہ اور آپکے حالات و واقعات پر مشتمل ایک مستند و بے مثال تصنیف ہے جس کو کتب تصوف میں ایک نمایاں اور خصوصی مقام حاصل ہے ۔ آٹھویں صدی ہجری کے بعد آج تک فن تصوف میں ایسی مکمل اور جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد کے اکثر صوفیاء کرام نے اپنی کتابوں میں لطائف اشرفی کو بطور حوالہ پیش کیا ہے ۔ کتاب مذکور کو مخدوم پاک کے مرید خاص اور چہیتے خلیفہ حضرت مولانا نظام الدین یمنی رحمۃ اللہ علیہ نے آپکی حیات مبارکہ ہی میں مرتب کرکے آپکی بارگاہ میں سنایا ہے اس لئے اس کے مستند و محقق ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کیا جاسکتا ۔ جیسا کہ کتاب مذکور کے دیباچہ سے ظاہر ہے ۔ کتاب مذکور فارسی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ اس سے استفادہ نہیں کر سکتے تھے ۔ اس لئے ضرورت تھی کہ اس کا اردو ترجمہ شائع کر دیا جائے تاکہ تصوف کی اس گرانمایہ تصنیف سے عامۃ المسلمین بھی فائدہ حاصل کر سکیں اور اس کے مطالعے سے ان کے اندر ایمانی شعور و ادراک اور روحانی جذب و کیف پیدا ہو ۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ اس عظیم کام کو گرامی قدر الحاج سید اشرف ہاشم رضا
صاحب اشرفی خلیفہ سرکار کلاں نے انجام دیا اور اس کا اردو ترجمہ کروا کر شائع کیا ۔
یہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جناب موصوف کو بہت ہی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے
اس کا اندازہ کچھ وہی کر سکتا ہے جس نے کبھی ایسے عظیم کام کا بیڑا اپنے سر لیا ہو ۔
ظاہر ہے ایک چھ سو سالہ قدیم تصنیف جو بشکل مخطوطہ محفوظ ہے اور جس کے گنے چنے
چند مخطوطہ و مطبوعہ نسخے لائبریریوں کی زینت بنے ہوئے ہیں اس کو ایک زبان سے
دوسری زبان میں منتقل کروانے کے لئے مختلف نسخوں کی فراہمی لائق و فائق مترجم
کا انتخاب اس کی تکمیل کے لئے مسلسل تگ و دو اور جہد پیہم پھر اس کی اشاعت
کے اخراجات کے بار گراں کو برداشت کرنا یقیناً حوصلہ مندی کا کام ہے ۔ جس پر
موصوف کو جتنی مبارکباد پیش کی جائے کم ہے ۔ یقیناً موصوف کا یہ مثالی کارنامہ انکے ایثار و
اخلاص کی واضح دلیل ہے اور غوث العالم محبوب یزدانی سے انکی والہانہ عقیدت اور
شبیہ غوث الثقلین اعلیٰحضرت مولانا الحاج شاہ علی حسین صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین سرکار کلاں
سے محبت کا بین ثبوت ہے ۔ موصوف کے مخلصانہ کردار و عمل کا روشن نتیجہ ہے کہ وہ قدوسی مشن
کے فروغ میں رات و دن لگے ہوئے ہیں اور ہندوستان انکے ذریعہ فیضان مخدوم سمنان جاری
ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی خانقاہ اشرفیہ سرکار کلاں سے کسی عظیم کام کی ابتدا
ہوئی ہے تو مریدوں نے بھرپور حصہ لیا ہے جسکی واضح مثال جامع اشرف ہے ۔

موصوف کو اپنے پیر و مرشد مخدوم المشائخ حضرت مولانا الحاج شاہ محمد مختار اشرف صاحب قبلہ سجادہ نشین سرکار کلاں
سے ایسی والہانہ عقیدت ہے جو ایسے دور میں کم ہی نظر آتی ہے میں نے خود دیکھا ہے کہ جب بھی
وہ اپنے مرشد کا ذکر کرتے ہیں تو انکی آنکھیں فرط محبت سے اشکبار ہو جایا کرتی ہیں موصوف کے اس
عظیم کارنامہ پر مبارکباد دیتے ہوئے دعا گو ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ انکی اس خدمت کو قبول فرمائے اور
اس ترجمہ لطائف اشرفی کو مقبول عام بنائے آمین ۔ منتظر دعا گو

سید اظہار اشرف اشرفی جیلانی

فہرست

لطیفہ ۳۹: عشق اور اس کے درجات کا بیان ۳۵۵
عشق ومحبت کی مختلف اقسام ۳۵۶
ارباب محبت کے طبقوں کا بیان ۳۵۹
لطیفہ ۴۰: پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی، اور تقویٰ کا بیان ۳۶۴

لطیفہ ۴۱: توکل، تسلیم ورضا اور روزی کمانے کے بیان میں

اس لطیفے میں خوف اور امید کا ذکر بھی ہے ۳۶۷
ارباب توکل کی تمثیل میں ایک حکایت ۳۷۱
لطیفہ ۴۲: خواب کی تعبیر کا بیان ۳۷۵
طرح طرح کے خوابوں کا ذکر ۳۷۶
لطیفہ ۴۳: بخل، سخاوت، رزق اور ذخیرہ کرنے کے بیان میں ۳۷۸
لطیفہ ۴۴: ریاضت ومجاہدے کا بیان اور سعادت وشقاوت کی وضاحت ۳۸۱
لطیفہ ۴۵: رسم ورواج، خوشگوار مزاج اور معاملات کا بیان ۳۸۹
لطیفہ ۴۶: حسن اخلاق، غصہ، شفقت اور معاملات سے متعلق وعظ ونصیحت ۳۹۳
لطیفہ ۴۷: مومن ومسلم کے بیان میں ۴۰۱
ایک شخص کا ذکر جس نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی غیبت کی ۴۰۳

لطیفہ ۴۸: نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تفصیل نیز بعض اختلافی پیشے کی چیزوں کا بیان ۴۰۵
پیشے کی مختلف چیزوں کا بیان ۴۰۹
دہلی کے ایک دانشمند کا قصہ ۴۱۰
کافروں سے مشابہت کا ذکر ۴۱۰

لطیفہ ۴۹: امامت کی معرفت، تولا اور تبرا کی وضاحت اور ترک تعلقات نیز تعلقات اور موانع کا بیان ۴۱۲
تولا اور تبرا کا ذکر ۴۱۳
دنیا سے تعلق اور موانع کا بیان ۴۱۴

لطیفہ ۵۰: نفس، روح اور قلب کی معرفت کا بیان نیز اس میں روحوں کے قبض ہونے، فرشتوں کے ظاہر ہونے اور موت کی تمنا کرنے کا ذکر ہے ۴۱۶
ارواح کی ملاقات کا ذکر ۴۲۰
مومن کے قلب کی خوبی ۴۲۱
موت کا ذکر ۴۲۱
روح قبض ہونے کی تکلیف کا ذکر ۴۲۲

لطیفہ ۵۱: طبل و علم اور زنبیل پھروانے کا بیان ۴۲۵
سادات سبزوار کے معمول کے مطابق روز عاشور کا ذکر ۴۳۱

لطیفہ ۵۲: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب اور کسی قدر پاک سیرت کا بیان ۴۳۴
پہلا شرف۔ رسول علیہ السلام کے نسب کا بیان ۴۳۵
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب گرامی ۴۳۶
دوسرا شرف۔ رسول علیہ السلام کی ولادت کا بیان ۴۳۸
تیسرا شرف۔ ولادت مبارک کے بعد بعض حالات کا ذکر ۴۴۳
چوتھا شرف۔ آپ ﷺ کا کفار سے جہاد کرنے اور آپ کی حفاظت کرنے والوں کے ناموں کا بیان ۴۵۱
غزوۂ احد ۴۶۲

دوسرے غزوات ۴۷۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر ۴۷۴
چھٹا شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک کے بیان میں ۴۷۷
ساتواں شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیۂ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر ۴۷۸
آٹھواں شرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی اوصاف کا ذکر ۴۷۹
نواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان ۴۸۸
دسواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر ۴۹۲
گیارہواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر ۴۹۳
بارھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔ ۴۹۵
تیرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپیوں کا ذکر ۴۹۸
چودھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، خادموں، آزاد خدمت گزاروں، قاصدوں، کاتبوں اور رفیقوں کا ذکر ۵۰۰
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں کا ذکر ۵۰۲
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے والوں کا ذکر ۵۰۲
پندرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے جانوروں اور مویشیوں کا ذکر ۵۰۲
سولھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان ۵۰۳
سترھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ اور لباس کا ذکر۔ ۵۰۵
لباس اور آثار کا ذکر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے دن چھوڑا ۵۰۶
امام حسن اور حسین ؓ کی اولاد کا ذکر اور ان میں سے بعض کے سلسلۂ نسب کا بیان ۵۰۷
شعبۂ اول۔ حضرت زید بن حسن کا ذکر ۵۰۸
شعبۂ دوم۔ حسن مثنیٰ کی اولاد کا ذکر ۵۰۹
شعبۂ سوم۔ عبداللہ محض کا ذکر ۵۱۰
ابی عبداللہ الحسین شہید کی اولاد کا ذکر ۵۱۵
شعبۂ اول، امام زین العابدین کی اولاد ۵۱۵
سلسلہ سادات نوربخشیہ ۵۱۷

شعبہ دوم۔ امام محمد باقر کی اولاد ۵۱۹
شعبہ سوم۔ امام جعفر صادق کی اولاد ۵۱۹
شعبہ چہارم۔ امام موسیٰ کاظم کی اولاد ۵۲۰
امام علی رضا، رضی اللہ عنہ کی اولاد ۵۲۲
شعبہ پنجم۔ امام محمد تقی کی اولاد ۵۲۳
شعبہ ششم۔ امام علی ہادی کی اولاد ۵۲۳
شعبہ ہفتم۔ امام حسن زکی کی اولاد کا ذکر جو گیارہویں امام تھے۔ ۵۲۴
شعبہ ہشتم۔ امام محمد بن الحسن کے ذکر میں ۵۲۵

لطیفہ ۵۳: خلفائے راشدین، بعض صحابہ اور تابعین نیز بارہ اماموں کے ذکر میں ۵۲۶
تذکرہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۲۹
تذکرہ دوم۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۳۰
تذکرہ سوم۔ رافضیوں کے فرقے پر عذاب کا ذکر ۵۳۲
شیخینؓ کی توہین کرنے والے شخص کا چہرہ مسخ ہو جانا۔ ۵۳۳
کتاب فتوحات میں شیخین کی کرامات کا ذکر ۵۳۵
تذکرہ چہارم۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کے مناقب کا بیان ۵۳۶
تذکرہ پنجم۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے مناقب ۵۳۹
حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عجیب و غریب اعجاز ظاہر ہونے کا ذکر ۵۴۱
خوارج پر عذاب کا ذکر ۵۴۶
تذکرہ ششم۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۴۶
تذکرہ ہفتم۔ امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۴۹
تذکرہ ہشتم۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۳
تذکرہ نہم۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۳
تذکرہ دہم۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۵
تذکرہ یازدہم۔ امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۷

تذکرہ دوازدہم۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۵۹

تذکرہ سیزدہم۔ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۶۱

تذکرہ چہاردہم۔ حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۶۳

تذکرہ پانزدہم۔ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے مناقب ۵۶۴

معصومین کا ذکر ۵۶۵

صحابہ اور تابعین ۵۶۶

سعید بن عمر بن زید بن نفیلؓ ۵۶۶

عباد بن بشرؓ اور اسید بن حضیر ۵۶۷

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ ۵۶۷

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ۵۶۷

عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ۵۶۸

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ۵۶۸

عمران حصین رضی اللہ عنہ ۵۶۸

سلمان بن فارس رضی اللہ عنہ ۵۶۹

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ۵۶۹

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ ۵۷۰

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ ۵۷۰

لطیفہ ۵۴: ان بعض شعرا کا ذکر جو صوفیۂ صافیہ اور طائفہ عالیہ کے مشرب کا ذوق رکھتے تھے ۵۷۱

رودکی ۵۷۲

حکیم سنائی غزنوی ۵۷۵

شیخ فرید الدین عطارؒ ۵۷۸

شیخ شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدی شیرازیؒ ۵۸۰

شیخ فخر الدین ابراہیم المعروف بہ عراقیؒ ۵۸۱

امیر حسینیؒ ۵۸۳

شیخ اوحد الدین اصفہانیؒ ۵۸۵
افضل الدین خاقانی ۵۸۶
حضرت نظامی گنجویؒ ۵۹۰
شیخ کمال خجندی قدس سرہ ۵۹۱
مولانا محمد شیریں المعروف بہ مغربی قدس سرہ ۵۹۲
شمس الدین محمدان الحافظ ۵۹۲
سلطان الشعرا امیر خسرو دہلویؒ ۵۹۳
مشہور شاعر حسن سجزیؒ ۵۹۵

لطیفہ ۵۵: چند کرامات کا بیان جو حضرت قدوۃ الکبراؒ سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں ۵۹۸
پہلی کرامت قصبہ چاندی پور بذہر میں شیخ زاہد کی ولایت کا سلب ہونا ۵۹۸
دوسری کرامت۔ نظام آباد کے قریب گاؤں میں مسلمانوں کی دولت ہنود کو بخشنا ۵۹۹
تیسری کرامت۔ شیخ نصیر الدین کے تغافل کے سبب جون پور کے قریب موضع سرس کا جلنا ۶۰۰
چوتھی کرامت۔ دریائے ٹونس کے کنارے قصبے کا ویران ہونا ۶۰۰
پانچویں کرامت۔ بمقام کالپی ۶۰۱
چھٹی کرامت۔ صوبہ گجرات کے قصبے ورق میں حضرت قدوۃ الکبراؒ کے غضب کے باعث آگ لگنا ۶۰۱
ساتویں کرامت۔ آپ کا قصبہ کو بدگلی میں پہنچنا اور آپ کے حکم سے دریا کا اپنی طغیانی سے باز رہنا ۶۰۲
آٹھویں کرامت۔ پیر بیگ کے لشکر میں گھاس کاٹنے والے کو کعبے میں پہنچانا اور عرفے سے آواز آنا ۶۰۲
نویں کرامت۔ احمد آباد میں چھتری کی تصویر میں جان ڈالنا اور گلخنی کے حوالے کرنا ۶۰۳
دسویں کرامت۔ امیر خسرو کے بیٹے کو جو کند ذہن تھا، آن واحد میں بے مثل شاعر بنا دینا ۶۰۳
گیارہویں کرامت۔ سید علی سے متعلق جنہوں نے خطاب جہاں گیری پر اعتراض کیا تھا ۶۰۵
بارہویں کرامت۔ احمد آباد میں اظہار تصرف تیلوے میں چھوٹی انگلی کا تکلم کرنا اور مسئلے کا جواب دینا ۶۱۱
تیرہویں کرامت۔ روم میں شیخ الاسلام رومی کو غیبت کرنے کی سزا ملنا ۶۱۲
چودھویں کرامت۔ روم میں بادشاہ کے خاص محل کا، جس نے حضرت نور العین کی غیبت کی تھی سزا پانا ۶۱۳
پندرہویں کرامت۔ اٹھارہ پشتوں تک اولاد کے لیے وعدہ کہ ان کے دشمن مقہور ہوں گے ۶۱۳

لطیفہ ۵۶: زمرۂ اولادی سید عبدالرزاق کو مقام اور ولایت تفویض کرنے اور فرزندی کے شرف سے قبول کرنے کا ذکر ۲۱۵
حضرت نورالعین کی مدت عمر کا ذکر ۲۱۸
نواب سیف خان نے [illegible] گاؤں [illegible] لکھ دینے کا ذکر ہے اور آپ سے قبول نہ فرمانے کا ذکر ۲۲
اکابر کی اولاد کی تعظیم کا ذکر ۲۲۲

لطیفہ ۵۷: اودھ کے علاقے، قلعہ جائس، قصبہ ردولی اور اس کے نواح میں اشرفی پرچموں اور گرامی جھنڈوں کا نزول۔ اس علاقے کے باشندوں کی نسبت کرامات کا صدور اور مسند عالی سیف خان، حضرت قاضی رفیع الدین اور حضرت شمس الدین اودھی کے معتقد ہونے کا ذکر۔ ۲۲۵
خطہ اودھ میں پہلا مقام جائس کا ۲۲۵
مقام دوم قصبہ ردولی میں مولانا کریم الدین صاحب سے ملاقات اور حضرت شیخ شمس کے حجرے میں چلہ کا ۲۲۶
مقام سوم پالی متوعرف روضہ گاؤں اور [illegible] قرابت کا ذکر ۲۲۷
مقام چہارم قصبہ اتھون، سپیسہ اور سدھور میں قیام ۲۲۹

لطیفہ ۵۸: بعض دعاؤں اور اسمائے اعظم کی تشریح، تعویذ کے خانوں میں قاعدے کے مطابق عدد بھرنا، توریت کی ابتدائی سورۃ کا بیان جو دعائے شیخ کے نام سے مشہور ہے، افسون، تعویذ اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کے فوائد کا بیان ۲۳۰
دعائے حیدری اور مربع و مسبع بھرنے کا عمل ۲۳
اسم یا عظیم کے شرف کا بیان ۲۳۳
اسم [illegible] ۲۳۴
بارہ اسم اسرار اور تجلی کی وضاحت ۲۳۵
دعائے بشیخ معہ موکل کا بیان ۲۳۵
عرش ذکری، عدد یک وصد، حروف و اسم اعظم کی وضع کا بیان ۲۳۸
علم تکسیر کا تھوڑا سا ذکر ۲۴۱
بعض دعاؤں کے فوائد اور جو حاجات، صحت اور تکلیف کے لیے مفید ہیں۔ ۲۴۵

استقرار حمل ۲۳۶
بخش ہندی منتر ۲۳۷
افسون عقرب (بچھو کا منتر) ۲۳۷
حوائج مرادوں کو فتح کرنے والی دعائیں ۲۳۸
برائے مقصد برآوری ۲۳۸
دعا و حرز بود حاملہ ۲۳۹
بیماری کی صحت کے لیے ۲۴۰
دفع بواسیر یعنی بواسیر خونی یا بادی دور کرنے کے لیے ۲۴۰
دفع بلائی ۲۴۰
دفع صرع یعنی مرگی کے لیے ۲۴۰
نارو کے دفعیہ کے لیے ۲۴
خوف دفع کرنے کے لیے ۲۴۱
ستہ آوری کے لیے ۲۴۱
جن دفع کرنے کے لیے ۲۴۲
گھر سے جادو دور کرنے اور خوش حالی کے لیے ۲۴۲
پیشاب پاخانہ جاری کرنے کے لیے ۲۴۲
بچوں کو نظر بد سے حفاظت ۲۴۳
زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے ۲۴۳
بھاگے ہوئے غلام کے لیے ۲۴۳
عورت پر قادر ہونے کے لیے ۲۴۳
عورت کا دودھ بڑھانے کے لیے ۲۴۴
ہاتھی اور گھوڑے کی صحت کے لیے ۲۴۴
لطیفہ ۵۹۔ حضرت قدوۃ الکبرا کی رحلت کے ایام میں فیض و فضل الٰہی کا نزول ۲۴۵
ماہ رجب نقیب کے لکھے اولیا کا تجہیز و تکفین کے لیے حاضر ہونا ۲۴۵
حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں دعا، بعد ازاں دیگر اہل خدمت کا حاضر ہونا ۲۴۷

* * *

لطیفہ ۶۰: حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بعض کلمات اشفاق جو آپ نے قدوۃ الآفاق سید حاجی عبد رزاق اور ان کی اولاد اور بعض بڑے صفا کے حق میں فرمائے۔ تمام مریدوں، فرزندوں، معتقدوں اور خاص و عام مخلصوں پر آپ کے الطاف کا ذکر ۶۷۵

خاتمہ کتاب ۶۷۹

لطیفہ ۳۹

عشق اور اس کے درجات کا بیان

قال الاشرفؒ

العشق ذات البحت والغیبة والهوية والصباء وفي اصطلاح العوام افراط المحبت.

حضرت سید اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے فرمایا، عشق ذات خالص، غیبت، ہویت اور روشنی ہے اور اصطلاح عوام میں محبت کی زیادتی ہے۔

عاشقوں کے سرگروہ اور عوام کے پیشوا شیخ روزبہان بقلیؒ — وادی عشق میں مراحل طے کرنے والوں کے گروہ سب سے زیادہ بڑھ نکلے۔ اس مجموعے میں (عشق کے بارے میں) جو کچھ بیان کیا گیا ہے ان کے مقولات پر بھی نظر ڈال لینا چاہیے کہ عشق کے (کئی) درجات ہیں۔ عشق کا پہلا درجہ ارادت ہے پھر خدمت اس کے بعد موافقت ہے۔ اس کے بعد رضا ہے جس کی حقیقت محبت ہے اور یہ دونوں طرف سے ہوتی ہے، معشوق کے احترام اور معشوق کی رعایت سے بھی عاشق کے وجود میں جان ہے

جب محبت کمال کو پہنچتی ہے تو شوق ہے۔ جب حقیقت استغراق تک پہنچتی ہے تو اس کا نام عشق رکھا گیا۔ مشائخ سے تو یہی ہے کہ اس کی ترتیب بتائی ہے۔ اما العشق علی خمسة (لیکن عشق کی پانچ قسمیں ہیں)۔

( ) ایک قسم عشق الٰہی ہے۔ یہ مقامات کی انتہا ہے۔ یہ ہے اہل مشاہدہ و توحید اور اہل حقیقت — کسی کو حاصل نہیں ہوتا

۔ [illegible] آپ کا وصال ۶۰۶ ھ میں ہوا۔ آپ [illegible] منصور حلاج [illegible] ۳۰۹ ھ [illegible] عشق [illegible] شیخ روزبہان بقلی [illegible] شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ [illegible] ۳۴۵۔

اور وہ بھی نہیں چاہیے۔

(۲) عشق کی دوسری قسم عقلی ہے۔ اس کا تعلق عالم مکاشفات ملکوت سے ہے۔ یہ اہل معرفت کا حصہ ہے۔

(۳) عشق کی تیسری قسم روحانی ہے یہ انسانوں میں خواص کا حصہ ہے جب وہ انتہائی لطافت تک پہنچ جاتے ہیں۔

(۴) عشق کی چوتھی قسم طبعی ہے جو ہر مخلوق کو حاصل ہے۔

(۵) عشق کی پانچویں قسم بہائمی ہے جو رذیل انسانوں کو حاصل ہے۔

اس تقسیم کے مطابق ہر ایک کا ذکر کیا جاتا ہے[1] لیکن جو رذیل ترین لوگ ہیں وہ نشے میں مدہوش رہنے والے، فساد اور فسق و فجور میں مبتلا اور ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کا عشق خواہش بہائم کا اثر ہے جو تقاضے نکالنے کے لیے نفس امارہ میں ہوتی ہے تاکہ مذموم شہوتوں کا راستہ بن جائے اور حیوانی صفت اس حد تک پہنچ جائے جو اپنی اصل میں عین فطری شہوت ہے۔ اسے محبوب کی محبت اور مطلوب کی قربت حاصل ہونے کے بعد وہ برابر نفس امارہ کی آتش شہوت سے رہائی نہیں پاتی۔ علم و عقل کی دنیا میں جو بات شریعت کے مطابق اور عرف و عادت پر بھی نہیں ہوتی مذموم ہوتی ہے لیکن چوں کہ طبیعت عناصر اربعہ کی لطافت سے مرکب ہے کہ اس کا راستہ کلام کی بلندی، نفس امارہ کی عادت نفس کلی کی بلندی اور فریب دینے والے نفس کی پستی سے بن گیا ہے، اگر (کسی شخص پر) عقلیات اور روحانیات کا غلبہ رہے تو پسندیدہ بات ہے ورنہ عاشقوں کی محفل میں یہ بات قابل مذمت ہے کہ ایک شخص نفس اور طبیعت جسم میں محصور رہے۔

ان دونوں گروہوں کے حال پر چوں کہ عقل و علم کا غلبہ نہیں ہوتا اس لیے ان کا ٹھکانا سوائے ہاویہ اور دوزخ کے کہیں نہیں ہے۔ یہاں دو گروہ شہوت حیوانی کی آگ میں جلتے رہتے ہیں لیکن عشق روحانی بہت ہی خاص انسانوں کو ہوتا ہے۔ ان کے عناصر و اخلاط کے جوہر کو بارگاہ مقدس سے صفائی اور عالم عقل سے (اخلاق کی) پاکیزگی حاصل ہو چکی ہوتی ہے اور ان کا (مادی) جسم قلب کی مانند ہوتا ہے۔ یہ حضرات جو بھی بات دیکھتے ہیں اس کے عشق میں بہت زیادہ مستغرق رہتے ہیں۔ حتی کہ مجاہدے کی آگ سے انسانی طبیعت کی گندگی راکھ ہو جاتی ہے اور نقوش بشری کی تیرگی ہوتے ہوئے خواہش مودت کی آگ چمک جاتی ہے۔ (خواہش مودت مکمل ہونے کے بجائے مثبت ہو جاتی ہے) یہ عشق اہل معرفت کے عشق سے پیوستہ ہو جاتا ہے۔ چوں کہ یہ عشق ملکوت کے درجے تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اس لیے اہل عشق کے مذہب میں اسے لائق تحسین رویہ تسلیم کیا گیا ہے۔

---

[1] عشق کی پانچ قسموں کے ذکر کے بعد اس کی تفصیل کا بیان پانچویں قسم سے شروع ہو گیا ہے اس کے بعد بھی ترتیب قائم نہیں رکھی گئی ہے بلکہ صفحہ ۲۳۸ پر (مطبوعہ نسخہ) عشق و محبت کی مختلف قسموں کا عنوان قائم کیا گیا ہے۔ اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ مطبوعہ نسخے کو کسی غلط نسخے سے نقل کیا گیا ہے کیوں کہ ترتیب قائم نہیں۔ اس کی عبارت میں بھی ژولیدگی محسوس ہوتی ہے بہرحال مطبوعہ نسخے کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

عشق و محبت کی مختلف اقسام

بعض عشق عقل کی قوت سے عالم ملکوت میں روح کے قریب، جبروت کے مشاہدے سے حاصل ہوتا ہے۔ یہ عشق بڑی ہی اعلیٰ ہے لیکن عشق کی جو قسم درجہ اور اعتدال والے لوگوں کا ہے اس کی ابتدا میں اور انتہا میں بھی حس سے مشاہدہ حاصل وصول کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ عام طور پر محبت طبیعت کی قوت سے مادی ہوتی ہے اور خاص محبت ہوتی ہے اور دونوں کے درمیان دیکھی ہوئی اور جانی پہچانی ہے۔ اہل معرفت کے نزدیک یہ ہماری سمجھ اتفاقی کا فعل ہے اور کسی کا اس پر اختیار نہیں ہے۔ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ کسی شخص کو غیب کی راہ دکھائے تو وہ اس شخص کو فطرت کے عجائبات اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونوں کے مشاہدے میں مشغول کر دیتا ہے تاکہ وہ ان حقائق کو جو کمالات الٰہیہ ہیں اپنی روح کی آنکھ سے دیکھے اور اس مشاہدے میں خوش وقت اور مگن رہے لیکن اس کا حق اس طرح ادا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے فعل کے جمال پر وہ گرویدہ ہو جائے۔ اب تک کوئی شخص ابتدا میں حقیقت تک نہیں پہنچا۔ اس کے لیے آگے بڑھنا ناممکن ہے کیونکہ غیب کے مکان کی بلندی پر پہنچنا افعال کے دائرے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ یہی ہے تمام عاشقان الٰہی ابتدا میں شاہد بازی کے راستے داخل ہوئے ہیں سوائے ان خواص اہل توحید کے جن کی روح ابتدا کے مشاہدے کے بغیر مشاہدۂ کلی سے بہرہ ور ہوئی۔ یہ بات نادرات میں سے ہے۔

اگر تو یہ گمان کرتا ہے کہ عشق طبیعت سے پیدا ہوتا ہے تو یہ تیرا خیال ہے۔ اس کے برعکس، عشق کی اصل لطیف روحانیت جو انسانی روح میں ودیعت کی گئی اور حق تعالیٰ کا مشاہدہ کرتی ہے۔

اگر سالک بہیمیت اور صفات طبعی و عنصری سے تو [illegible] قانون عشق سے پوشیدگی سے لیکن ذوق ہو جائے اور [illegible] کے عشق سے پاک رہے۔ اصول عشق کسی صورت میں نہیں ہوتا لیکن (ابری ہیئت) عظیم عطیہ ہے اور اگر اسی کیفیت میں ٹھہر جائے تو شہود کی طرف ایک قدم ہے۔ حسن[2] اور وہ کہ جسے شوق شہوت میں زائل ہو گیا ہے، سوائے گمراہی عشق کے مستحق نہیں رہ جاتا ہے۔ اس عشق سے گمراہی شوہد ہیں۔

جب شخص سالک کے جذب پر ذات [illegible] صفات اور تجلی افعال سے حاصل محبت مخلوقات، عقول اور عبادت گزاروں کی

---

[1] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۲۲۸ کی عبارت یہ ہے [illegible] عشق کی [illegible] صورت اور درجہ [illegible] کی عبارت [illegible] ہے [illegible] اس عبارت میں یہ لفظ مصدر نہیں ہے [illegible] یہاں اس لفظ سے [illegible] کا مفہوم [illegible]

[2] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۲۲۸ میں عبارت یہ ہے [illegible] شوق شہوت [illegible] قدم [illegible] مفہوم [illegible] اس قدم [illegible] ترجمے میں کی طرح درست نہیں [illegible] کے الفاظ شامل [illegible] ہیں [illegible] ترجمے میں اس تحریف اور اپنی غلطی پر معذرت خواہ ہے۔

روحانیت میں نیز کمال عشق کے ساتھ عالم جاں میں برپا کی (تو) حقائق و معارف کی مجلسوں سے شوق کی جنبش ثابت قدم دلوں سے دل میں پیوست کردی جو خیر خواہوں کے عشق کا عہد روحانی کو جذب محبت کے چنگل میں (پکڑ کر) مشاہدے کے عالم میں لے گئی، دوستوں کے حق کو دوستوں پر ظاہر کیا اور انھیں محبت کی شائستگی سے متصف کیا اور مزید نصیب دینے کے لیے اپنے محبوں میں سے پاک جانوں کو منتخب کرنے کے بعد عشق و محبت کے احسان سے نوازا۔ **والقیتُ علیک محبۃً منی** ۱؎ (اس آیت کی تفسیر میں) **قال مجاهد ای مودة فی صدور المومنین** یعنی مجاہد نے فرمایا کہ اس کا مطلب ہے اہل ایمان کے سینوں میں محبت۔ پس اسی باعث پاک روحوں کو حق تعالیٰ کے نور سے، جو کہ صفت ہے، آراستہ کیا گیا۔

معدنِ صفت کے انوار روحوں (کے توسط) سے جسموں میں تاثیرِ حسن پیدا کرتے ہیں، اسی سبب سے عشق اہل عقل کی جان و روح میں صفتِ عشق کی تاثیر پیدا کرتا ہے۔ یہ گویا شرف حق تعالیٰ کی جانب سے دوستوں کے لیے بیش قیمت گوہر اور بیش بہا موجود ہے۔ یہ عظیم مثال محبت ولایت کی ابتدا اور انتہا کا سرمایہ ہے۔ اسی لیے غیب کی باتوں کا مشاہدہ کرنے والوں اور دلوں کے بھیدوں کو دیکھنے والے مجاہدوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کو تلقین فرمائی تھی،

قل رب اجعل لی مودة فی صدور المومنین واجعل لی عندک ولیجة واجعل لی عندک عهدا ودا.	کہو اے پروردگار میری محبت مومنوں کے دلوں میں ڈال دے اور مجھے اپنے دربار کا ہم نشین بنا دے اور مجھے اپنے پاس سے عہد دوستی عطا فرما۔

جب (محبت) اللہ تعالیٰ کے دوستوں کے دلوں کی آرزو ہوئی تو ازلی محبت صفتِ ربانی سے فیض یاب ہو کر مومنوں کے روح و جسد کو جذب کرنے والی قوت بن گئی۔ (یہ حضرات) انسانی طبائع سے شناسائی کی بدولت جہانِ جاودانی میں حق کے جمالِ صفات کے عین مشاہدے میں کمالِ معرفت حاصل کرتے ہیں۔ اللہ عز وجل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے موافق یہ آیت نازل فرمائی:

انّ الذین امنوا وعملوا الصّٰلحٰت سیجعل لهُمُ الرحمٰن ودا ۲؎	بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، عنقریب رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کردے گا۔

قیل محبة فی صدور المومنین یعنی بعض کے نزدیک اس سے مومنوں کے دلوں میں محبت مراد ہے۔ (بہر حال) جو شخص محبت کے انوار سے روشن ہوگیا اور حبِ الٰہی کی خاصیت سے آراستہ ہوگیا، اس نے اہل حق کے قلوب کی گہرائیوں میں جگہ بنالی۔ (یہ حقیقت) اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص حسن کی خوبیوں کے ساتھ دلوں کو بھا گیا، اسے "**مراد الله فی ارضه وحب الله فی الناس**" (ترجمہ: زمین میں اللہ تعالیٰ کا مقصود اور انسانوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت) کہتے ہیں۔

۱؎ سورۂ طٰہٰ ۲۰، آیت ۳۹ (ترجمہ) میں نے اپنی طرف سے آپ پر محبت ڈال دی۔

۲؎ سورۂ مریم ۱۹، آیت ۹۶۔

لقوله صلی الله علیه وسلم: لا اخبرکم باحبکم الی الله قالوا بلی قال احبکم الی الناس یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب: کیا میں تم کو خبر دوں اس کی جو تم میں اللہ کے نزدیک محبوب ترین ہے، لوگوں نے عرض کیا ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا جو تم میں سے لوگوں میں محبوب ترین ہے، کیوں کہ حسن کی تاثیر روحوں کی پسندیدگی کے ساتھ نیک انسان کی بدولت ہی آشکار و مستفید ہوئی، اس لیے بہت سے دانشمند نیک آدمیوں کا موازنہ محبت خلق اور محبت حق کی نسبت سے کرتے ہیں کہ اس محبت کی قدر جو حق تعالیٰ سے محبوبوں کو حاصل ہے وہ قدر نیک لوگوں سے مخلوق کی محبت میں مضمر ہے۔

اہل عقل کے علم میں ہوگا کہ حق سبحانہ نے سب سے پہلے نیک لوگوں کو شکل کرنے سے قبل برگزیدہ کیا پھر جب بھائی کے کام سے توسط الٰہی کے متعلق خلق سے محبت کا معاملہ یعنی "حسن" حق تعالیٰ اپنے احسان کو پسند کرتا ہے اور اس امر میں کسی قسم کا تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ خلائق سب میں کوئی شے محبت انسانی اور محبت روحانی سے عرفان سے عزیز نہیں ہے کیوں کہ یہی خاص وسیلے اور ذریعے سے مکاں رس کی بلندی پر پہنچ جا سکتا ہے۔ جب حسن بہت خوب واسطہ اور عظیم رابطہ قرار دے دیا گیا تو اس محبت کے بارے میں عظیم آیات سے آیات اور ابدی باغوں کے آشیاں کے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا کہ قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله[1] (ترجمہ: آپ فرما دیجیے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری فرماں برداری کرو اللہ تمھیں اپنا محبوب بنا لے گا۔)

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مظاہر کائنات کی صورتوں میں جمال حق کا مشاہدہ کرنا اور موجودات کی پیش نظر کیں کاہوں میں کمال حق کا معائنہ کرنا خصوصیت و خصیص کے ساتھ کا کام نہیں ہے سوائے اُن حضرات کے جو صورتوں پر پڑے ہوئے پردوں کے اندر بھی محبوب حقیقی کے رخسار کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ (اس کی وضاحت یہ ہے کہ) اس کا ظاہر ہوا و خواہش کی آلودگی سے مبرا اور اُن کا باطن نفس کی حرکتوں سے خالی ہو چکا ہے۔ یہی حضرات مادی صورتوں میں اس نور کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ارباب محبت چار طبقوں میں منقسم ہیں

ارباب محبت کے طبقوں کا بیان

پہلا طبقہ روشن دلوں کا ہے، جن کی پاک روحوں پر شہوت کے میل کچیل کا کوئی اثر نہیں ہے اور پاک صاف ہو چکی ہیں۔ ان کے قلوب بھی پاک ہیں اور طبیعت کی آلودگی سے مبرا ہو چکے ہیں۔ یہ حضرات مظاہر خلق میں حق تعالیٰ کی ذات کے سوا کسی شے کا مشاہدہ نہیں کرتے اور آئینہ کائنات میں صرف جمال مطلق کو دیکھتے ہیں۔ یہ حضرات کیفیت عشق میں خود کو پسندیدہ شکلوں اور زیبا صورتوں میں مقید نہیں کرتے بلکہ کائنات عالم میں جو صورت ان کے سامنے آجائے اس میں حق تعالیٰ کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

---

[1] پارہ ۳، سورہ آل عمران، آیت ۳

محقق همان بیند اندر ابل
کہ در خوبرویان چین و چگل

(ترجمہ) صاحب تحقیق اونٹ میں اسی جلوے کا مشاہدہ کرتا ہے جو چین و چگل کے خوبرویوں میں کارفرما ہے۔

(۲) دوسرا طبقہ پاکبازوں کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ان کا نفس ریاضت و مجاہدے کے باعث کثافت سے، دل انحراف، ظلمت اور طبیعت کی کدورت سے صاف ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ روحانی کلی طور پر [illegible] نہیں ہوتے (وہ یہ کہ) غیر حسی مظاہر سے مجرد حقائق کا ادراک [illegible] کائنات کے مناسب حال حاصل نہیں ہوتا تو (آخرکار) خوبصورت انسانی حسن کے توسط سے انسانی مظہر کی حسن (جو مظاہر میں کامل ترین مظہر ہے) ان کے باطن میں آتش عشق اور سوز شوق کو شعلہ زن کر دیتی ہے۔ رفتہ رفتہ محسوسات جن سے تفرقہ پیدا ہوتا ہے نکل جاتے ہیں اور حسن سے تعلق پیدا [illegible] ہو جاتے ہیں اور (انسانی مظہر سے) حسی تعلق و میلان ختم ہو جاتا ہے اور (کسی) مقید [illegible] حسن سے جمال مطلق کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے۔ ان پاکبازوں پر مشاہدات کے دروازوں میں سے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، عشق مجازی اور عارضی عشق کا رنگ اتر جاتا ہے اور حقیقی محبت کا رنگ پکا ہو جاتا ہے۔

(۳) تیسرا طبقہ ان گرفتاروں کا ہے جو اس راستے میں آگے نہیں بڑھتے بلکہ حجابات میں محصور رہتے ہیں۔ [illegible] بعض بزرگوں نے ان لوگوں سے پناہ مانگی ہے اور فرمایا ہے: نعوذ باللہ من السکر بعد المعرفۃ ومن الاحتجاب بعد التجلی (ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں شناسائی کے بعد غفلت سے اور تجلی کے بعد حجاب سے) ان کا یہ رویہ اس عبارت سے [illegible] حجاب ہے کہ ظاہری حسن رکھنے والی صورت سے، جو (بظاہر) صفت حسن سے موصوف ہے، آگے نہیں بڑھتے، اور نہ انھیں مجرد کشف و شہود میسر ہوتا ہے۔ (ان کا حال یہ ہے کہ) اگر ایک صورت سے وہ حسی تعلق و میلان منقطع ہوتا ہے تو دوسری صورت سے جو ویسی صورت ہے ان میں [illegible] وابستہ ہو جاتے ہیں اور اسی شغل کے عادی رہتے ہیں۔ (کسی حسین) صورت سے یہ حسی میلان و تعلق، درحقیقت ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے دوری [illegible] کی ابتدا ہے۔ اعاذنا اللہ وسائر الصادقین من شر ذلک (اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام صادقین کو اس برائی سے محفوظ رکھے)

(۴) چوتھا طبقہ (گمراہوں میں) آلودہ لوگوں کا ہے۔ ان کا نفس امارہ مرا نہیں ہے، ان کی آتش شہوت بھی ٹھنڈی نہیں پڑتی اور یہ بہیمیت کی انتہائی پستی میں گر جاتے ہیں اور حیوانیت کے جہنم میں پڑے رہتے ہیں۔ اس بنا پر ان سے عشق و محبت کا وصف معدوم ہو جاتا ہے اور طلب حق کی خوبی ان کے باطن میں چھپ جاتی ہے۔ انھوں نے محبوب حقیقی کو بالکل فراموش کر دیا ہے اور مجازی محبوبوں کی آغوش میں ہاتھ ڈالے ہوئے [illegible] طبیعت کو تسکین پہنچاتے ہیں اور انھوں نے نفس کی

( ) مطبوعہ نسخے میں (ص۔ ۲۲۹) اس مقام پر نقل [illegible] صحت [illegible] کیا ہے [illegible] ہو گیا ہے [illegible]
(یہ شعر [illegible])

جو خواہشوں کا نام عشق رکھا ہے[1] افسوس صد افسوس۔ مثنوی:

گریز از عشق صورت اے دل آرام
کہ گیرد از ہوائے نفس خود کام
چہ روباہ گرگ سیرتے را
زلیخائی چو یوسف دوختے نام

ترجمہ: اے دل آرام ظاہری صورت کے عشق سے فرار اختیار کر جو انسان کو نفس خود کام کی خواہش میں جکڑ لیتا ہے چیتے کی طرح بڑھ کر حملہ کرنے کی بجائے لومڑی کیوں بن گیا ہے تو کمال دولت حسن رکھنے والے یوسف کی زلیخا ہے۔

مراتب محبت میں سے ادنیٰ ترین درجہ شہوت پسندی کے آثار ہیں۔ یہ رجحان اُن لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جنھیں ذوقِ نفس اور قید طبیعت سے رہائی نہیں ملتی اور ارباب کے ذوق اور [illegible] کے صحن کشف و مشاہدے کی تجلی نہیں چمکی۔ مراد نفس کے سوا کوئی مقصود ان کی نظر میں نہیں ہوتا اور نہ کوئی ان کا مطلوب ہے۔ لیکن اہل اللہ کی شان یہ ہے کہ ارباب کشف و شہود ہیں۔ مظاہر اسم ذات کی تجلیات کے قبیلے سے ہے بلکہ فصوص الحکم کے مصنف نے بھی مقدمے میں ان کو اعظم شہودات میں شمار کیا ہے، چنانچہ اکثر متقدمین اس نوع کے مشاہدے کے عشق سے منسوب کیے گئے ہیں۔ حضرت شیخ روزبہان بقلیؒ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ، حضرت خواجہ حسن نوریؒ، حضرت شیخ ابوالقاسم گرگانیؒ اور حضرت خواجہ قاسم نصرآبادیؒ ایسے ہی بزرگ ہیں۔

(ایک روز) شیخ الشیوخ (حضرت شہاب الدین سہروردیؒ) کی مجلس میں شیخ اوحدالدین کرمانیؒ کا ذکر ہوا حاضرین مجلس میں سے ایک جماعت نے عرض کیا کہ وہ عاشق تھے لیکن پاک طینت شاہد باز تھے۔ حضرت شیخ الشیوخ نے فرمایا کہ وہ مدعی اور گمراہ ہیں، ہمارے سامنے ان کا نام نہ لیں۔ جب شیخ اوحدالدین نے یہ واقعہ سنا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ میرا نام اسی بہانے سے شیخ کی زبان مبارک پر آیا، جیسا کہ اس قطعے میں خود فرمایا ہے۔ شعر

و لسانی ذکر لک بی مساوۃ
بل سرّلی لمنّی خطرۃ ببالکا

ترجمہ: میری زبان پر تیرا ذکر رہتا ہے لیکن میں خوش ہوں کہ تیرے دل میں میرے لیے خلش ہے۔

جب شیخ الشیوخ نے شیخ اوحدالدینؒ کے اس انکسار کے بارے میں سنا تو آپ سے انصاف کیا اور تحسین کی دوسری بار جب کسی محفل میں یہ بات کی تو فرمایا کہ وہ پاکباز شاہد باز تھے لیکن اسی مقام میں اٹکے رہے پھر اہل مجلس سے فرمایا کاش وہ

---

[1] مطبوعہ نسخے میں ص ۲۲۰ پر یہ عبارت تحریر کی گئی "ہوائے عشق را نفس نام نہ" جو صریحاً سہو کتابت ہے۔ سیاق و سباق کے مطابق عبارت یوں ہونی چاہیے۔ "ہوائے نفس را عشق نام نہاد" چنانچہ اسی قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

کرتے اور کرکے چھوڑ دیتے۔ بعض علما و عرفا نے اس قسم کی محبت کی مذمت کی ہے اور ایسے عاشق کو علاحدہ رکھا ہے اور اسے سلوک کا ادنیٰ مرتبہ نہیں دیا ہے (اور کہا ہے کہ) یہ لوگ اہل حجاب ہیں۔ الا ترى الى النبي صلى الله عليه وسلم كيف قال احبب الي من دنياكم ثلثة، النساء، والطيب، وقرة عيني في الصلوة. وهو اكمل الورى و سيد في شانه عشق کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں فرمایا، مجھے تمہاری دنیا کی تین چیزیں بہت پسند ہیں عورت، خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ حالاں کہ ہر اعتبار سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکمل ترین مخلوق ہیں اور آپ ﷺ کی شان میں نازل ہوا ہے، مازاغ البصر وما طغى[1] (نہ ایک طرف مائل ہوئی نظر نہ حد سے بڑھی۔)

اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ اکبر (محی الدین ابن عربی) نے فص فردیت میں فرمایا ہے کہ یہاں مقصود اس بات سے خبردار کرنا ہے کہ اہل اللہ کو جن حالات سے گزرنا ہوتا ہے وہ شہود اور طبیعت کی صورت ہوتی ہے حقیقت میں ہوتی اس حال سے نابلد لوگ اپنی کیفیت کو ان بزرگوں کے احوال و مقامات پر قیاس نہ کریں اور خود کو انکار و ادبار کے گرداب میں نہ ڈالیں۔ رباعی[2]

مپسند دو رہ راست از ہمہ عشاق
کز ہر کس رانوائے زیر و بالاست
یک رہ حجاز[3] آورد آہنگ
دیگر راہ عراق[4] در پیش آراست

ترجمہ: تمام عاشقوں کو ایک جیسا خیال نہ کرو کیوں کہ ہر ایک کی آواز میں (الگ الگ) اور اونچے سر ہوتے ہیں ایک نے نغمۂ حجاز چھیڑا تو دوسرے نے نغمۂ عراق کے سروں کو سجایا۔

حضرت قدوۃ الکبرا نقل فرماتے تھے کہ محبت کے اسباب پانچ ہیں،

(۱) پہلا سبب۔ اپنے نفس اور اپنے وجود و بقا کی محبت ہے۔ اس محبت کی ضرورت و اہمیت واضح ہے۔ ہر شخص اپنے وجود کی بقا چاہتا ہے۔ نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کی تدبیر میں لگا رہتا ہے۔ جب اپنے وجود و بقا کی محبت اس کی ضرورت ہے تو پیدا کرنے والے اور باقی رکھنے والے کی محبت اولیٰ تر ہونی چاہیے۔[5] اس شخص پر حیرت ہوتی ہے کہ اس کی

---

[1] پارہ ۲۷ سورہ نجم آیت ۱۷ [2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

[3] حجاز۔ موسیقی میں ایک راگ کا نام ہے۔ ملاحظہ فرمائیں غیاث اللغات۔ [4] عراق۔ یہ بھی ایک راگ کا نام ہے ایضاً

[5] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۳۶۳ کی سطریں [illegible] غلطی طباعت کی وجہ سے مٹی ہوئی ہیں۔ ان کا پورا متن [illegible] مترجم نے [illegible] مشیر احمد [illegible] کی تلخیص سے استفادہ کیا ہے۔ اور احقر مترجم نے بھی تلخیص سے کام لیا ہے [illegible] صدیقی [illegible] [illegible] نہ ہو سکا [illegible] ترجمہ [illegible]

سے بچنے کے لیے درخت کے سائے کو تو پسند کرتا ہے لیکن درخت کو جس کی ذات سے سایہ قائم مستقل ہوتا ہے دوست نہیں رکھتا یعنی وہ شخص (درخت کی اہمیت اور حقیقت سے) ناواقف ہے اس بات میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ جاہل شخص حق تعالیٰ کو دوست نہیں رکھتا کیوں کہ حق تعالیٰ کی محبت اسی کی محبت کا ثمرہ ہے۔

(۲) دوسرا سبب۔ احسان کرنے والے اور نعمت دینے والے کی محبت ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ احسان کرنے والے اور نعمت دینے والے کا پیدا کرنے والا حق تعالیٰ ہے۔ وہ نعمت دینے والا ہے کیوں کہ اس میں یہ بات داخل ہے کہ اس کی سعادت در بعد فی اس مرتبہ میں منحصر ہے کہ وہ صورت مسعود کو مال خیرات کرے۔ حق تعالیٰ منعم کو خیرات کے لیے سبب مقرر کرتا ہے۔ پس حق تعالیٰ کی محبت کسی محسن اور منعم کی محبت سے اولیٰ تر ہوگی۔

(۳) تیسرا سبب۔ صاحب کمال سے محبت ہے مثال کے طور پر ایک شخص صفات کمال میں سے بعض خوبیوں کا حامل ہے جیسے علم، سخاوت اور تقویٰ وغیرہ تو اس کی وہی خوبیاں اس سے محبت کا سبب بن جاتی ہیں پس اس حقیقت کے پیش نظر اس ہستی سے محبت زیادہ بہتر ہے جو تمام کمالات کا سرچشمہ ہے اور جس کی ذات پاک سے تمام مکارم اخلاق، محامد اور محاسن کا فیض جاری ہوا ہے۔

(۴) چوتھا سبب۔ صاحب حسن سے محبت ہے لیکن ظاہری جمال ایک عارضی چیز ہے اور حقیقت جو عکس و خیال سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کی حقیقت صرف اسی قدر ہے کہ یہ حسن اور رنگ جو گوشت اور پوست کے پردے سے نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے وجود کی معمولی سبب سے متغیر ہو جاتا ہے (یعنی ظاہری حسن ہمیشہ قائم نہیں رہتا) پس وہ جمیل مطلق زیادہ محبت کے قابل ہے جس کے نور جمال کے پرتو سے ہر مخلوق حسین نظر آتی ہے۔ جمال مطلق کا ظہور کسی مظہر اور صورت میں مقید نہیں ہے۔

(۵) پانچواں سبب وہ محبت ہے جو روحانی ہم آہنگی کے سبب پیدا ہوتی ہے دو شخصوں میں یہ ہم آہنگی روحانی مناسبت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے یہ مناسبت اس وجہ سے بھی پیدا ہوتی ہے کہ دونوں کا مزاج اعتدال کے کسی درجے میں یکساں ہو یعنی ان کا درجہ ایک دوسرے کے برابر ہو۔ فالقرب بنسبة الى الاعتدال الحقيقي يستلزم قبول روح اشرف اعني لا ينعكس في الصحة ويروى لدرجة (یعنی قربت اعتدال حقیقی کی نسبت سے جس سے بزرگ و بلند روح کی قبولیت لازم آتی ہے۔ یعنی جو فوقی درجے کے برابر ہیں) چنانچہ جب دو مزاج ایک درجے پر ہوں یا ایک دوسرے کے قریب ہوں تو لازمی طور پر دونوں میں محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ اسباب محبت حضرت مسبب الاسباب کے پیدا کردہ ہیں سو حضرت حق تعالیٰ سے محبت رکھنا استحقاق وہ اسباب پیدا کرنے بدرجہ اولیٰ لائق محبت ہیں

لطیفہ ۴۰

پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی، اور تقویٰ کا بیان

قال الاشرفؒ

الزهدهو الاعتزال عن میلان النفس حضرت سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، زہد خواہش نفس سے علاحدہ ہو جاتا ہے۔

مشائخ کے قول میں بیان کیا گیا ہے کہ پرہیزگاری کے پانچ مراتب ہیں۔

(۱) مرتبۂ اول عدل ہے یعنی جو بات ظاہری شرع کے حکم سے حرام ہے اس پر عمل نہ کرے ورنہ گنہگار اور بدکار ہوگا۔ عمومی طور پر عام مسلمان پرہیزگاری کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

(۲) مرتبۂ دوم نیکوکاروں کے لیے ہے، یعنی جس چیز کے بارے میں حرام ہونے کا فتویٰ نہیں ہے لیکن اس میں (ذرا سا بھی) شبہہ ہے تو اس کا ترک کرنا بہتر ہے۔ پھر شبہے کے بھی تین قسمیں ہیں:

(الف) وہ بات جس سے پرہیز کرنا واجب ہے مثلاً جس بات میں ریا کا شبہہ ہو یا غصہ کرنا۔

(ب) وہ بات جس سے پرہیز کرنا مستحب ہے جیسے بادشاہوں یا امیروں کا کھانا قبول کرنا۔

(ج) وہ بات جس سے وسوسہ پیدا ہو پرہیز کرنا لازم ہے جیسے شکار کا گوشت شاید بھاگے ہوئے جانور کا گوشت ہو۔

(۳) مرتبہ سوم متقیوں کے لیے ہے، جو حلال سے بھی پرہیز کرتے ہیں، مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ مال غنیمت میں آیا ہوا مشک ان کے سامنے لایا گیا لیکن آپ نے اسے نہیں سونگھا کہ اس پر مسلمانوں کا حق ہے۔ نقل ہے کہ ایک شخص کسی بیمار کے پاس بیٹھا تھا، بیمار مر گیا اہل خانہ نے چراغ روشن کیا تو وہ شخص روشنی سے دور چلا گیا کہ چراغ کی روشنی پر صرف وارثوں کا حق ہے۔

(۴) مرتبہ چہارم صدیقوں کے لیے ہے جو حلال چیز سے محض اس لیے پرہیز کرتے ہیں کہ شاید وہ چیز کسی ناجائز ذریعے سے حاصل کی گئی ہو، جیسے کہ بشر حافیؒ نے سلطان کی جاری کردہ نہر کا پانی نہیں پیا (اور فرمایا) کہ معلوم نہیں کہ کس طرح

کی آمیزش سے ہر خوبی کی ہے۔

(۵) مرتبہ پنجم مقربوں اور موحدوں سے ہے جو اشارۂ حق کے بغیر کھانے پینے کو حرام سمجھتے ہیں، قال المحققین ورع العوام من المحرمات وورع الخواص من المحللات وورع الصديقين مما سوى الله یعنی بعض محققوں نے فرمایا ہے کہ عوام کی پرہیزگاری حرام چیزوں سے بچنا ہے، خواص کی پرہیزگاری (مشتبہ) حلال چیزوں سے بچنا ہے اور صدیقین ماسوی خدا سے پرہیز کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ محققوں کے نزدیک زہد و ورع کی کوئی حیثیت نہیں ہے وہ ہوتی بھی نہیں چاہیے کیوں کہ خود دنیا کی بھی قدر و قیمت نہیں ہے کہ اس کے ترک کرنے والے کو زاہد کہا جائے، قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ[1] (آپ فرما دیجیے کہ دنیا کا سامان بہت تھوڑا ہے) سے دنیا کی کم حیثیت ہونا ثابت ہے۔ الزهد في الدنيا يذبح البدن والزهد في الآخرة يذبح القلب والزهد في الله تعالى يذبح الروح یعنی دنیا سے پرہیز کرنا بدن کو ذبح کرتا ہے، آخرت سے پرہیز کرنا قلب کو ذبح کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا روح کو ذبح کرتا ہے۔

حضرت [illegible] سے نقل کرتے ہیں۔ (آپ نے فرمایا) تین باتیں زہد کی نشانیاں ہیں، جس شخص میں یہ تین باتیں نظر آتی ہیں وہ زاہد ہے۔

(۱) دنیا کی شناخت اور اس کے معاملات سے دست برداری

(۲) اپنے مولیٰ کی خدمت اور اس میں مصروفیت

(۳) معرفت حق کی آرزومندی اور حق کی طلب

متقین کا ارشاد ہے وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ[2] (اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اس کے لیے نجات کی راہ پیدا کر دے گا اور اس کو روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان (بھی) نہ ہو)۔ (درحقیقت) متقی وہ ہے جس کی روزی سب سے حاصل نہ ہو۔ قال عليه السلام كل مؤمن تقي وبعض المتقي من اتقى رؤية تقواه ولم ير محاسنه یعنی حضور علیہ السلام نے فرمایا، ہر مومن متقی بہتر ہے اور بہتر متقی وہ ہے جو اپنا تقویٰ دیکھنے سے ڈرتا ہے اور اپنی خوبی کو کسی چیز میں نہیں دیکھتا (سوائے اپنے مولا کے فضل کے)۔

تقویٰ کی تین باتوں پر منحصر ہے

۱۔ پہلی یہ کہ جو چیز اسے حاصل نہ ہو اس پر توکل کرے۔

۲۔ دوسری یہ کہ جو چیز اسے حاصل ہو اس پر راضی رہے۔

---

[1] پ۵، سورۃ النساء، آیت ۷۷

[2] پ۲۸، سورۃ الطلاق، آیت ۲-۳

(۳) تیسرے حسن صبر جو چیز اس سے فوت ہو جائے اس پر صبر کرے

متقی کے لیے لازم ہے کہ وہ عزیمت پر کاربند ہو اور رخصت کی فکر میں نہ رہے۔ جس شخص کا دل متقی ہے وہ سچے دل سے فتوے پر عمل کرے ایسا شخص متقی اور صاحب جنت ہوتا ہے۔

پرہیزگاری بھی شخص کی نسبت سے مختلف ہوتی ہے۔ شریعت میں متقی وہ ہے جو عقیدہ و جوارح سے گناہوں اور ان کے سبب حتی کہ عارض رہتا ہے۔ طریقت میں متقی وہ ہے جو باطن کی برائیوں نفس کے خطروں اور جسم کی بے جا خواہشوں سے بچتا ہے۔ حقیقت کی نظر میں متقی وہ ہے جو ماسوی اللہ سے اعراض کرتا ہے۔ تھوڑے اور زیادہ میں فرق ہوتا ہے۔ تھوڑی چیز کا خیال نہ کرنا آسان ہوتا ہے۔ چنانچہ جاہ و اقتدار کی محبت، شہرت و عزت، ریشمی حلے اور ہوا میں اڑنا اور اسی طرح کی باتیں ان کے علاوہ ہر وہ شے جو غیر اللہ ہوتی ہے مثلاً حور و قصور محبت وجدانی وغیرہ، حقیقی متقی ان کی جانب متوجہ نہیں ہوتا۔

لطیفہ ۴۱

توکل، تسلیم و رضا اور روزی کمانے کے بیان میں
اس لطیفے میں خوف و امید کا ذکر بھی ہے

قال الاشرف

التوکل هو تفویض الامور الی الله تعالی. ومن یتوکل علی الله فهو حسبه[1] سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ توکل (درحقیقت اپنے) معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا ہے (اللہ فرماتا ہے) اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ توکل کے معنی مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کرنے کے ہیں۔ بعض مشائخ نے کہا جس شخص کو وثوق و اعتماد ہوتا ہے اسے حق تعالیٰ کی عنایت کافی ہے۔ التوکل ثقة بالله یعنی توکل اللہ تعالیٰ کے ساتھ استوار ہوتا ہے۔ شعر،

و کلت الی المحبوب امری کله
فان شاء احیا وان شاء تلفا

ترجمہ: میں نے اپنے تمام امور محبوب کے سپرد کر دیے ہیں جس کو چاہے تو زندہ رکھے چاہے ہلاک کرے۔

توکل کی تین نشانیاں ہیں

(۱) سوال نہ کرے (۲) جب غیب سے کشائش ہو تو رد نہ کرے۔ (۳) اگر حاصل کرے تو ذخیرہ نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ درحقیقت متوکل وہ شخص ہوتا ہے جس کی نظر اسباب پر نہ ہو بلکہ مسبب پر نظر رکھے کیونکہ تمام ظاہری اور باطنی امور میں اسباب کی طرف متوجہ ہونا توکل کے خلاف ہے (پس) جو شخص توکل کے باغ میں چلنا پھرنا چاہتا ہے اس پر لازم ہے کہ (اس باغ میں) پھولوں کی خوشبو یا کانٹے کی چبھن [illegible] ایک میں

---

[1] یہ قرآن حکیم کی آیت مبارکہ ہے، پارہ ۲۸، سورۃ الطلاق آیت ۳

اسباب پیدا کرنے والے کی خوشی ہو سکتی ہے۔ بیت

ترا [illegible] وقتے [illegible] روزی توکل
کہ [illegible] خار خشک [illegible] بینی تو گلہا

ترجمہ: اے سالک تجھے توکل کی نعمت اس وقت نصیب ہوگی جب تجھے خشک کانٹے میں بھی پھولوں کی چمک نظر آنے لگے۔

بعض مشائخ نے توکل کی چار قسمیں بتائی ہیں۔

اول: متیقن جو یقین رکھتا ہے کہ روزی اسے پہنچنے والی ہے **کما قال علیہ السلام رزق العوام فی ایدیہم و رزق الخواص فی یقینہم** یعنی جیسے کہ رسول علیہ السلام نے فرمایا عوام کا رزق ان کے ہاتھوں میں ہے اور خواص کا رزق ان کے یقین میں ہے

دوم: خائف جو ڈرتا رہتا ہے کہ جو کچھ روزی ہے پہنچے یا نہ، تھوڑی دیر میں رزق ضرور پہنچے گا۔

سوم: متوسط جس کا دل رزق کے ہونے یا نہ ہونے پر یکساں حالت میں رہے

چہارم: مضطرب جو حالت کے برعکس ہوتا ہے (یعنی روزی کے بارے میں بے چین رہتا ہے)۔

حضرت قوت القلوب[2] سے نقل فرماتے ہیں **حقیقۃ التوکل الفرار من التوکل ای قطع الاسباب مع اطمینان القلب بغیر تردد وقیل التوکل ترک تدبیر النفس وعن بعض الحکماء انہ قال مثل الدعوی کمثل کفتی المیزان والتوکل لسانہ وبہ یعرف الزیادۃ والنقصان** یعنی توکل کی حقیقت توکل سے فرار ہے یعنی کہ تمام تعلق کے بعد اطمینان دل کے ساتھ اسباب سے بے تعلق ہو جانا اور بعض کے نزدیک توکل یہ ہے کہ نفس کی تدبیر کو ترک کر دیا جائے اور بعض حکماء کا قول ہے کہ دعوی اور یقین کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں اور توکل ان کی زبان ہے جس سے بیشی اور کمی کا پتہ چل جاتا ہے۔

حاتم[3] سے لوگوں نے دریافت کیا آپ کہاں سے کھاتے ہیں، فرمایا **وللہ خزائن السموات والارض ولکن**

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص [illegible]، ہاشمی نسخے ص [illegible]) [illegible] میں دو مصرعوں میں توکل [illegible] مصرعوں میں [illegible] قافیہ [illegible] اصول [illegible] دو مصرعوں میں توکل [illegible] مصرعہ [illegible] ترجمہ [illegible] مصرعہ [illegible] [illegible] مطابق [illegible]

[2] قوت القلوب [illegible] پوری [illegible] ہیں [illegible] نام قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب ہے۔

[3] مطبوعہ نسخے میں [illegible] ہیں۔

المنافقین لا یفقہون[1] (ترجمہ: اور اللہ ہی کی ملک میں، آسمانوں اور زمینوں کے (سب) خزانے مگر منافق نہیں سمجھتے۔) حقیقی توکل یہ ہے کہ (بندہ) یہ یقین رکھے کہ بخشش اور ملامت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے اور (وہ) کسی سے بھی غافل نہیں ہے۔ تمہارا گمان یہ ہے کہ رزق سے تمہیں چارہ نہیں ہے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ رزق کو تمہارے بغیر چین نہیں ہے۔ بیت:

چہ غمہاں روزی چہ بایدداید
تو بنشیں کہ روزی خود آید پدید

ترجمہ: روزی کے پیچھے کیوں دوڑتا پھرتا ہے تو ایک جگہ جم کے بیٹھ جا روزی خود تیرے سامنے آئے گی۔

قیل الرزق رزقان رزق یطلبہ و رزق یطلبک - کہا گیا ہے کہ رزق دو طرح کا ہوتا ہے۔ وہ رزق جس کے پاس تو آتا ہے اور وہ رزق جو تیرے پاس آتا ہے۔ عمدہ رزق وہ ہے کہ گھر بیٹھے ہوئے شخص کو رزق پہنچ جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سید الطائفہ (جنید بغدادی) حضرت رابعہؒ سے ملاقات کے لیے گئے[2]۔ حضرت رابعہ نے دریافت کیا کہ اے جنید آپ کے رزق کا کیا حال ہے؟ جواب دیا کہ اگر (اللہ تعالیٰ) دیتا ہے تو کھا لیتا ہوں اگر نہیں دیتا تو قانع رہتا ہوں۔ رابعہؒ نے کہا کہ ہماری گلی کے کتوں کی بھی یہی حالت ہے۔ (اس پر جنیدؒ نے) کہا، فرمایئے کہ مجھے کیا کرنا ہوگا۔ بیت:

گر بداد بکن شکر کہ مداں خیر است
گر ندہد دوست بر بدگماں بکن ثنا

ترجمہ: اگر (رزق حقیقی سے روزی) ملے تو شکر کر کہ اس میں خیر کا پہلو ہے۔ اگر تجھے (روزی) عطا نہ ہو تو اس سے بدگمانی پر [illegible] کر۔

پیر ہرات[3] نے فرمایا، ہاتھ کو متحرک رکھنا کہ تو کاہل نہ ہو جائے۔ روزی تو خدا تعالیٰ کا عطیہ جان تاکہ کافر نہ ہو جائے

---

[1] پ ۲۸ سورۃ المنافقون آیت ۷

[2] ان دونوں کی ملاقات سے متعلق تاریخی اختلاف یہ ہے کہ رابعہ بصری کا سال وفات مختلف ہے ۱۳۵ ہجری یا ۱۸۵ ہجری میں۔ دیگر کتب تصوف میں ان کی صحبت میں حضرت حسن بصری اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے۔ مجموعہ [illegible] میں رابعہ بصری کی وفات ۱۸۰ ہجری میں بیان کی گئی ہے۔ [illegible] حضرت جنید بغدادی کی وفات ۲۹۷ھ تحریر کی ہے۔ اگر رابعہ بصری کی وفات ۱۸۵ ہجری میں اور جنید بغدادی کی عمر [illegible] سال فرض کی جائے تو ان کی ولادت حضرت رابعہ بصری کی وفات کے بعد ہوئی ہوگی۔ ملاحظہ فرمائیں "تاریخ تصوف در اسلام" جلد دوم مصنفہ ڈاکٹر قاسم غنی [illegible] ۱۳۴۰ ش صفحہ ۳۰ اور ۴۹۔ [illegible] کا قول ہے کہ اصل روایت میں کسی اور بزرگ کا ذکر ہوگا لیکن بعد میں نقل در نقل کے باعث حضرت جنید بغدادی کا نام شامل ہو گیا۔ واللہ اعلم

[3] پیر ہرات سے مراد خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (م ۴۸۱ ہجری) مراد ہیں۔

ہاتھ کو حرکت دینے سے مراد یہ ہے کہ تو مدینہ کی رات میں حضرت سے جدا ہو، وضو کرے اور اس کو [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ تسلیم کے معنی سپرد کرنا ہیں اور سپرد کرنے سے یہ مطلب ہونا چاہیے تا کہ سپرد کرنے کا فعل درست ہو۔ خلیل اللہ (علیہ السلام) نے کہا، اسلمت لرب العالمین (ترجمہ: میں نے اپنی گردن رکھ دی تمام جہانوں کے رب کے لیے) اس سپردگی کا مدعا یہ تھا کہ جان [illegible] (دیدی) وہی آگ جو مخلوق کی لگائی ہوئی تھی خلیل اللہ پر ٹھنڈی ہوگئی اور یہ جو کہا وافوض امری الی اللہ[2] (اور میں اپنا (سب) معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اس تفویض کا مدعا یہ تھا کہ [illegible] کی باقی رہے اس آگ جسے اللہ نے لگائی ہے حضرت رسالت علیہ السلام کے غلاموں پر ٹھنڈی ہوگئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ خود کو حق تعالیٰ کے سپرد کرنا یہ ہے کہ لذت ہو یا مصیبت اسی کی طرف سے جانے۔ ایک سے خوش اور دوسرے سے ملتفت نہ ہو اور حضوری کی کیفیت سے غائب نہ ہو حاضر رہے کا بیان کہ سپردگی حق کے ساتھ دل کا اقرار ہے اور اس کی معرفت میں سچا ہونا ہے کہ مصیبت اور لذت دینے والا صرف اللہ ہے۔ بیت:

ہر اشتر [illegible] مصیبت خوشی [illegible]
گر بخشد [illegible] کند او داند

ترجمہ: ہم نے اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیے ہیں۔ سب اس کے ہاتھ ہے جو اس کی جانے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ سپردگی درویشی کی علامت ہے۔ عام لوگ تقدیر کی مشیت میں تصرف کرنا جائز نہیں سمجھتے کیونکہ ایسا تصرف آدمی کے [illegible] میں آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭوَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْۗءُ ڔ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ[3]

فرما دیجیے میں اپنی جان کے لیے خود کسی نفع کا مالک نہیں اور نہ کسی نقصان کا مگر (اسی قدر) جو اللہ چاہے اور اگر (بغیر عطائے الٰہی کے) میں غیب جانتا تو یقیناً (بہت سی) بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی۔ میں تو بس ڈرانے والا (اللہ کی طرف سے) محض [illegible] اور خوشخبری سنانے والا ہوں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ دو چیزیں بدحالی کا سبب [illegible] ہے اللہ تعالیٰ کی رضا کا منتظر رہتا ہے اور مصیبت حال میں کئی قسم کی تدبیریں [illegible] الآفة فی التدبیر والسلامة فی التسلیم

---

[1] مطبوعہ نسخے (ص ۲۲۳) کی عبارت یہ ہے [illegible] یہاں [illegible]

[2] پارہ ۲۴ سورہ مومن آیت ۴۴ [3] پارہ ۹ سورہ اعراف آیت ۱۸۸

خدمت میں آنے سے مریدوں میں [illegible] ہے۔ قطعہ

خدمت آں کسے باشد کہ در راہ
مسلم باشدش ارشاد تسلیم
بود [illegible] حرکات سکنات
بود [illegible] و میدمت تشریعت

ترجمہ: راہ سلوک میں وہ شخص سرفرازی کے ساتھ گزرتا ہے جو تسلیم کے قلم کو چلاتا ہے جس کی حرکات و سکنات پیر کی شریعت کے مطابق ہوتی ہیں اور جس کی امید اور امیدیں میں بجز پیروی کچھ نہ ہو۔

بعد ازاں پیر کی قاطع منصبیت ہوتی ہے۔ مقام تحمل ہے حسبی من سوالی علمه بحالی یکفی مجھے میرے سوال سے کفایت ہے اس کا علم ہے جو میرے حال کے ساتھ ہے۔ شعر:

مرا تسلیم ہیچ از تو چیست
[illegible] مسعد او تسلیم

ترجمہ: مجھے پیر جو ہے علم تسلیم کیا ہے؟ یہ ہے کہ اس کے سر پر آرہ چلائیں اور وہ جنبش نہ کرے۔

حضرت قدوۃ الکبراء فرماتے تھے کہ اکثر مشائخ نے ہمیشہ دست کاری کے ذریعے روزی کمائی ہے اور دین و جان سے اس پر عمل کیا ہے۔ متقدمین مشائخ اور علماء نے ہاتھ سے روزی کمانے کا شغل تقلید کیا ہے اور باعث عزت گمان کیا ہے۔ صد [illegible] جب روزی [illegible] سے تو بد ترین عادت اور رذیل ترین اخلاق میں شمار کیا جاتا ہے، کہ باعث عجیب اور حماقت میں مبتلا [illegible] ہیں۔ [illegible] اکثر [illegible] جیسی کے پیشے اور کسب سے منسوب رہے ہیں چنانچہ کسب کی توہین کو ایک قسم کا کفر [illegible] وہ توکل کی وادی میں آخری حد تک پہنچنے میں ناکام رہے اگر لوگ روزی کمانے کا شغل اختیار کرتے ہیں تو [illegible] اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، فاذا قضیت الصلوة فانتشروا فی الارض۔[2] (یعنی جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں منتشر ہو جاؤ)۔

نقل ہے کہ ایک شخص کا کنبہ [illegible] اور [illegible] تھے حضرت شبلی رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی پریشانی بیان کی۔ آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر جا اور اس فرد کو جس کی روزی کا ذمہ اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے اسے گھر سے نکال دے۔ وہ شخص شبلی کے جواب سے مطمئن ہوا اور گوشہ توکل میں بیٹھ گیا۔

---

[1] [illegible] ۳۲۵ [illegible] مطبوعہ [illegible] صفحہ ۳۲۳ پر چوتھا مصرع [illegible] و میدمت تسلیم نقل ہوا ہے۔ [illegible] قطعہ [illegible] ہے۔

[2] پارہ ۲۸ سورۃ جمعہ آیت

اربابِ توکل کی تمثیل میں ایک حکایت

علی سے روایت ہے کہ ایک جماعت خواجہ جنید قدس اللہ روحہٗ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو ہم تلاشِ رزق شروع کریں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمھارا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمھیں بھلا دیا ہے تو یاد دلاؤ۔ انھوں نے عرض کی کہ ہم مکان کے اندر توکل میں بیٹھ جائیں۔ فرمایا کہ تمھارے لیے یہ تجربہ مشکل ہوگا۔ انھوں نے عرض کی پھر حیلہ (بہانہ) کیا ہے؟ فرمایا حیلہ ترک کرنا ہی حیلہ ہے۔ قطعہ:

گزینی رہ کہ روئی ہشیار می رو
تو ناز نازنیناں را چہ دانی
بہ موسیٰ گو کہ بر ہر کوہ تیغ است
نشستہ بر طور تیغ لن ترانی

ترجمہ: تو رستے سے جو راہ ہے، ہوش کے ساتھ چل۔ تجھے نازنینوں کے ناز کی خبر نہیں ہے۔ (حضرت) موسیٰ سے کہو کہ ہر پہاڑ کی چوٹی پر تلوار ہے یعنی وہ طور پر لن ترانی (تم مجھے ہرگز نہ دیکھ سکو گے) کی تلوار ہے۔

عوارف[1] میں اس گروہ کے مختلف حالات بیان کیے گئے ہیں جو اسباب کے ساتھ گزر بسر کرتے ہیں یا اسباب سے بچتے ہیں۔ ان میں کوئی ایسا ہوتا ہے جو خلق اور رزقِ معلوم کی طرف مائل نہیں ہوتا۔ نہ کسب کرتا ہے نہ سوال کرتا ہے۔ کوئی ایسا ہوتا ہے کہ ملی ہوئی روزی سے پیٹ بھرتا ہے۔ کوئی فاقے کے وقت سوال کرتا ہے لیکن فاقہ اسے کہتے ہیں کہ کوئی شخص فاقے کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ جائے۔

وہب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ اگر آسمان تانبا بن جائے اور زمین سیسے کی ہو جائے تو میں ہر حال میں رزق کا اہتمام کروں گا۔ لیکن اگر میرا رجحان صرف رزق کی طرف ہی رہے تو میں مشرک ہو جاؤں گا۔

ابو علی روذباری فرماتے ہیں کہ اگر صوفی پانچ روز کے بعد یہ کہے کہ میں بھوکا ہوں تو **فالزموہ بالسوق ومروہ بالکسب** (اسے بازار میں لے جاؤ اور کسب کا حکم دو)۔

یہاں ایک نکتہ پیدا ہوتا ہے۔ جو شخص روزی کمانا ترک کرے، ذکر و فکر میں بیٹھ جائے یا اخلاص و استغراق کے لیے عبادت میں مشغول ہو جائے لیکن اس کے دل میں تشویش ہو اور اس انتظار میں رہے کہ کوئی شخص آئے اور اس کے لیے کچھ لائے تو ایسے شخص کو ترکِ کسب روا نہیں ہے۔ البتہ وہ شخص جس کا دل قوی ہو اور حق تعالیٰ پر صبر و توکل کرنے کی طاقت رکھتا ہو

---

[1] عوارف سے مراد وہ تصنیف ہے جس کا نام عوارف المعارف ہے۔ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ) نے تحریر فرمائی ہے۔

یہ شخص کے لیے آپ سبب بنتا ہے۔ اگر کسی کسی شخص کے دل میں یہ اضطراب ہے کہ کوئی شخص اس کے گھر آئے اور اسے کچھ دے تو یہ طلب بھی ایک قسم کا سوال ہے جو اس سے نہ کیا گیا بس ترک سوال ترک طلب سے بہتر ہے

فان الخوف ذكر و الرجاء انس و بهما يولد حقائق الايمان بھی فرمایا کہ خوف ذکر ہے اور رجا (امید) محبت ہے۔ ان دونوں سے حقائق ایمان پیدا ہوتے ہیں۔

ايضا، الخوف جندي من جنود الله، لا يصح خوفه حتى لا يخاف من الحسنات كما يخاف من السيئات نیز (فرمایا) خوف اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اس وقت تک درست نہیں ہوتا جب تک کوئی شخص نیکیوں سے ایسے ہی نہ ڈرے جیسے برائیوں سے ڈرتا ہے۔ جس روز اخلاص سے نماز پڑھی ہو یا روزہ رکھا ہو یا پاک کھانا کھایا ہو اس کو زیادہ ڈرنا چاہیے۔ (دراصل) خوف ایمان کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے۔

خشیت کی عبارت ہے خوف سے۔ اس کے بارے میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ (حیان) ثوری نے فرمایا ہے کہ خوف خوب ہے۔ جنید (بغدادی) کا قول ہے کہ سانس کے شمار کے ساتھ عقوبت برداشت کرنا (خوف ہے) ابراہیم بن شیبان نے فرمایا جب خوف دل میں بیٹھ جاتا ہے تو شہوتوں کی جگہوں کو جلا دیتا ہے اور اس سے دنیا کی رغبت دور کر دیتا ہے۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال سے دل کا ڈرنا خوف ہے۔ کہا گیا ہے کہ خوف احکام کی متابعت سے دل کا قوی ہونا ہے۔ حاتم عصم کا قول ہے کہ ہر شے کے لیے زینت ہے عبادت کی زینت خوف ہے۔ خوف کی علامت قصر امید ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فلا تخافوهم وخافون ان كنتم مؤمنين[2] (تو تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو) خشیت علم کی شرطوں میں سے ایک شرط ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

انما يخشى الله من عباده العلموا[3] (اللہ کے بندوں میں سے اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔) جو شخص کسی شے سے ڈرتا ہے اس شے سے دور بھاگتا ہے (لیکن جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ جہاں کہیں خوف ہے امید کہیں ہے اور جہاں کہیں رجا (امید) ہے فرصت نہیں ہے۔ اگر اس کی (خوف کی) یا اس کی (امید کی) کمی قلب میں رہے تو ایمان تباہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ الایمان بین الخوف والرجا (ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے) اس حقیقت کا بھید ہے۔

خوف اور امید پرندے کے دو پر ہیں۔ اگر اس پرندے کا ایک پر ناقص ہو تو ایک پر کی قوت سے اڑنے کی رفتار سست رہے گی جب تک دونوں پر یکساں اور برابر نہ ہوں۔ قطعہ

---

[1] یہاں طبع کے (ص ۲۰۳) میں طویل عربی عبارت ہے جو فارسی میں ترجمہ کر دی گئی ہے۔ لیکن مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔

[2] پارہ سورہ آل عمران آیت

[3] پ ۲۲ سورہ فاطر آیت ۲۸

دو بال خوف و رجا مرغ سالک از ہم زد
بہ سوئے عالم تشبیہ وحدت خویش
برشت بہ ہوائے گریز، خانہ گرفت
شدہ بی بال و پر از ہیبت کثرت خویش

ترجمہ: سالک پرندے نے خوف و امید کے دو پروں کو حرکت دی اور اپنے تشبیہ وحدت کی طرف از خواہش فرار (خوف) اسے پرواز دیتا تو گوشے میں بیٹھ گیا اور اپنی کثرت کے خطروں (امیدوں) سے بال و پر کھو سکے۔

خوف کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے مکر (تدبیر) سے محفوظ نہ رہ سکے، وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ[1] (اور میں انہیں مہلت دیتا ہوں بے شک میری خفیہ تدبیر بہت پکی ہے) امن مکر کی علامتیں ہیں۔ اول بے ذوق طاعت، دوم بے توبہ گناہ کرتے رہنا، سوم دعا میں بے اطمینانی کی کیفیت، چہارم علم بے عمل، پنجم حکمت بے نیت۔ ششم حرام کے بغیر نیک بندوں کی صحبت، ہفتم بدلوگوں کی جانب رغبت، ہشتم بے اطمینانی، نہم اللہ کے آگے ایسی عاجزی جو یقین سے خالی ہو، دہم بندے کا خدا پہ بھروسہ۔ آخری دو علامتیں سب سے بدترین ہیں۔

رجا کی علامت یہ ہے کہ بندہ طاعت میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید رکھے۔ دل کی قوت امید ہے۔ شیخ یحییٰ معاذ رازی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتوں میں سے سب سے بڑی عنایت یہ ہے کہ بندے کے دل میں اللہ تعالیٰ کے کرم کی امید قائم رہے۔

لوگوں نے مالک بن دینار کو خواب میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ انھوں نے کہا کہ میں اس بارگاہ میں بہت زیادہ گناہوں کے ساتھ حاضر ہوا۔ مجھے تمام گناہوں سے پاک کر دیا گیا اس یقین کی بنا پر جو مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تھا۔ انا عند ظن عبدی[2] یعنی میں اپنے بندے کے گمان پر ہوں اس حقیقت کا بھید ہے۔ حق تعالیٰ نے بشر حافی سے ان کی وفات کے بعد دریافت کیا کہ تو دنیا میں مجھ سے کیوں ڈرتا رہا، ما علمت الکریم صفتی (کیا تو نہیں جانتا کہ الکریم میری صفت ہے) شعر:

امید واراں دستے زنند ہر دم بدوست
گر فرو گسلانند در کہ آویزند

ترجمہ: امیدوار لوگ ہر دم ہمیشہ دوست کا سہارا پکڑتے ہیں۔ اگر دوست کا ہاتھ چھوڑ دیں تو پھر کس کے سہارے رہیں گے۔

---

[1] پ ۹، سورۃ الاعراف، آیت ۱۸۳

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۲۳) میں یہ حدیث قدسی اس طرح نقل کی گئی ہے: انا عند حسن عبدی لیکن یہ درست نہیں ہے۔ یہاں قلمی نسخے کے مطابق نقل کیا گیا ہے۔

لطیفہ ۴۲

خواب کی تعبیر کا بیان

قال الاشرفؒ:

التعبیر هو العبور من الرؤیا بمقتضی الحال۔ حضرت سید اشرف جہانگیر نے فرمایا تعبیر کے معنی اس بات ظاہر کرنے کے ہیں جو خواب میں دیکھے گئے واقعے کے مطابق ہو۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ اہل ریاضت ومجاہدہ کے خواب کی تعبیر ارباب دولت کے خواب سے مختلف قسم کی ہوتی ہے خواہ دونوں کا خواب یکساں ہی کیوں نہ ہو۔ ہر گروہ کے خواب کی تعبیر مختلف ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ایک شخص خواب کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک بہت سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھا ہوا ہوں اور میں نے اس کے سایے سے فائدہ حاصل کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تعبیر فرمائی کہ تمھیں بادشاہ وقت سے دنیاوی فائدے حاصل ہوں گے۔ ایک دوسرے شخص نے بعینہ یہی خواب جو ایک بادشاہ نے دیکھا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیان کیا۔ فرمایا اس کا ملک اس کے ہاتھ سے چلا جائے گا لیکن تخت وہی رہے گا۔

فرماتے تھے کہ خواب کی تعبیر بھی کئی قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ خواب بیان کرتے وقت خواب دیکھنے والے کے جسمانی اعضا کی حرکت کس طرف ہے۔ اگر دائیں جانب حرکت کرتے ہیں تو تعبیر اچھی ہوگی اگر اعضا کی حرکت بائیں جانب سے ہو تو بری ہوگی۔ اس تعبیر کو ''تعلق بالسان'' اور ''بالسمع'' بھی کہتے ہیں۔ ''تعبیر بالسمع'' کا تعلق تعبیر بتانے والے سے ہے کہ اس نے خواب سنتے وقت کیا سنا۔ اگر اس نے مبارک بات جیسے اذان کی آواز، تلاوت قرآن، اللہ تعالیٰ انبیا اور اولیا کا ذکر یا کوئی دلکش کلام سنا ہے تو خواب کی تعبیر نیک ہوگی اگر کسی نے نامبارک بات جیسے گالی یا گریہ یا اس کی مثل ناخوش گوار بات کہی ہے تو خواب کی تعبیر بری ہوگی۔ تیسری قسم ''تعبیر بالبصر'' بھی ہے۔ اس کا تعلق بھی تعبیر بتانے والے سے ہے یعنی جب خواب بیان کیا جا رہا تھا تو اس نے کیا دیکھا۔ اگر کوئی بات دیکھی جو نیک فال ہو جیسے اچھا چہرہ یا گھوڑے کی شکل اور

نیکی کی چیزیں تو خواب کی تعبیر نیک ہوگی اگر بد چہرہ اور بری صورت دیکھی جو نیک فال خیال نہیں کی جاتی تو اس صورت میں خواب کی تعبیر بری ہوگی۔ خواب کی تعبیر بتانے والے پہلی قسم کو تعبیر سمجھتے اور دوسری قسم کو تعبیر بہ عکس کہتے ہیں۔

[illegible] اسی مجلس میں فرمایا کہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر جب بھی کوئی خواب دیکھتے تھے تو اس کی تعبیر جاننے کی بہت کوشش فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کے لیے بہت غور و فکر کیا لیکن کوئی مناسب تعبیر حاصل نہ ہوئی یہاں تک کہ قرآن شریف سے فال دیکھی، اس میں بھی ایک ایسی آیت برآمد ہوئی جس سے تعبیر کے نیک و بد کا پتہ نہ چلتا تھا۔ اسی بیچ میں تھی۔ آخر کار حضرت شیخ نظام الحق والدین نے عرض کیا۔ یا شیخ آپ کے خواب کی تعبیر نیک ہے۔ شیخ گنج شکر نے دریافت فرمایا تم نے یہ بات کس طرح معلوم کی؟ انہوں نے عرض کیا کہ جس وقت آپ خواب بیان فرما رہے تھے تو آپ کا دایاں دست مبارک آسمان کی جانب حرکت کر رہا تھا۔ اس صورت حال سے میں نے جانا کہ خواب کی تعبیر خیر کے ساتھ ہوگی۔ پھر رویت باری تعالیٰ کا ذکر آگیا (فرمایا) خواب کی تعبیر سے متعلق ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص حق تعالیٰ کو خواب میں دیکھے وہ شخص دنیا میں امن میں رہے گا، دونوں جہانوں میں نیک بخت ہوگا اور اسے بہشت نصیب ہوگی۔ اور کافر یہ خواب دیکھے تو ایمان لائے گا۔ اگر فاسق یہ خواب دیکھے تو اسے توبہ نصیب ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ یہ خواب دیکھے تو عادل ہو جائے گا۔ درویش دیکھے تو تونگر ہو جائے گا۔ اس شہر میں عدل و انصاف جاری ہوگا۔

طرح طرح کے خوابوں کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شیطان ہر شکل کے مشابہ ہو کر سامنے آسکتا ہے لیکن رسول علیہ السلام کی شکل میں نہیں آسکتا (اس کی انہیں قدرت ہی نہیں ہے)۔ اسی سلسلے میں فرمایا کہ بغداد میں قلندروں کی ایک جماعت آئی اور ایسے خلاف شرع کام کیے جو اہل سنت و جماعت کے خلاف تھے۔ شہر کے علماء اور فضلا جمع ہوئے اور ان کے قتل کرنے کا فتویٰ دے دیا۔ مولانا برہان الدین جو خدا رسیدہ علماء کے پیشوا اور سنت مختار، اہل بدعت کا خاصہ تھے، اس معاملے کے پیش کار تھے اور یہ معاملہ سلطان کی خدمت میں عرض کیا، سلطان نے تعظیم و تکریم بجا لانے کے بعد کہا کہ کل میرے پاس سوال فتویٰ روانہ کیا جائے تاکہ فیصلہ کروں۔ مولانا اپنے گھر آگئے۔ رات خواب میں دیکھا کہ ان کے والد کی شکل میں ایک نورانی شخص ہے جو کہہ رہا ہے اے بیٹے تو کس خیال میں گرفتار ہے۔ خلق خدا کو خدا کے حوالے کر اور یہ کہہ کر وہ شکل غائب ہوگئی۔ مولانا خواب سے جاگے تو بہت فکرمند ہوئے کہ اب کیا کروں؟ (اسی تشویش میں) نیند آگئی۔ حضرت رسول علیہ السلام کی عالم آرا اور منور شکل خواب میں نمودار ہوئی، فرمایا تم ہرگز اپنے ارادے میں تردد نہ کرو۔ وہ ابلیس کی صورت تھی جس نے دھوکہ دیا

۱؎ آپ کا پورا نام محمد بن سیرین تھا۔ آپ مشاہیر [illegible] علماء مرتبے کے حامل تھے [illegible] علم اور خواب کی تعبیر بتانے کے امام تھے۔ [illegible] میں وفات پائی۔ [illegible] ملاحظہ ہو [illegible] اسلام آباد [illegible] صفحہ ۲۲ [illegible] ۳۳)

اور تم سے شرع درست کرنے کی بات کی۔ اب تم پر لازم ہے کہ جو ری آمدنی سے اٹھو شریعت پر کاربند ہو جاؤ اور ان کے قتل کرنے کا شوق دور کرو کیونکہ بدعت و جرأت کے خاتمے کا اشتیاق تمہارا کام ہے۔ مولانا (اس بشارت سے) بہت خوش ہوئے اور شریعت کا حکم پورا کیا۔

خواب میں حمائل (چھوٹا قرآن شریف جو گلے میں لٹکایا جاتا ہے) پڑھنا بہت اچھا ہے۔ اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے کہ خواب کی تعبیر ہر شخص کی نسبت سے جو زاہد ہو فاسق ہو یا صوفی ہو جدا جدا ہوتی ہے۔

بیان کیا گیا ہے کہ حضرت امام اعظمؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر منورہ کو کھود رہے ہیں، ہڈیوں کی خاک کو الٹ پلٹ اور پراگندہ کر رہے ہیں۔ صبح ہوئی تو امام اعظم بہت پریشان اور فکرمند ہوئے۔ ایک شخص کو یہ کہہ کر بھیجا کہ تم ابن سیرین کے پاس جاؤ اور کہو کہ تم نے یہ خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر کیا ہے) وہ شخص ابن سیرین کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے۔ حضرت ابن سیرین نے فرمایا کہ یہ آپ کا خواب نہیں ہو سکتا البتہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا ہوگا۔ جائیے اور انہیں خوش خبری دیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کی خاک اور شریعت کے مغز دنیا کے اطراف میں پھیلائیں گے۔ اگر کسی دوسرے شخص نے یہ خواب دیکھا ہوتا تو ابن سیرین اس کی تعبیر دوسری طرح کرتے۔

عبد الملک بن مروان نے خواب دیکھا کہ اس کی کسی دشمن سے جنگ ہوگئی ہے۔ دشمن سے مقابلہ کر کے چوتھا کر دیا ہے۔ جب عبد الملک بیدار ہوا تو کہا کہ رات میں نے یہ خواب دیکھا۔ اس نے ایک شخص کو ابن سیرینؒ کی خدمت میں بھیجا اور حکم دیا کہ تم اپنی طرف سے یہ خواب بیان کر کے تعبیر دریافت کرنا۔ ابن سیرینؒ نے خواب سنا اور کہا کہ یہ خواب تم نے نہیں دیکھا۔ اگر دیکھا ہوگا تو عبد الملک بن مروان نے دیکھا ہوگا۔ جاؤ اور انہیں بشارت دو کہ آپ اطراف زمین پر قبضہ کریں گے اور دشمن کو زیر کریں گے۔

حضرت قدوۃ الاکبرؒ فرماتے تھے کہ خواب جھوٹے بھی ہوتے ہیں۔ ان کی تین قسمیں ہیں۔ پہلی قسم کو "خواب ہمت" کہتے ہیں۔ دوسری قسم کا نام "خواب علت" ہے۔ تیسری قسم کو اضغاث احلام (پراگندہ خواب) کہتے ہیں۔ پہلی قسم کا احوال یہ ہے کہ لوگوں کو بیداری میں کسی چیز کا خیال پیدا ہوتا ہے جب سوتے ہیں تو اس چیز کو خواب میں دیکھتے ہیں جیسے بھوکا پیاسا شخص خواب میں روٹی اور پانی دیکھتا ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ کوئی شخص کسی مرض یا بیماری میں گرفتار ہے اور اس کے درد سے نالاں ہے۔ ایسا مریض شخص خواب میں خوف و ہراس دیکھتا ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ لوگ خواب میں شیطان کو دیکھتے ہیں یا غسل واجب ہو جاتا ہے۔ ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی

کافر کے خواب کی تعبیر ایسی ہی ہوتی ہے جیسی مومن کے خواب کی ہوتی ہے لیکن مومنوں کے خواب کافروں سے افضل ہوتے ہیں۔ اسی طرح عالم کا خواب جاہل سے، مرد کا خواب عورت سے اور بادشاہ کا خواب رعیت سے افضل ہوتا ہے

لطیفہ ۴۳

بخل، سخاوت، رزق اور ذخیرہ کرنے کے بیان میں

قال الاشرف:

البخل هو الامساك عن البخل من [illegible] والسخاوة هو بذل النفس في سبيل الله مع الواجب

سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ بخل یہ ہے کہ حق کو [illegible] سے روکے اور سخاوت اللہ تعالیٰ کی راہ میں واجب کے ساتھ نفس کو فنا کرنا ہے۔

ایک شخص پر جو کچھ واجب ہے اگر ادا نہیں کرتا تو بخیل ہو گا۔ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ واجب سے زیادہ دے مگر اس سے نصیحت کو ترک کرے [illegible] اگر دیتا ہے تو [illegible] ہے، جب تک [illegible] اور بخیل ہے۔

ایک دوسری روایت ہے کہ سخی وہ شخص ہے جو واجب کو ادا کرتا ہے اور بخیل اس کے ضد ہوتا ہے (یعنی واجب ادا نہیں کرتا) یعنی سخی اور جواد میں فرق ملحوظ رکھا گیا ہے۔ سخی وہ ہے جو حق اور واجب ادا کرتا ہے اور جواد وہ ہے جو واجب پر اضافہ کرے (حق اور زیادہ) دیتا ہے۔ [illegible] ایک صفات حق سے مشہور ہے جود و سخا کے ایک ہی معنی ہیں لیکن حق تعالیٰ کو جواد کہتے ہیں اور سخی نہیں کہتے کیونکہ [illegible] حق تعالیٰ نے خود کو سخی نہیں فرمایا ہے اور احادیث و روایات میں اس نام (یعنی سخی نام) کا ذکر [illegible] صحیح ہے کہ حق تعالیٰ کا نام رکھنا بمقتضائے عقل درست جائز نہیں ہے۔ مثال کے طور پر حق تعالیٰ [illegible] سب [illegible] عالم کہتے ہیں اور عاقل و فقیہ نہیں کہتے [illegible] عاقل اور فقیہ کے یہی معنی ہیں۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ پہلا درجہ سخاوت ہے، اس کے بعد جود اور اس کے بعد ایثار کا درجہ ہے۔ اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ ایک شخص کے پاس [illegible] میں کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور کچھ بچا کر رکھے وہ سخی ہے۔ جو شخص زیادہ خرچ کرے اور اپنے لیے کم بچائے وہ جواد ہے اور جو شخص خود تکلیف اٹھائے اور دوسرے کی تکلیف دور کرے وہ صاحب ایثار ہے۔ یہ تمام خوبیاں صفات خلق میں شامل ہیں۔

بیان فرماتے تھے کہ جو دینا ہو دے دے کہ جس وقت وہ چیز دینے کا خیال دل میں پیدا ہو اسی وقت دیدے۔ اگر دوسرے خطرے کا انتظار کرے تو کچھ نہ ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں فقرا اپنے وقت شخص باتوں کی احتیاط کرتا ہے (مستحق اور غیر مستحق میں تمیز کرتا ہے) لیکن جو دل کسی قسم کی احتیاط نہیں کرتا۔ بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ ایثار، انفاق، فتوت (جوانمردی) اور صدقہ ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایثار مردوں کا ہے۔ ایثار دوسروں کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے کر مال خرچ کرنا ہے اور انفاق یہ ہے کہ اپنی محبوب شے کو خرچ کیا جائے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ ہے، لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون[1] (ترجمہ: تم ہرگز نیکی کو نہیں پہنچو گے جب تک خرچ نہ کرو اس چیز سے جسے تم پسند کرتے ہو)

فتوت یہ ہے کہ دوسرے کے کام سے قدم اٹھانے سے پہلے اس کو دوسرے کے حق پر ترجیح دے۔ صاحب فتوت انصاف کرتا ہے اور خود انصاف کا طالب نہیں ہوتا دوسروں کے عیب چھپاتا ہے دراں حالیکہ جو کچھ اس کے پاس ہے کل دے دیتا ہے دینے میں تمیز نہیں کرتا اور سوالی کو (خالی ہاتھ) نہیں لوٹاتا۔ قال علیہ السلام الصدقة تقع اولا فی ید الرحمن ثم تنتقل فی ایدی الفقیر (رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ صدقہ اولاً اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں واقع ہوتا ہے پھر محتاج کے ہاتھ میں جاتا ہے۔ فقیر کو تھوڑا بہت ضرور دینا چاہیے اور رد نہیں کرنا چاہیے۔ اس حقیقت پر غور کرے کہ عطا کرنے اور لینے والا کون ہے۔

صدقے کے قبول ہونے کی پانچ شرطیں ہیں۔ دو شرطیں صدقہ دینے سے پہلے ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ حلال کمائی سے دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ صدقہ صالح لوگوں کو دے تاکہ خراب باتوں پر خرچ نہ ہو۔ دو شرطیں صدقہ دیتے وقت کی ہیں۔ ایک یہ کہ صدقہ خوش دلی اور عاجزی کے ساتھ دے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ لوگوں سے چھپا کر دے اور پانچویں ایک شرط صدقہ دینے کے بعد کی ہے اور وہ یہ ہے کہ صدقہ دینے کا ذکر زبان پر نہ لائے احسان نہ جتائے لا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی[2] (اپنے صدقوں کو باطل نہ کرو احسان جتا کر اور تکلیف پہنچا کر)۔ حضرت فرماتے تھے کہ [illegible] شعر پیش کرنے کے واسطے پڑھتے جاتے (بیت) اور ان کی سخاوت کا ذکر ہے (فرمایا) حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے چند باتیں ان کی سخاوت سے متعلق بیان کی ہیں، اس سے آپ کی ہمت کی بلندی کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ وہ عذاب میں ہے، اللہ تعالیٰ کے غضب سے ہے کیوں کہ کافروں کا دوزخ میں ڈالا جانا قرآن اور حدیث سے ثابت ہے۔ اور بعض نصوص سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی ہوتی ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ کافر کے عذاب میں کمی نہیں ہوتی کیوں کہ کافر کے عذاب میں تخفیف کی حد تک پہنچ گئی ہے یعنی اس کا احتمال ہے کہ کافر کی مسلسل نیکیوں کے باعث سے عذاب ہی سے چھٹکارا حاصل ہو جائے۔ ایسا جو شخص سخی کے حالات ہوگا ہم جانتے ہیں [illegible] کا انکشاف تو نہیں کیا گیا ہے۔ چونکہ قلم کی کاوش سے تحقیر ہاتھ سے نکل گئی اس لیے اس مقام پر ایک شعر اور اس امر کا بھی

---

[1] پارہ ۴ سورہ آل عمران آیت ۹۲

[2] پارہ ۳ سورہ بقرہ آیت ۲۶۴

مناسب شعر

چون [illegible] عذاب و رحمت آید
[illegible] رحمت [illegible] کار

ترجمہ: جب دنیا میں عذاب و رحمت دونوں آتے ہیں تو پھر آخرت میں اس کا انکار یوں کرتے ہیں۔

[illegible] قادر [illegible] وعدہ [illegible]
[illegible]

ترجمہ: اس قادر مطلق سے جب وعدہ پاتے ہو تو جان و دل سے اس سے علم و قبول کرنا چاہیے۔ شک کے لیے جست اور [illegible] ہے دوری ہے۔

[illegible] رحمت [illegible] عارفان [illegible]
[illegible] پوشیدہ [illegible] وارند اسرار

ترجمہ: یقین کر میں عارفین کی ایک مصلحت سے دو امر کی وجہ نہیں کرتے۔

چون [illegible] قادر [illegible]
[illegible] رحمت [illegible]

ترجمہ: اگر اللہ تعالیٰ کسی کے عمل و قبول کرتا ہے تو اس کی محبت، رحمت اور حوقی بڑھ جاتی [illegible] جاتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ [illegible] کتابوں میں [illegible] کے بیچ ایک [illegible] کا پانی روشن [illegible] میں [illegible] سے [illegible] صفت جس سے موصوف ہو [illegible] حقیقت میں [illegible] صفت رکھتے ہیں [illegible] سے [illegible] پاس سے پیار کرنا چاہتی ہو [illegible] سے [illegible] رات پر کلمہ [illegible] شروع۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ [illegible] اگر [illegible] صاحب [illegible] میں [illegible] اوصاف کا ایک شمار اس میں ہے تو اس کی بیعت خلافت سے بعد میں ہے اس کا [illegible]۔

فرماتے تھے کہ [illegible] جیسے حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] فرماتے تھے کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] میں [illegible] خلعت [illegible] جو پوشیدہ [illegible] لیے ہیں جو [illegible] اول حضرت میں [illegible]۔

[illegible]

لطیفہ ۴۴

ریاضت ومجاہدے کا بیان اور سعادت وشقاوت کی وضاحت

قال الاشرف

المجاهدة هي المحاربة بعسكر النفس والرياضة هي اصلاح النفس بقبول الواردات الغيبية والالهامات الغيبية.

سید اشرف جہاں گیر نے فرمایا کہ مجاہدہ نفس کے لشکر سے جنگ کرنا، اور ریاضت واردات کی پذیرش اور الہامات کی کثرت کے حسن وجمال سے نفس کی اصلاح کرنا ہے۔

مشائخ روزگار اور صوفیۂ عظام کا اس امر میں اختلاف ہے کہ مجاہدے سے مرتبہ وصول حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں۔ ایک مشائخ کا قول ہے کہ مجاہدہ وصول کا سبب نہیں ہے کیوں کہ علت یہ ہوتی ہے کہ سبب اور نتیجے کے درمیان فاصلہ نہیں ہوتا (عمل کے ساتھ اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہوتا ہے) بہت سے لوگ ہیں کہ مجاہدہ کرتے ہیں لیکن مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ اس آیت پاک **والذين جاهدوا فينا لنهدينهم سبلنا**[1] (اور وہ لوگ جنھوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ضرور ہم انھیں اپنی راہیں دکھائیں گے) میں مجاہدے کا انجام مشیت الٰہی پر موقوف ہے۔ وہ حضرات جو مجاہدے کو علت قرار دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس آیت پاک میں مشیت الٰہی مضمر نہیں ہے لیکن یہ حضرات بھی مجاہدے کو شرط علت قرار دیتے ہیں (اور کہتے ہیں کہ) اگر کوئی شخص مجاہدہ کرتا ہے اور مقصود حاصل نہیں ہوتا تو یہ محرومی مجاہدے میں کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور آیت پاک **ادعوني استجب لكم**[2] (مجھ سے دعا کرو میں (تمھاری دعا) قبول کروں گا) میں بھی مشیت الٰہی شامل ہے اور **يختص برحمته من يشاء**[3] (اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے جسے چاہے) لوگ اس پر محمول کرتے ہیں کہ مجاہدہ وطلب کو (اللہ تعالیٰ نے لزوم کی) علت قرار نہیں دیا ہے کیوں کہ حاصل صورت کی اعتبار سے کہ یہ [illegible] ہیں، جب معلوم ہوا کہ طلب ومجاہدہ علت نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ اختصاص وخصوصیت شاید نبوت سے متعلق ہے نہ کہ حق

---

[1] پارہ ۲۱ سورۃ العنکبوت آیت ۶۹

[2] پارہ ۲۴ سورۃ المؤمن آیت ۶۰

[3] پارہ ۱ سورۃ البقرہ آیت ۱۰۵

تعالیٰ جسے چاہے نبوت کے لیے منتخب کرے تو یہ تاویل سلف کے (عقیدے کے) خلاف ہوگی۔ رباعی ط

با قبول تو ز رحمت پاک
چہ بود خوب و زشت مشتے خاک
اے کہ خدمت آستانت را
ترکِ یوسف نگار خانۂ ما

ترجمہ: اے اللہ! تو تمام علتوں سے پاک ہے۔ تیری قبولیت کے آگے انسان کا نیک و بد ہیچ ہے۔ اے اللہ ایک شخص تیرے آستانے کا خدمت گزار ہے دوسرا تیرے نگار خانے کے لیے یوسف کا کھیل رہا ہے۔

اصحابِ مجلس اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور استغنا کا بیان سن کر رونے لگے اور عرض کی کہ جب حالِ معاملہ کی حقیقت یہ ہے تو ہماری ساری تگ و دو بے کار ہے۔

حضرتؒ نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں ہے بلکہ مجاہدے اور ریاضت کی شرط انتہائی درجے تک پوری کرو اور اپنی محنت پر نظر نہ رکھو اور اسے وصول کی علت گمان نہ کرو۔ حضرتؒ نے عاشقانہ حملہ کئی بار دہرایا کہ مجاہدہ دیکھنے کی چیز نہیں ہے بلکہ کرنے کی چیز ہے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام دینی احکام ان اصول پر مبنی ہیں۔ اول یہ کہ تمہیں یقین ہو کہ کفر و ایمان اور طاعت و گناہ تقدیر الٰہی سے وابستہ ہیں۔ نتیجہ ان میں تمیز کرلو اور حجت میں۔ چنانچہ احکام کو بجا لاؤ لیکن اصول ادب کو مقدم رکھو۔ ابیات:

عقل قرباں کشیدنی باشد
عشق ایماں چشیدنی باشد
عاشقاں سوئے حضرتش سرمست
عقل در آستیں و جاں در دست

ترجمہ: عقل کا کام علم کی کھینچ تان (تاویل) کرنا ہے۔ عشق ایمان کی حلاوت چکھنا ہے۔ عاشق محبوب کی درگاہ میں بے خودی و مستی کی حالت میں جاتے ہیں۔ ان کی عقل آستین میں اور جان ہتھیلی پر ہوتی ہے۔

(اللہ تعالیٰ کے حکم سے) [illegible] والے چند لوگوں نے طاعت و عبادت کو ترک کر دیا ہے اور اہل حال بزرگوں کے اس قول کو پکڑ لیا ہے کہ مستی حال کی کیفیت میں زہد و عبادت بے سود ہے، کام تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی سے بنتا ہے۔ اس طرح انھوں نے حرام کو حلال کر لیا ہے۔ یہ زندیقوں اور ملحدوں کا طریقہ ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ زہد و عبادت بے کار ہیں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ افعال (طاعت و عبادت) پر غرور نہ کرو، جیسے کہ امام شبلی قدس اللہ سرہ العزیز نے فرمایا ہے لیس

ط یہ شعر رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

الزھد فی الدنیا کقیقۃ یعنی زہد حقیقی دنیا میں نہیں ہے۔ اس قول میں زہد کا انکار نہیں ہے بلکہ اس سے مراد زہد پر غرور نہ کرنا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ اس پر (یعنی عنایت حق پر) سب کا عقیدہ ہے اور اس سے تجاوز کرنا ممکن نہیں ہے اس کے باوجود متقدمین سے متاخرین تک تمام بزرگ مجاہدہ کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ بیت

تا تخم مجاہدہ نکارد
کس بار مشاہدہ نکارد

ترجمہ: جب تک کوئی شخص مجاہدے کا بیج نہ بوئے گا تو اسے مشاہدے کا پھل بھی نہیں ملے گا۔

پس طالب صادق اور سالک واثق پر لازم ہے کہ مجاہدات و ریاضات کی ادائیگی میں ذرہ بھر فروگزاشت نہ کرے ورنہ چوکے کیوں کہ کسی شخص پر مجاہدے کی کنجی کے بغیر مشاہدے کا دروازہ نہیں کھلتا ہے اور سلوک کے رستے کو طے کیے بغیر وصول کی نعمت میسر نہیں ہوتی ہے۔ قطعہ:

بیا اے سالک چابک دلگیر
بنہ پائے طلب در رہ اعمال
کہ بے زاد رہ و بے پائے حذ نعل
نیارد دید روئے کعبۂ حال

ترجمہ: اے چابک دلگیر سالک! اور اعمال کے راستے میں پائے طلب رکھ اچھی طرح جان لے کہ راستے کے سامان کے بغیر اور ننگے پاؤں چل کر کسی نے کعبۂ حال کی زیارت نہیں کی۔

سید الطائفہ[1] (جنید بغدادی) نے فرمایا ہے کہ ان کے اصول پانچ خصلتوں پر مبنی ہیں۔ اوّل دن کو روزہ رکھنا، دوم رات میں نماز پڑھنا، سوم خلوص عمل، چہارم تمام تر رعایت کے ساتھ عمل کرنا، پنجم ہر حال میں اللہ پر توکل کرنا اور سہیل تستری نے فرمایا کہ ہمارے اصول سات ہیں۔ اوّل اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھامنا، دوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا، سوم کسی کو اذیت دینے سے نفس کو روکنا، چہارم گناہوں سے پرہیز کرنا، پنجم توبہ کرنا، ششم حقوق ادا کرنا۔[2]

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جو ریاضتیں مشائخ صوفیہ سے متعلق بیان کی گئی ہیں انھیں خود پر لازم کرنا مناسب نہیں ہے کیوں کہ ریاضت کی اس مقدار سے جو بزرگوں نے اپنے لیے مقرر کی تھیں، اس مقدار سے طالب کی ریاضت [illegible]

---

[1] یہاں سے ایک طویل عربی عبارت فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل نہ کر کے صرف فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں مطبوعہ نسخہ ص ۲۳۹

[2] سہیل تستری کا ساتواں اصول مطبوعہ اور خطی دونوں نسخوں میں نقل نہیں کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

نی ہوئی بیماری بھی بڑھ جائے تو ایسی ریاضت سے منع کیا گیا ہے اس لیے کہ راہ حق میں ایسی ریاضت طالب کے مرکب جسم کو تقویت دیتی ہے ورنہ وہ گنہگار ہوتا ہے بلکہ نفس اگر ایسی باتوں میں مائل ہو تو شریعت کے مطابق مجاہدے کے ذریعے اسے راہ راست پر لائے اور بدعت سے پرہیز کرے۔ خلاف معمول کھانا پینا کلی یا جزوی طور پر یا اس طرح کی اور باتیں ترک نہ کرے۔ روایت میں آیا ہے کہ رسول علیہ السلام کے عہد مبارک میں ایک صالحہ عورت نے جاگنے کی خاطر اپنے گلے میں رسی باندھ کر لٹکا دی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو منع فرمایا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ کوئی شخص ازراہ ہوس پہلے چند ریاضتیں اختیار کرے اور پھر چھوڑ دے تو یہ اچھی بات نہیں ہے بلکہ جو ریاضت یا وظیفہ وہ خود پر لازم کرے اُن پر جما رہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ رات اور دن میں چوبیس ساعتیں ہیں۔ بزرگوں نے ان ساعتوں کو تقسیم کر دیا تھا کہ کچھ گھنٹے عبادت میں مشغول رہیں گے کچھ گھنٹے سوئیں گے۔ ان چوبیس گھنٹوں میں آٹھ گھنٹے سونے کے لیے رکھے تھے اور ان آٹھ گھنٹوں کو بھی تقسیم کر دیا تھا کہ چند گھنٹے دن میں اور چند گھنٹے رات میں سوتے تھے۔ دو گھنٹے دن میں سونے کے لیے اور چھ گھنٹے رات میں سونے کے لیے مقرر تھے لیکن دن میں سونے کا وقت معین کر دیا تھا کہ اس اسی وقت سوئیں گے دوسرے وقت نہیں۔ (عام طور پر) دن میں سونے کا وقت چاشت کے بعد اور زوال سے پہلے تک مقرر تھا۔ اس امر کا خیال رکھا جاتا تھا کہ ہر صورت میں زوال سے پہلے اٹھ جائیں تاکہ ظہر سے پہلے نماز کی تیاری کر کے ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے بیٹھ جائیں کیوں کہ مشائخ (اداے نماز کے لیے) وقت سے پہلے تیار ہو جاتے ہیں۔ اگر زوال کے بعد سونے سے اٹھیں گے تو پھر اتنا ہی وقت ضائع ہوگا۔ مشائخ رات کو سونے کا وقت بھی معین کر لیتے ہیں نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد چھ گھنٹے تک سوتے ہیں۔ اس سے زیادہ نیند کریں تو وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ مشائخ نے صبح کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ ایک صبح تو یہی ہے کہ جب سونے سے جاگتے ہیں، دوسری صبح اسے کہتے ہیں جب دن میں (زوال سے پہلے) نیند سے بیدار ہوتے ہیں اور نماز ظہر کی تیاری کرتے ہیں۔ ظہر ادا کرنے کے بعد وہ وظائف پڑھتے ہیں جو ظہر کی نماز کے بعد پڑھے جاتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ مشائخ نے مجاہدے کو تربیت کے لیے مقرر کیا ہے۔ طالب صادق اور سالک واثق کی تربیت اس کی طاقت کے مطابق کرتے ہیں یعنی اگر طالب تنہا (غیر شادی شدہ) ہے تو اسے بھرپور مجاہدے کا حکم دیتے ہیں اگر وہ صاحب اہل و عیال ہے تو اس سے اس کی حالت کے مطابق مجاہدہ کراتے ہیں۔

اگر ایک چلے کے قابل ہے تو ایک چلہ کراتے ہیں۔ ایک چلے سے کام نہ بنا تو دوسرے چلے کا حکم دیتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ریاضتوں اور مجاہدوں کے فوائد و منافع حد بیان سے باہر ہیں، حتیٰ کہ کافر بھی ریاضت کے باعث بزرگ ہو جاتا ہے جیسا کہ راہبوں کے قصوں میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک راہب تھا جس نے تقریباً اسی سال تک ریاضت کی تھی۔ اس زمانے میں کافر کی مدت ریاضت چالیس سال تھی۔ جب خواجہ ابراہیم

خواص[1] نے اس راہب کی ریاضتوں کی خبر سنی تو فرمایا کہ اس راہب نے چالیس سال سے زیادہ ریاضت کی ہے شاید اسے کمال حاصل ہوگیا ہوگا اور حقیقت منکشف ہوگئی ہوگی۔ میں جاکر دیکھتا ہوں۔ جب ابراہیم خواص اس راہب کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچے تو اس نے اپنا سر باہر نکال کر کہا، "مجھے کوئی بزرگی حاصل نہیں ہوئی ہے" آپ نے اس سے دریافت کیا کہ پھر اتنی مدت سے یوں گوشہ نشین ہو؟ اس راہب نے جواب دیا کہ میں نے ایک کتے کو قید کر رکھا ہے اس کی نگہبانی کے لیے بیٹھا ہوا ہوں۔ جب ابراہیم خواص نے اس راہب کی یہ باتیں سنیں تو بے اختیار مناجات کی کہ اے اللہ! تیرے دست قدرت میں ہے کہ نا شناس بیگانے کو آشنا بنا دے۔ راہب نے کہا آپ کیسی فضول بات کر رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے جسے چاہے بیگانہ رکھے جسے چاہے آشنا بنائے۔ حضرت ابراہیم خواص اپنے دل میں شرمندہ ہوئے اور کہا، اللہ کی شان ہے کہ ایک راہب کو ایسا شرف بخشا ہے کہ اس قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ اسی سلسلے میں حضرت قدوۃ الکبریٰ نے یہ فرمایا کہ ایک راہب تھا جس نے بہت سے سال اپنے سلوک کی سیر میں صرف کیے تھے۔ جب اس نے ابراہیم خواص کے کمال کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابراہیم خواص ہمیشہ سفر میں رہتے تھے۔ جب ملاقات ہوئی تو اس راہب نے عرض کیا کہ میں اس سفر میں آپ کے ہمراہ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے ساتھ نہ رہ سکو گے کیونکہ ہمارا گزارا توکل پر ہے۔ اس نے عرض کیا یہ تو بہت اچھی بات ہے شاید مجھے بھی توکل کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے۔ (بہر حال) دونوں نے ایک وادی طے کی اور ایک بیابان میں داخل ہوئے تو رات ہوگئی۔ دونوں نے ایک پہاڑ کے دامن میں قیام کیا۔ جب رات زیادہ ہوگئی تو اس راہب نے کہا۔ اے شیخ آپ چند برسوں سے ملک ولایت میں قدوۂ مشیخت رہے ہیں۔ اب خدائے تعالیٰ سے کھانے کی کوئی چیز حاصل کریں۔ حضرت ابراہیم خواص شرمندہ ہوئے اور باری تعالیٰ کی درگاہ میں عاجزی اور انکساری سے عرض کیا کہ اے باری تعالیٰ اپنے آشنا کو ایک غیر کے سامنے رسوا نہ کر۔ چند لمحے گزرے تھے کہ دو پیالے پانی کے اور دو روٹیاں غیب سے نازل ہوئے۔ دونوں نے رزق غیبی تناول کیا۔ دوسرے دن سفر کرنے کے بعد رات ہوئی تو خواجہ ابراہیم نے راہب سے کہا آج تمہاری باری ہے۔ راہب نے عرض کی الٰہی اگر ابراہیم کی تیرے نزدیک قربت ہے تو مجھے ان کے سامنے شرمندہ نہ کر۔ ابھی چند ہی لمحے گزرے تھے کہ چار پیالے پانی کے اور چار گرم گرم روٹیاں نازل ہوئیں۔ دونوں نے رغبت کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس کے بعد خواجہ ابراہیمؒ نے فرمایا اے راہب سچ کہنا کہ تم نے کیا کہا تھا۔ اس نے کہا میں نے کچھ بھی عرض نہیں کیا تھا، بس آپ کو بیچ تصور کر کے اپنا شفیع بنایا تھا۔ اب میں اسلام لاتا ہوں آپ مجھے کلمہ تلقین فرمائیں (کلمہ پڑھ کر) وہ مسلمان ہو گیا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدات اور ریاضت میں عجیب اسرار ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ توفیق عطا

---

(۱) خواجہ ابراہیم خواص۔ آپ کا پورا نام ابواسحاق ابراہیم بن احمد خواص آملی تھا ۲۹۱ھ میں وفات پائی۔ یہ واقعہ خواجہ فریدالدین عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں بیان کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں تذکرۃ الاولیاء جلد دوم ترجمہ [illegible] صفحہ ۲۰۸۔

فرمائے تو سعادت ازلی و ابدی ہے۔ جس شخص کے باطن میں سے [illegible] اللہ تعالیٰ کی عنایت کے نتیجے میں ہو سکتی ہے۔ رباعی

[illegible] که عادت سعادت بود
سه عادت [illegible] از عبادت بود
سخی [illegible] ارادت نکو
مگر از الهی [illegible] سعادت بود

ترجمہ: جس شخص کی خصلت سعادت ہو جائے اس میں عبادت کی تین عادتیں پیدا ہو جائیں گی۔ (وہ تین عادتیں یہ ہیں) سخاوت، احسان اور نیت نیکی (یعنی سعادت) صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبرا کسی کتاب کے حوالے سے نقل فرماتے تھے کہ سعادت بندگی اور عبادات کا نتیجہ نہیں ہے جیسے شقاوت گناہوں کا نتیجہ نہیں ہے اور یہ امر [illegible] حقیقت نہیں ہے کہ سعادت اور شقاوت دونوں کی علت صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہے۔ بہت سے اصحاب طاعت لوگوں پر موت کے وقت شقاوت کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں اور اس کے برعکس گنہگاروں سے سعادت کی علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اگرچہ حقیقت یہی ہے (کہ صالح شخص سعید اور عاصی شقی ہوتا ہے) لیکن حکم تو (موت کے وقت) خاتمے پر ہی ہوتا ہے۔ جس وقت اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا پرچم بلند ہوتا ہے تو طاعت والے شکر و حمد کے واسطے رہ جاتے ہیں اور شراب کے خور کو تاج عطا [illegible] تے ہیں کہ [illegible] حیران ہو جاتے ہیں وہ رندان وقت بھی بری حالت میں پیش کیے جاتے ہیں کہ کسی شراب اور چوری کی [illegible] تبدیل نہیں ہوتی۔ قطعہ[1]

اگر بادشاہے جہاں [illegible]
فرازد [illegible] عرصہ [illegible]
خاص سعادت کند [illegible]
شقی و ابدان ہمہ [illegible] اسرار

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جو بادشاہ جہاں ہے بے نیازی کے میدان میں اپنا علم بلند کرتا ہے تو سعادت کی [illegible] ہو جاتی ہے اور شقی اور [illegible] (حرت کے) تمام [illegible] عطا کر دیتا ہے۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ [illegible] قابل [illegible] شمر چلانے والے [illegible] کی [illegible] سے [illegible] اور [illegible] کے سعادت کے [illegible] عنایت [illegible] زنار باندھنے والے کافر کو اس قدر [illegible] دیتا ہے کہ ہزاروں [illegible] تسبیح باندھنے والے حیران ہو جاتے ہیں۔ سبب یہی ہے کہ اس کی ذات پاک کمال بے نیازی کی حامل ہے۔ بیت

---

[1] [illegible]

[2] [illegible]

[illegible] صومعہ [illegible] بے گانہ خوانندش
ور بت [illegible] بگو [illegible] گویند کہ آشناست

ترجمہ: نیک کو عبادت خانے سے یہ بہرہ گمان ہوتا ہے کہ بیگانہ ہے، اور بت کدے سے جاتا ہے [illegible] کہ وہ آشنا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ تم کس حال میں ہو، عرض کیا کہ خوف وخطر کی کیفیت میں رہتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میرے حق میں کیا فیصلہ ہو، کہیں وہی فیصلہ نہ ہو جو ایک مردود (ابلیس) کے حق میں ہوا۔

اصحاب معرفت میں سے ایک بزرگ کا قول ہے فرمایا کہ سب کو فردائے قیامت کا خوف لگا ہوا ہے اور میں حق تعالیٰ سے خوف کرتا ہوں۔ قطعہ:

خوف ہمہ [illegible] فردا [illegible] ست
[illegible] ز شعر [illegible] امید [illegible]
[illegible] کہ خوف [illegible] طپلد
[illegible] امید [illegible] دیدہ

ترجمہ: سب لوگوں کو آنے والے کل کا خوف ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل سے خوف زدہ ہیں، چونکہ یہ خوف (شب دوش) سے تعلق رکھتا ہے لیکن ہم گزرے ہوئے کل کے بارے میں پر امید ہیں۔

اسی سبب سے ارباب معرفت کا خوف زیادہ ہوتا ہے۔ مرید کو اصحاب نسبت اور ارباب حق کے بارے میں تھوڑا سا علم رکھتے ہیں اور اس (خوف) سے محفوظ ہیں لیکن جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا خیال آتا ہے [illegible] ہے کہ منقول یا لیت رب محمد لم یخلق محمدا (یعنی اے محمد کے رب کاش محمد کو پیدا نہ کرتا) شاید اسی کی پہلو سے متعلق ہو لیکن اکثر علماء نے اس قول کو دوسری روایت پر محمول کیا ہے۔ رباعی: ۱؎

[illegible] بخشش [illegible] [illegible] تیرہ
[illegible] [illegible] [illegible] نقاب [illegible] تیرہ
[illegible] [illegible] [illegible] بیارسید [illegible] نہد
عقل [illegible] جا رسید [illegible] نہد

۱؎ [illegible] (ملاحظہ ۲۵۔۵۲۔۲۵) [illegible] نقل [illegible] [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بات حقیقتاً [illegible] ہے۔ [illegible] رباعی [illegible]

ترجمہ: جس کی عظمت سے دل اور عقل تاریک ہیں۔ اس کے کمال سے جسم وجان چکنا چور ہوگئے ہیں۔ جو اس بارگاہ میں پہنچتا تو سر پہلے جھکاتا ہے۔ عقل پہنچتی ہے تو پردوں کو سمیٹ لیتی ہے۔

جس وقت حق تعالیٰ کے کرم کا شامیانہ پھیل جاتا ہے تو لاکھوں امیدیں پوری ہوجاتی ہیں۔ بیان کیا گیا ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) جب اپنی ذلت یاد کرتے تو اس قدر مضطرب ہوجاتے کہ ایک میل دور تک لوگ ان کی صدائے اضطراب سن لیتے۔ اسی حالت اضطراب میں ایک مرتبہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا **هل رايت خليلا يخاف الخليل** یعنی دوست کیا دیکھا کہ اپنے دوست سے خوف کھاتا ہے۔ خلیل علیہ السلام نے کہا ہاں بات ایسی ہی ہے لیکن جس وقت مجھے اپنی ذلت یاد آتی ہے تو دوستی فراموش ہوجاتی ہے۔ قطعہ:

گر بردہ جوید عاشق صادق بصد تیغ
بیند گشودہ خویش نہ جوید عطائے یار
ہر چند در جفا و الم امتحاں کند
ہرگز جفائے یار نہ گوید وفائے یار

ترجمہ: اگر عاشق صادق کے سر پہ سو تلواریں بھی ہوں تو وہ عاشق اسے اپنی خطا گردانتا ہے دوست کی خطا نہیں سمجھتا دوست کبھی ظلم کرے کسی وقت پہنچ کر عاشق کا امتحان لیتا ہے لیکن عاشق امتحان کو دوست کی جفا کہتا ہے اور اسے کرم دوست نہیں کہتا۔

لطیفہ ۴۵

رسم ورواج، خوشگوار مزاج اور معاملات کا بیان

قال الاشرفؒ

الرسوم هو الرسوم. سید اشرف جہانگیر نے فرمایا کہ رسوم چند باتوں کا نام پڑ جاتا ہے۔

قوت القلوب میں بیان کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانے میں بہت سی رسمیں رائج ہو گئی ہیں جنہیں سنت کی رسم سمجھا جاتا ہے لیکن ان کا اس اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے جو پہلے زمانے میں تھا بلکہ ان رسموں میں سنت کی رنگت نہیں پائی جاتی۔ بیت

صحبت یاراں رجعت دور شد
خوان عسل خانہ زنبور شد

ترجمہ: یاروں کی صحبت میں بیٹھنا تو دنیا سے رخصت ہو چکا ہے، شہد کا خوان شہد کی مکھی کا چھتہ رہ گیا ہے۔

اب سے پہلے جب لوگ ایک دوسرے سے ملتے تھے تو دریافت کرتے تھے کیف حالک (آپ کا کیا حال ہے؟) اس پرسش سے ان کی مراد یہ نہ ہوتی تھی کہ آپ کے مزاج کیسے ہیں بلکہ مراد یہ ہوتی تھی کہ آپ کا حال اپنے مولا (اللہ تعالیٰ) کے ساتھ کیسا ہے یا اسی طرح کی باتیں دریافت کرتے تھے۔ جو کچھ ایک دوسرے سے دریافت کرتے تھے اس کا تعلق دین مذہب سے ہوتا تھا یا دین میں اضافے سے متعلق ہوتا تھا۔ گھریلو حالات نہیں پوچھتے تھے کہ اس کا تجسس منع ہے۔

کسی صحابی کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کسی دوست سے ملنے کے لیے ان کے گھر گئے اور تردد کے سبب کسی [illegible] نہ سمجھی، یہاں تک کہ رات ہو گئی۔ رات گھر کے دروازے پر گزار دی۔ جب صبح ہوئی تو وہ گھر سے باہر نکلے اور آنے کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے کہا کہ مقصود اس آیت پاک پر عمل کرنا تھا ولو انهم صبروا حتى تخرج اليهم لكان خيرا لهم[1] (اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ (خود) ان کی طرف باہر تشریف لاتے تو یہ ان کے لیے بہت

---

[1] پارہ ۲۶، سورہ حجرات، آیت ۵۔

چنانچہ [illegible] مسلمان بھائی [illegible] میں ایک دوسرے سے ملیں تو خوش ہونا چاہیے۔ اسی طرح ایک دوسرے کے ہاں [illegible] میں (خوش ہونا چاہیے)۔ [illegible] التقی المسلمان نزل علیھما مائۃ رحمۃ تسعون منھا لاکثرھما بشرا وعشرۃ لاقلھما بشرا [illegible] جب دو مسلمان ملاقات [illegible] تو ان دونوں پر سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ نوے رحمتیں اس پر [illegible] جو زیادہ خوش ہوتا ہے [illegible] دس رحمتیں اس پر جو کم خوش ہوتا ہے۔

حضرت قتادہ [illegible] فرماتے تھے [illegible] حقیقت شریعت کے اصولوں کے مطابق [illegible] خوشی انسان کے لیے پسندیدہ اور مستحسن ہوتی ہے۔

[illegible] خوش طبعی [illegible] حضرت [illegible] فرمایا کہ ایک دوسرے کے درمیان جو خوش طبعی ہوتی ہے وہ بھی اسی کے متعلق [illegible] منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول علیہ السلام، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف لائے اور حضرت عائشہ سے فرمایا کہ آؤ ہم تم دوڑ لگاتے ہیں۔ جب دوڑے تو حضرت عائشہ آگے نکل گئیں [illegible] حضرت رسول علیہ السلام [illegible] رسول علیہ السلام آگے نکل [illegible] حضرت علیہ السلام [illegible] کا بدلہ ہے۔

اسی طرح ایک [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم حجرے میں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب حضرت [illegible] حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بیٹھی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا [illegible] ایک پیالے میں [illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت سودہ [illegible] کہ نہیں، چند بار کھانے کے لیے [illegible] حضرت سودہ [illegible] رہیں۔ آخر میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تو حریرہ [illegible] حضرت عائشہ [illegible] حضرت [illegible] رسول علیہ السلام [illegible] حضرت سودہ [illegible] فرمایا [illegible] حریرہ حضرت عائشہ کے منہ پر [illegible] خطرناک میل [illegible] میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ [illegible] تشریف [illegible] رسول علیہ السلام [illegible] اپنے [illegible] حضرت علیہ السلام [illegible] عظمت ہے۔

حضرت [illegible] سے روایت ہے کہ ایک روز مجھ سے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو پانی مک [illegible] محرم کے مہینے کا تھا۔

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق [illegible] تھے صحابہ کرام [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] خوش طبعی [illegible] ایک دوسرے پر خربوزے کے چھلکے مار [illegible] کرتے تھے۔

صوفیہ سے متعلق روایات بھی [illegible] آپ کی مجلس [illegible] سے اخلاق سے متعلق تھے [illegible] کا تصور [illegible] لوگوں سے مزاح اور طبیعت [illegible] مذاق [illegible] رحمۃ اللہ علیہ ([illegible]) کی [illegible] تھی۔ اخلاق [illegible] کی بات نہیں سوائے اس شخص کے جو پہلے ہی [illegible] اخلاق کا [illegible] بہت شمار [illegible] لیکن چونکہ صوفیہ کی [illegible] لوگوں کی طبیعت [illegible] ہیں [illegible] قائم رہتے ہیں [illegible] خوش طبعی کی زیادتی سے پرہیز [illegible] روایت ہے [illegible] سعید بن عاص [illegible] تھے کہ [illegible] خوش طبعی [illegible] ([illegible] زیادتی) [illegible] مجلس [illegible] روایت [illegible] ([illegible]) [illegible] ناپسند ہیں۔

فقہ [illegible] فرماتے ہیں کہ [illegible] خوش طبعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ ([illegible] کوئی بات [illegible] جائے [illegible] متقدمین [illegible] ناپسند ہیں۔ اسی طرح ولا اقول الا الحق [illegible] (حدیث)۔ حضرت [illegible] ایک [illegible] یا ابا عمیر ما فعل النغیر [illegible] تھے۔

روایت ہے کہ ایک بڑھیا حضور علیہ السلام کی خدمت میں [illegible] یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے لیے [illegible] اللہ تعالیٰ مجھے جنت [illegible] پیغمبر علیہ السلام نے [illegible] کوئی بڑھیا جنت میں [illegible] وہ بڑھیا [illegible] حضرت عائشہ [illegible] یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) [illegible] تبسم [illegible] حضور علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی: إِنَّا أَنشَأْنَٰهُنَّ إِنشَآءً فَجَعَلْنَٰهُنَّ أَبْكَارًا عُرُبًا أَتْرَابًا لِّأَصْحَٰبِ ٱلْيَمِينِ[3] (بے شک ہم نے [illegible] تو ہم نے انہیں باکرہ بنایا [illegible] (آخرت میں) ہم عمر (بیویاں) [illegible] کے لیے) وہ بڑھیا [illegible] خوش ہو گئیں۔

---

[1] [illegible] (۲۳۶ [illegible]) [illegible] ہے۔

[2] [illegible] (ص ۲۲۶)

[3] پ ۲۷ سورۃ الواقعہ آیت ۳۵ تا ۳۷

مروی ہے کہ ایک شخص جس کی کنیت ابو عمرہ تھی ان سے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام عمرہ مرد خود عورت پر علم پاتا ہے۔ انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تو مرد ہوں آپ نے کس وجہ سے عورت فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمھیں جہاد فی سبیل اللہ میں کبھی نہیں دیکھا اس بنا پر عورت کہہ کر خطاب کیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ حضرت آپ پر اللہ تعالیٰ کا سلام ہو، آپ مجھے اس کنیت سے نہ پکاریں کہ میرا نام عورتوں میں شامل ہو جائے کیوں کہ جو کچھ آپ کی زبان مبارک پر آتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے۔ شکر ہے اس وقت عورت نہ بنا۔ حضور علیہ السلام نے تبسم فرمایا اور زبان مبارک سے فرمایا اے ابو عمرہ۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طرح کے مزاح کی مثالیں روایتوں میں کثرت سے بیان کی گئی ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ایسا مزاح جس سے جرم اور گناہ آلودہ وقت پیدا ہونے کا اندیشہ ہو پرہیز کرنا چاہیے کہ بہت سی ہلکی مذاق کی باتیں جنگ و جدل کا موجب ہوتی ہیں۔

لطیفہ ۴۶

حسن اخلاق، غصہ، شفقت اور معاملات سے متعلق وعظ و نصیحت

قال اللہ تعالیٰ، وذکر فان الذکریٰ تنفع (ترجمہ) اور آپ نصیحت دیتے رہیں کیونکہ سمجھانا یقینا
المؤمنین۔[1] ایمان والوں کے لیے مفید ہے۔

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہ حدیث روایت کی گئی ہے، اذا مررتم بریاض الجنة فارتعوا، قیل وما ریاض الجنة فارتعوا قال مجالس الذکر یعنی جب تم جنت کے باغوں کی طرف گزرو تو چرنے کے لیے قیام کرو۔ عرض کیا گیا کہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ فرمایا ذکر کی مجلسیں

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ واعظوں کی ایک قسم وہ نصیحت کرنے والوں کی ہے جن کا علم حاصل اور خوش گفتار ہوتے ہیں۔ یہ نعمت کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے ذلک فضل اللہ یؤتیه من یشاء[2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے) اور حضرت رسالت مآب نے فرمایا ہے الناس عالم ومتعلم وسائر الناس کالہمج یعنی لوگوں میں بہترین لوگ عالم اور متعلم ہیں ان کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ مچھر کی مانند ہیں۔

فرماتے تھے کہ واعظ جب وعظ بیان کرتا ہے تو اس کی توجہ سامعین پر ہوتی ہے اور اس کے نفس میں کوئی آرزو نہیں ہوتی۔ وعظ بیان کرتے وقت وہ اپنی بات کو اہم سمجھ کر اس سے حق ادا کرتا ہے۔ پس زبان و جان کی زبان کہتا ہے معارف اور عوارف کا ایک چشمہ اس کی زبان سے جاری ہوتا ہے اس کے بارے میں یقین رکھتا ہے کہ اسے سامعین نے جاری کیا ہے۔ وعظ کہنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کیفیت اور حال سے متاثر ہو۔ جب تک وہ کیفیت پیدا نہ ہو وہ وعظ نہیں کہتا کیونکہ اس خاص کیفیت کے بغیر وعظ میں ذوق پیدا ہوتا ہے نہ سامعین میں شوق پیدا ہوگا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ قدس سرہ کا قول ہے کہ وعظ کی ایک مجلس نوافل کی ستر مجلسوں کا ثواب دیتی ہے۔ کل رات میں نفل پڑھنے والوں کے لیے بھی یہی ہے کہ وعظ میں آئیں یہ نفل پڑھنے سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

---

[1] پارہ ۲۷، سورۃ الذاریات، آیت ۵۵۔

[2] پارہ ۲۸، سورۃ جمعہ، آیت ۴۔

حضرت علیؓ کا بھی قول ہے کہ لوگوں سے نا امیدی کی باتیں کہنے میں حد سے زیادہ نہ بڑھیں اسی طرح امید کی باتیں بھی اس زور و شور سے بیان نہ کی جائیں کہ لوگوں کے دل میں خدا کا خوف نہ رہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ [1] (اپنے رب کے راستے کی طرف بلایئے حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ)۔ اللہ کے راستے کی طرف بلانا (یہ ہے) کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی پر آمادہ کیا جائے اور اس کی نافرمانی سے روکا جائے۔ حکمت کے ساتھ دعوت دینے کا نتیجہ یہ ہے کہ لوگوں میں ضد اور مخاصمت کا جذبہ پیدا نہیں ہوتا۔ اور تم جو یہ پوچھتے ہو کہ لوگوں میں اچھی نصیحت کا اثر ہوتا ہے تو اس کا تعلق علم و صواب سے ہے (نیکی کا علم حاصل ہوتا ہے) لیکن رقت نرمی اور درد پیدا نہیں ہوتے نہ کوئی خاص تبدیلی اور احتیاط حاصل ہوتی ہے۔ (جب قلب اچھی نصیحت قبول کر لیتا ہے تو زندگی بدل جاتی ہے)۔

بزرگوں نے کہا ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف بلانا نبوت کی نیابت ہے۔ اکابر صوفیہ جو وعظ کہتے ہیں وہ پہلے سے ترتیب دیے ہوئے مضامین کے مطابق تقریر نہیں کرتے بلکہ بے اختیار جو بھی دل میں آتا ہے بے ساختہ کہہ دیتے ہیں۔

نقل ہے کہ شیخ عثمان خیرآبادیؒ [2] ایک مدت تک مخلوق سے دور رہے اور بیابانوں میں رہے۔ ایک مدت کے بعد انہیں الہام ہوا کہ آبادی میں جا کر رہو اور لوگوں کو ہدایت کرو لیکن شرط یہ ہے کہ پہلے ہزار مصیبتیں برداشت کرو۔ چنانچہ شیخ عثمانؒ فرمان الٰہی کے بموجب بستی میں آ گئے۔ جب شہر میں داخل ہوئے تو اس قدر بلائیں درپیش ہوئیں جن کا بیان کرنا تحریراً ناممکن ہے۔ کوئی تھپڑ لگاتا تھا، کوئی لات مارتا تھا۔ شیخؒ ہر مصیبت کو شمار کرتے رہے۔ جب ہزار بلائیں پوری ہو گئیں تو منبر پر جا بیٹھے اور وعظ و نصیحت کہنا شروع کر دیا۔ جب وعظ ختم کر کے منبر سے اترے تو عرض کیا۔ اے اللہ تیرے علم میں ہے کہ نہ میں علم رکھتا ہوں اور نہ کچھ فضل و کمال ہی مجھ میں ہے غیب سے ندا آئی کہ منبر پر بیٹھنا تمہارا کام ہے اور بیان کرنا میرا کام ہے بلکہ تم اپنی زبان کو موسیٰؑ کے شجر کی زبان سمجھو۔ بیت

اے برادر گر تو آئی در سخن
کن تہی خود را ز بار ما و من

ترجمہ: اے بھائی اگر تو (نصیحت کی) باتیں کہنا چاہتا ہے تو خود کو غرور کے بوجھ سے ہلکا کر لے۔

گر شوی خالی ز خود اندر کلام
آید از راہ رسالت صد پیام

---

[1] پارہ ۴۔ سورہ نحل، آیت ۱۲۵۔ (مطبوعہ نسخے میں الحسنۃ کے بعد یہ عربی عبارت، الدعاء الی سبیل اللہ بھی نقل کی گئی ہے لیکن یہ عبارت قرآن شریف میں نہیں ہے۔ مترجم نے متن میں سے نقل نہیں کیا بلکہ اردو ترجمہ تحریر کیا ہے)

[2] شیخ عثمانؒ کے حالات کسی تذکرے میں نہیں ملتے اس لیے آپ سے متعلق واقعے کا تعین دشوار ہے۔ [illegible] آپ کو خیرآبادی کے بجائے قریب آبادی کہا گیا ہے۔ یہ واقعہ جو آپ کے تعلق سے اس لطیفے میں بیان ہوا ہے [illegible] جلد دوم مجلس ۳۴ میں بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: کلام کے وقت اگر تو اپنی ذات کے احساس سے خالی ہو جائے تو تیری زبان کے راستے سے سو طرح کے پیام ابھرتے ہیں۔

اندریں حالت اگر ریزی گہر
گوش ہر دل کند آں را مقر

ترجمہ: اس کیفیت میں اگر تو نصیحتوں کے موتی برسائے گا تو کان ان موتیوں کو دل تک پہنچنے کے لیے جگہ دیں گے۔

گر نباشی زیں صفت از خود تہی
گر نہ گوئی تو سخن باشد بہی

ترجمہ: جب تک تو اپنے نفس سے بری نہیں ہوتا اس خوبی سے بہرہ مند نہیں ہو سکتا، اس صورت میں تیرے حق میں یہی بہتر ہے کہ تو کلام نہ کرے۔

واعظے کو ایں چنیں گوینده شد
گوہر معنی بر سخن کو بندہ شد

ترجمہ: وہ واعظ جو اس صفت کے ساتھ کلام کرتا ہے وہ معنی کے ستارے کو کلام پر گوٹنے والا ہوتا ہے۔

ورنہ ہم چو گوش خالی از دماغ
کم دہد با بے ہودہ در بازی ولاغ

ترجمہ: ورنہ اس کان کی مانند ہے جو سننے سے عاری ہوتا ہے۔ اس کی باتوں سے عالم کو کم نفع ہوتا ہے کیونکہ وہ باتیں سراسر بے ہودہ، کھیل اور ٹھٹھوں کی ہوتی ہیں۔

مجرئی او در زبان اشرف است
داند آں کس کو سخن را عارف ست

ترجمہ: وہ باتیں جو شرفؒ کی زبان سے جاری ہوئیں صرف وہی شخص جانتا ہے جو عارف ہے۔

حضرت نوریؒ[1] کے بارے میں بیان کیا گیا ہے، لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آدمی کب بات کہنے کے لائق ہوتا ہے؟ اور کب وعظ سننے کے قابل ہوتا ہے؟ فرمایا: اس وقت جب اللہ تعالیٰ کے اسرار سمجھ سکے اور اللہ تعالیٰ کے اسرار کو سمجھنا مشکلات سے خالی نہیں ہے بلکہ ان میں مشکلات واقع ہوتی ہیں اور کلام جملوں کی گردان میں صرف ہوتا ہے واعظ کے لیے ضروری ہے کہ وہ سننے والوں کی لیاقت کے مطابق وعظ کرے۔ ہر شخص کو یہ ادراک حاصل نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کی عقدوں اور

---

[1] حضرت نوری۔ پورا نام ابو الحسین نوری ہے۔ ۲۹۵ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں: تاریخ تصوف در ایران، ص ۹۰

اس کے کلام کے اسرار کی رمزوں کو سمجھ سکے۔ قطعہ:

ہر کسے را نیست ادراک سخن
تا بفہمد غامض سر لدن
اہل دل باید کہ گیرد ذوق او
کاو گوہر کے ببیند ریز گل

ترجمہ: ہر شخص کو بات کی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ رب کے اسرار کی حقیقت کو سمجھ سکے۔ صاحب دل ہی ذوق حاصل کرتا ہے۔ مٹی کھودنے والے کو لعل و گوہر نصیب نہیں ہوتے۔

وعظ نصیحت کی باتیں سننے کے لیے کچھ لیاقت درکار ہے نہ وہ علم جو تم رکھتے ہو بلکہ وہ علم جو وعَلَّمْنٰہ من لَّدُنَّا علمًا[1] (اور ہم نے اسے اپنا علم لدنی سکھایا۔) کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور وہ فہم جو اولیاء اللہ کے معارف سے فیض پہنچاتی ہے۔ قطعہ:

جملہ تاریک است ایں محنت سرے
علم دروے چوں جوہر رہنماے
رہبرے حاجت دریں تاریک جاے
علم و ہست، فہم و علم جاں فزاے

ترجمہ: یہ محنت سرائے (دنیا) تمام کی تمام تاریک ہے۔ اس تاریکی میں علم رہنما جوہر کی مانند ہے۔ اس تاریک جگہ میں تیری روح کے رہبر تیرا علم اور تیری فہم (لیکن ایسے) فہم و علم جو جاں فزا ہوتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جامع مسجد حیدرآباد میں جمعہ اور وہاں کے اہل معرفت و کرامت کے بے حد اصرار پر یہ وعظ فرمایا۔ اس مجلس میں تقریباً پانچ ہزار اربابِ فضل اور سرکاری امیر و سردار موجود تھے۔ قاری صاحب نے سورۂ یوسف تلاوت کی تو حضرت پر ایک خاص کیفیت طاری ہوئی۔ اسی کیفیت میں آپ نے تقریر شروع کی اور اس وعظ میں معرفت و عرفان کے اس قدر نکات بیان فرمائے کہ سارے مجمع پر وجدانی کیفیت طاری ہوگئی اور لوگ گریہ و زاری کرنے لگے۔ خاص طور پر آپ نے آیت پاک، لولا ان رّاٰ برہان ربہ[2] (اگر آپ رب کی حجت نہ دیکھ لیتے۔) کی تفسیر میں کچھ ایسی عاشقانہ باتیں بیان کیں کہ سارے مجمع پر اس کا اثر ہوا یہاں تک کہ کتنے لوگ اپنے گھروں کی طرف دوڑے یا جنگل کی جانب نکل

---

[1] پ ۱۵۔ سورہ کہف، آیت ۶۵۔ مشہور نسخے ص ۲۵۲ میں سہو کتابت کے باعث اشتباہ نقل کیا گیا ہے جبکہ قرآن حکیم میں مندرجہ بالا آیت میں علماً آیا ہے۔

[2] پارہ ۱۲، سورہ یوسف، آیت ۲۴

گئے

ایک بزرگ سے جنہیں وقت کا شیخ قطب مشتی کہتے تھے، فرمایا کہ میری عمر سو سال کے لگ بھگ ہے۔ بہت سے واعظین مختلف ملکوں اور طرف سے یہاں آئے اور وعظ کی مجلس میں تقریریں کیں لیکن کسی نے ایسی خوبی و لطافت سے بھری تقریر نہیں کی جیسی حضرت نے کی۔

خلیفہ بغداد بھی ایک ہزار اشرفی اور ایک گھوڑا جس کی زین اور لگام سونے کی تھیں لے کر حاضر ہوا لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔ دوسرے دن خلیفہ پھر حاضر خدمت ہوا اور بے حد اصرار کیا تو آپ نے قبول کیا۔ ابیات:

چناں زر ریخت از دریائے اسرار
کہ گوش جاں پر از دُر و گہر شد

ترجمہ (آپ نے) دریائے اسرار کے اس قدر موتی بکھیرے کہ روح کے کان موتیوں اور گوہروں سے بھر گئے۔

چہ خوش می ریخت مے از ساقی فیض
کہ ہر کس جرعہ زو زد بے خبر شد

ترجمہ: (آپ نے) ساقی فیض کے سبو سے ایسی اچھی شراب نثار کی کہ جس شخص نے ایک گھونٹ پیا مست ہوگیا۔

ز ابر فیض آب معرفت ریخت
نہال عشق را شیریں ثمر شد

ترجمہ فیض کی پروا ہوا سے معرفت کی بارش ہوئی۔ عشق کے درخت میں شیریں پھل لگے۔

جس زمانے میں حضرت قدوۃ الکبریٰ مدینہ طیبہ میں روضہ منورہ پر حاضر تھے، حضرت شیخ احمد یسوی کے سلسلۂ یسویہ میں داخل ترکوں کی ایک جماعت بھی وہاں حاضر تھی۔ انہوں نے آپ کی تعریف کی وہاں کے مشائخ نے آپ سے وعظ کہنے کے لیے اصرار کیا اور عاجزی کا اظہار کیا اور کامیاب ہوئے۔ اس زمانے میں حضرتؒ ترکی زبان جانتے تھے لیکن زیادہ مہارت نہ تھی۔ چونکہ یہ مجلس ترکوں سے منعقد کی تھی یہ بھی درخواست ہوئی کہ ترکی زبان میں تقریر کی جائے حضرتؒ نے اسی کے مطابق ترکی زبان میں تقریر کی اور ایسے فصیح لہجے میں حقائق و معارف بیان فرمائے کہ اہل زبان کو رشک ہونے لگا۔ جتنے مشائخ اس مجلس وعظ میں موجود تھے سب کو ذوق باطنی حاصل ہوا اور ہر شخص ترکی میں کہتا ہوا آیا۔[1]

تقریباً سو ترک حضرت کے ہمراہ روانہ ہوئے اور خدمت و عبادت پر کمربستہ ہو گئے۔ یہ لوگ بڑی محنت سے خدمت عبادات جیسی برگزیدہ صفات اور سیاحت [illegible] خطرات کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے تھوڑی سی مدت میں اپنی اپنی ہمت کے

---

[1] اس کے بعد یہ عبارت ہے [illegible] چونکہ یہ عبارت مترجم کے لیے ناقابل فہم ہے اس لیے اس کا ترجمہ شامل متن نہیں ہے۔

مطابق مقصد حاصل کیا اور چہرہ مقصود ان پہ ظاہر ہو گیا۔ قطعہ

ہر کہ او در بزم مردان زد قدم
درخور ہمت و [illegible] جام مے
[illegible] یکی [illegible] خم [illegible]
واں یکی [illegible] ہم شدہ [illegible] نوائے نے

ترجمہ جس شخص نے مردوں کی محفل میں قدم رکھا اس کے حوصلے کے مطابق جام شراب دیا گیا ایک شخص گھڑے کی شراب پی کر بے خود ہو گیا دوسرا شخص بانسری کا ہم نوا ہو گیا۔

ایک روز ایسا ہوا کہ حرم شریف کے شیوخ اصرار کرنے لگے کہ حضرت شیخ رہ حضرت نجم الدین اصفہانی کی موجودگی میں وعظ کہیں۔ آپ مجبور ہو گئے کیونکہ شیخ رہ کے حکم کو بجا لانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا چنانچہ مجلس ترتیب دی گئی۔ آپ نے عربی زبان میں تقریر کی۔ اہل مجلس کو اس قدر ذوق و شوق حاصل ہوا کہ اسے بیان نہیں کیا جا سکتا حتیٰ کہ بعض عرب جو صحرا [illegible] سے آئے تھے، شریک مجلس ہوئے۔ ان پر اس قدر وجد و حال طاری ہوا کہ لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ نہایت عجیب واقعہ ہے کہ صحرا نشین بدوی اس تقریر سے اس قدر متاثر ہوئے۔ ابیات

[illegible] بادوئے [illegible] تخت سوار شد
[illegible] تیر [illegible] در گذشت

ترجمہ جس کمال تیر انداز نے [illegible] سے کسی کا تیر [illegible] دل کے پار ہو گیا۔

[illegible] پیکاں [illegible] پیوند رنگ
[illegible] ہمت جوشن بر گذشت

ترجمہ وہ تیر چونکہ فولادی [illegible] سے بنایا گیا تھا اس لیے ڈھال اور سخت زرہوں کو چھیدتا ہوا نکل گیا۔

سرگذشت [illegible] پارہ [illegible] دل [illegible]
ہم چو سیل آمد رواں در سر گذشت

ترجمہ حال اگر دل کی گہرائی سے اٹھے تو سیلاب کی مانند رواں ہو اور سر سے گزر جائے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ حسن خلق اس بلند پایہ گروہ یعنی صوفیہ کی خاص خصلت ہے جو انہیں ہی زیب دیتی ہے کہ حق کے بیان اور کلام سے باتیں روشن ہو جاتے ہیں۔ تمام اقوال و افعال میں صوفی کی نظر چونکہ حق تعالیٰ پر ہوتی ہے اس لیے لازم آتا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے۔ اگر شریعت کے مطابق کسی عمل پر تحقیق و انکار ہے تو نرمی کرے لیکن باطن کے مطابق اسی وقت مدد سے معذرت طلب کرے

حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدس میں خلق مرتبہ کمال تک پہنچے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں آیۂ کریمہ انک لعلی خلق عظیم[1] (بے شک ضرور آپ بہت بڑی شان والے خلق پر ہیں) نازل ہوئی۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ غصہ بدترین خصلت و علامت ہے جس سے وصول کی ہمت میں زوال ہونے لگتا ہے اور حصول میں کمی واقع ہوتی ہے۔ گروہ صوفیہ کو ہر حال میں اس عادت سے گریز کرنا چاہیے۔ اللہ کی پناہ! اگر کسی طالب سے یہ فعل کسی بھی وجہ سے سرزد ہو جائے تو اسے فوراً استغفار کرنا چاہیے۔ (یہ حقیقت ہے کہ) کوئی شے اس قدر باطن کو خالی اور بے نور نہیں کرتی جس قدر غصہ کرتا ہے۔ قطعہ

مکن خشم اے یار در کار دیں
کہ آن می کند ظرف باطن تہی
اگر بایدت باطن نور بو
مکن خشم اے سرو باغ بہی

ترجمہ: اے دوست دین کے کام میں غصہ نہ کر کیوں کہ غصہ کرنے سے باطن کھوکھلا ہوتا ہے۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا باطن روشن ہو جائے تو اے گلستان تیری خوبی کے سرو غصے سے پرہیز کر۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مخلوق میں انسانوں کے خلق سے پسندیدہ اور بہترین صفت شفقت کرنا ہے جسے یہ صفت کلی طور پر حاصل ہو جائے اسے ثمرۂ حقیقی بھی بخش جاتا ہے۔ (حقیقی ثمرہ یہی ہے کہ) اس شخص کی ذات میں شفقت و مہربانی کی صفت پیدا ہو جاتی ہیں۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء[2] (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے) یہ بات بھی اچھی طرح سے جان لینا چاہیے کہ جب کسی شخص پر شفقت و مہربانی کی جائے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھایا جائے تاکہ شفقت کرنے والا اس صفت سے موصوف ہو جائے کہ یہ صفت سعادت و عنایت کا بلند ترین مقام ہے۔ مثنوی۔

ہر کار کہ پیش گیری اے یار
خود را ز میان کار بردار
بردار ز رہ کار یار
تا یابی ثواب کام بردار[3]

ترجمہ: اے دوست تو جو کام بھی کرے تو اپنی خودی کو درمیان سے اٹھا دے۔ (یہی نیکی ہے) اے دوست کام کے

---

[1] پارہ ۲۹، سورۃ القلم، آیت ۴۔ [2] پارہ ۲۸، سورۃ الجمعہ، آیت ۴۔

[3] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۱) میں چوتھا مصرعہ اس طرح نقل ہو گیا ہے تا یابی ثواب کام بردار۔ یہ مصرعہ مثنوی کے معروف قاعدے کے خلاف ہے۔ مثنوی کا ہر شعر ہم قافیہ ہوتا ہے یہاں ایسا نہیں ہے۔ اس لیے قیاسی تصحیح سے تیسرے اور چوتھے مصرعوں کو ہم قافیہ بنا دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

راستے سے ہٹ جا تا کہ تجھے مقصد کے باغ سے ثمرۂ حقیقی حاصل ہو جائے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ شریعت کے معاملات اور طریقت کے کام چوں کہ شریعت کے اصول پر مبنی ہیں اس لیے انہیں ظاہر شرع کے مطابق انجام دیا جائے لیکن حقیقت میں ان سے خبردار رہنا چاہیے۔ مثلاً اگر کسی شخص کے بارے میں شریعت کے مطابق فتویٰ طلب کریں کہ اسے قتل کر دینا چاہیے تو اگر وہ خود یہ منصب رکھتا ہے تو راضی ہو جائے اور اگر وہ فتویٰ دینے کا منصب نہیں رکھتا تو اس شخص کے قتل پر اصرار نہیں کرنا چاہیے اور (اپنے اصرار نہ کرنے کو) ظاہر شرع کے مطابق جانے۔ دونوں صورتوں میں نیت اللہ تعالیٰ پر رکھنی چاہیے۔ قطعہ:

اے برادر پائے در راہِ یقیں
نہ ز روئے صدق و از معنی برو
ہمہ کس نسبت ظاہر بہ بیں
باطن از ظاہر بہ معنی درگرو

ترجمہ: اے بھائی! یقین کے راستے میں سچائی کے ساتھ قدم رکھ اور قصد کی ہولی جگہ سے گزر جا۔ سب لوگوں کو ظاہر کے تعلق سے دیکھ۔ ظاہر سے باطن کو معنی کے ساتھ رہن رکھ دے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰؒ فرماتے تھے کہ رندوں کا مشرب اور عارفوں کا مذہب یہ ہے کہ ہر مرتبے کو اس کے تقاضوں کے مطابق طے کرے اور اس مرتبے کی مشکلات میں سے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرے۔ ابیات:

ہر کہ در بزم رنداں بر نشست
بایدش بر حسب رندی کرد کار

ترجمہ: جو شخص کہ رندوں کی محفل میں آ کر بیٹھ گیا، اس پر لازم ہے کہ رندی کے دستور کے مطابق کام کرے۔

مقتضائے بزم باید کردش
ورنہ از رندیش باید بست بار

ترجمہ: اس بزم کے تقاضوں کے مطابق رندی بسر کرنی ہے ورنہ وہ رندی کے مقام سے بستر بوریا سمیٹ لے۔

رند کامل در جہاں آں کس بود
کز مراد بزم رنداں بر خورد

ترجمہ: دنیا میں کامل رند وہ شخص ہوتا ہے جو رندوں کی بزم سے منشا کے مطابق بہرہ ور ہوتا ہے۔

لطیفہ ۴

مومن و مسلم کے بیان میں

قال الاشرفؒ:

المومن هو الموقن فی کل حال بصدقه سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا، مومن وہ شخص ہے جو ہر حال میں اپنے صدق پر یقین کرنے والا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گہر بار حدیث میں آیا ہے المسلم من سلم المسلمون من یده و لسانه یعنی مسلمان وہ شخص ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے مسلمان محفوظ رہیں۔

بعض مشائخ نے مومن اور مسلم کے درمیان کوئی فرق و تمیز نہیں رکھی ہے۔ ان کے نزدیک دونوں لفظ ہم معنی ہیں۔ انہوں نے ادراک و فہم میں کمی کے باعث یہ خیال کیا تھا اور یہیں رہ گئے، اور معرفت کا جس قدر علم بھی رکھتے تھے، الفاظ کے ظاہر تک محدود رہے اور ان کے رموز و حقائق پر غور نہیں کیا۔ عرش کو وجود مرکز سمجھے۔ اس فقیر کو علم مکاشفہ سے جو فرق معلوم ہوا، اس کا ایک شمہ یہاں بیان کیا جاتا ہے۔ یہاں وہ درخت ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی ہے۔ اس کی اصل روح کے باغیچے میں استوار ہوئی ہے اس کی شاخ زمین سے اور جڑ عرش سے متصل ہے۔ مصرع

شاخ او اندر ازل شد بیخ او اندر ابد
(اس کی شاخ ازل میں اور جڑ ابد میں ہے)

اس درخت کا ثمر، پھول اور شاخیں کس طرح عرش پر ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ وہ نور ایمان کا پرتو ہے جو دل کے گوشے میں عکس ریز ہوتا ہے۔ مشائخ نے جو یہ فرمایا ہے کہ اذا تم الفقر فهو الله (جب فقر کامل ہوتا ہے تو وصول الی اللہ حاصل ہوتا ہے) اس رمز کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس معرفت کے توسل سے مومن اپنے وجود کو، نبوت و ولایت کے نور اور وحدانیت کو پہچانتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ نور عرش ہے جو مومن کے دل کے ساتھ قائم ہے۔

جس وقت روح کی حیوانی عالم سے گزر جاتی ہے اور جنت کے مدعیوں سے راہ آتی ہے تو دل کی صفت اختیار

کر لیتی ہے اور جس وقت اس جہت کے مرکز سے رواں ہوتا ہے تو بشریت کی حالت جو اس پر چھائی رہتی ہے دور ہو جاتی ہے (ولایت بطور نقطہ ظہور میں آتی ہے (یعنی معرفت [illegible] کی حالت زائل ہو جاتی ہے اور شعور معرفت بالیدہ ہو جاتا ہے)۔ اس وقت ایمان کا پورا [illegible] پہنچتا ہے۔

صفات الٰہیہ کا ثمرہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقائق ہیں جن کے [illegible] سے صفت روح حاصل ہوتی ہے (پھر) روح ربوبیت کی توثیق [illegible] (یعنی [illegible]) [illegible] پہنچ جاتی ہے۔ ابتدائے حال میں سالک کا مقام [illegible] جو [illegible] الحقائق کے [illegible] قرب [illegible] ہے اور (اس کی) محبت حاصل ہوتی ہے۔

اسلام [illegible] کی ذات و صفات کی حقیقتوں [illegible] سے عبارت ہے اور اسلام [illegible] (یا یقین) [illegible] طریق [illegible] کی [illegible] ہے۔ یہ (تعریف) عام [illegible] ہے، جیسے (کہا جاتا ہے) کل انسان حیوان ولکن بعض الحیوان لیس بانسان یعنی ہر انسان حیوان ہے لیکن بعض حیوان انسان نہیں ہیں۔ (اس تعریف کے مطابق) ہر مومن مسلمان ہوتا ہے لیکن ہر مسلمان مومن نہیں ہوتا۔ [illegible] ابتدائے حال میں وحدت اور وحدانیت کا قائل ہو [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو تسلیم کرے [illegible] حشر و نشر [illegible] گزرے [illegible] ثواب [illegible] اللہ کا [illegible] مسلمان کہہ سکتے ہیں۔

اس کی مثال [illegible] جیسے کوئی کسان [illegible] وقت کھیت میں بیج [illegible] اور [illegible] کی فصل کی امید رکھے لیکن [illegible] جلدی [illegible] تک [illegible] اور [illegible] حاصل [illegible] وقت [illegible] مشیت [illegible] ہوگا [illegible] بارش [illegible] اللہ [illegible] کی بخشش [illegible] بارش کا [illegible] (اس کے ساتھ) [illegible] کھیتی [illegible] موافقت کرے تب پھل پیدا ہوگا۔ [illegible] موانع سے [illegible] کھیتی [illegible] پھل [illegible] ہو جائے گا۔

کیا تم نہیں دیکھتے [illegible] اور [illegible] ایمان اور محبت پر [illegible] ہیں۔ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] الکیف [illegible] میری امت کے [illegible] مسلمان [illegible] دو مردوں کی [illegible] ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا فکرہتموہ [illegible] بھائی کا گوشت [illegible] تو تم اس سے (اسی) [illegible]

[illegible]

محسوس کرتے ہوں) ارشاد نبی علیہ السلام ہوتا ہے: الغیبۃ اشد من الزنا یعنی غیبت زنا سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ انہوں نے تکبر کی تمام صورتوں اور حالتوں کو اپنی زندگی کا شعار اور اپنا وطیرہ بنا لیا ہے۔ وہ وقت اقتدار اور منصب کی ترقی کی دھن میں لگے رہتے ہیں اور کبر و غرور کا اظہار کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من الکبر، یعنی وہ شخص جس کے دل میں ایک ذرہ کے برابر غرور ہوگا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

دراصل شریعت طہارت کے اوصاف اور ترقی درجات کا نام ہے۔ جب لوگوں سے ہر قسم اور ہر طرح کے گناہ اور بُرے عمل میں آتے ہیں تو عہد اور دین ان سے دور ہو جاتے ہیں۔ پس جو شخص اس مقام پر ہو اس سے کس طرح بھلائی کی امید کی جا سکتی ہے اور کس طرح اس کی پیروی کی جا سکتی ہے۔ شعر

گر مسلمانی تو پیدا شد بے دین چراست
پس ز بے دینان مسلمانی کجاست

ترجمہ: اگر تو مسلمان ہے تو منافقی کیوں کرتا ہے، چونکہ تو ظالم ہے تو مسلمان کا دعویٰ بے جا ہے۔

حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: من اذی مؤمنا فکان اذی اللہ ومن اذی اللہ فھو ملعون فی التوراۃ والانجیل والزبور والفرقان یعنی جس شخص نے کسی مسلمان کو ناحق تکلیف پہنچائی اس نے خدا کو تکلیف پہنچائی پس وہ اور ایسا شخص تورات، انجیل، زبور اور قرآن میں ملعون ہے۔

ایک شخص کا ذکر جس نے حضرت قدوۃ الکبراؒ کی غیبت کی

حضرت قدوۃ الکبراؒ روم کے شہر معظمہ[۱] میں قیام پذیر تھے۔ ایک درویش آپ سے عداوت رکھتا تھا اور پیٹھ پیچھے آپ کی غیبت کرتا تھا۔ جب وہ حاضر مجلس ہوا تو حضرت شیخ قطب الدین رومی نے اس کی نسبت یہ حکایت بیان کی کہ مجھے واقعے میں (خواب میں) یہ دکھایا گیا کہ تمام وہ شخص جن کے ہاتھوں میں ہیرے اور سانپ تھے، گڑگڑی اور حیوانی رعب کے ساتھ کسی پر تیر رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا کہ ہم ملائکہ ہیں اور ایسے شخص کے مکان پر جا رہے ہیں جو حضرت اشرف جہانگیر سمنانی کی غیبت کرتا ہے اور ان کی بزرگی کا انکار کرتا ہے تاکہ اس کے ایمان کی جڑ زمین اسلام سے اکھاڑ دیں اور اس کی زندگی کی جڑ کا حیات کے تنے سے کاٹ دیں۔ مثنوی

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنہ پاکان برد

---

[۱] روم کا شہر معظمہ یعنی روم شریف میں اقلیم ... معظمہ میں ہے

ترجمہ جب خدا یہ چاہتا ہے کہ کسی شخص کا پردہ چاک کر دے تو اس کا رجحان پاکوں کی عیب جوئی کی طرف کر دیتا ہے۔

ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس
کم زند در عیب اہل دل نفس

ترجمہ اور گر خدا چاہے کہ کسی کے عیب پوشیدہ رہیں تو وہ شخص کسی صاحب دل بزرگ کی عیب جوئی نہیں کرتا

پیش ایں الماس بے اسپر میا
کز بریدن تیغ رانبود حیا

ترجمہ: (اے مخاطب) بغیر ڈھال کے اس الماس کے سامنے نہ آنا۔ تلوار کاٹنے سے نہیں چوکتی۔

تیغ برانست کالفاے درو
در درو بزن برآید تابروں

ترجمہ معانی والی بھی تیغ درس کی شکل میں۔ یہ اندر سے کاٹتے ہوئے باہر نکل آتے ہیں۔ خدا نہ کرے کہ کوئی بندہ برائی میں مبتلا ہو۔

لطیفہ ۴۸

نیکی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کی تفصیل[1]
نیز بعض اختلافی پینے کی چیزوں کا بیان

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ امر بالمعروف (نیکی کا حکم دینا) ہر شخص کی حیثیت کے مطابق مختلف قسم کا ہوتا ہے پہلے ہاتھ سے امر بالمعروف کرے۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو زبان سے کہے اگر زبان سے نہ کہہ سکے تو دل میں برا جانے اور یہ دلی کراہیت اس طرح کی ہو کہ گناہ کرنے والا متنبہ ہو جائے کہ حکم دینے والے کو میرا فعل پسند نہیں آیا۔ عمل ظاہر کے تعلق سے یہ دلی کراہیت امر بالمعروف کا ادنیٰ ترین درجہ ہے۔ ہم اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہیں۔

امیروں، حاکموں اور منصب داروں کے تعلق سے امر بالمعروف یہ ہے کہ طاقت استعمال کریں جیسے کہ قاضی اور محتسب کرتے ہیں۔ علما زبان سے امر بالمعروف کرتے ہیں اس سلسلے میں وہ آیات و احادیث کا حوالہ دیتے ہیں نیز تمثیلوں اور حکایتوں سے وضاحت کرتے ہیں چنانچہ متعلقہ شخص (اپنی غلطی پر) متنبہ ہو جاتا ہے عوام الناس کا تعلق دل سے ہے۔ یہ منصب داروں اور مددگاروں سے کمتر درجے کے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ دل میں برے کام کو برا خیال کریں، لیکن سچی بات یہ ہے کہ دل کے توسط سے امر بالمعروف عوام الناس کا کام نہیں ہے بلکہ یہ ان حضرات کا کام ہے جو مرتبۂ دل پر فائز ہیں اور اپنے اسباب کو آب و گل کی پستی سے نکال کر اصل بلندی پر لے آئے ہیں۔[2]

اگر اہل دل اشارہ کریں تو امر بالمعروف کی بدولت عالم درہم برہم ہو جائے۔ سبحان اللہ! دل کا عالم بھی کتنا وسیع عالم ہے کہ تمام عوالم پر متصرف ہے اور تمام عالم پر احکام اللہ کے ذریعے دل حاکم ہے۔

---

[1] مترجم محترم نے چند مقامات میں حکم کردہ کام کے لیے 'امر بالمعروف' اور منع کردہ کام کے لیے 'نہی عن المنکر' کی معروف اصطلاح استعمال کی ہے۔

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۵۸) میں جملہ یہ ہے 'از حضیض آب و گل مدرو ساحل رخت کشیدہ' دوسرے قلمی نسخے میں 'حضیض آب و گل بررود اصل رخت کشیدہ' نقل کیا گیا ہے۔ 'مدرو' اور 'بررود' دونوں سے کوئی مفہوم برآمد نہیں ہوتا غالباً یہ لفظ 'ورد' ہے جس کی جمع ورود ہے۔ ورد کے معنی ہیں اونچی چیز اور چوٹی۔ اسی قیاسی تصحیح کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے

ابیات:

برتر از دل نیست عالم در جہاں
ہر کہ دارد عالم دل پادشاست

ترجمہ: دنیا میں عالم دل سے برتر کوئی عالم نہیں ہے۔ جو شخص عالم دل رکھتا ہے بادشاہ وقت ہے۔

در دو عالم یک دلے باید کہ او
نافذ احکام امر حق است

ترجمہ: دونوں جہانوں میں بس ایک دل درکار ہے۔ وہی آخر تک معروف کے احکام نافذ کرنے والا ہے۔

پادشاہے عالم دل را مثال
در ہمہ روئے زمیں عالم رداست

ترجمہ: عالم دل کے بادشاہ کی مثال یہ ہے۔ جیسے عالم ایک چادر ہے جس نے تمام روئے زمین اپنے اندر لے لیا ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لائق وہ شخص ہوتا ہے جو شریعت کی تمام باریکیوں کا عالم ہو اور ان تمام باریکیوں پر عمل کرتا ہو تاکہ وہ اس تنبیہ کے تحت نہ آسکے لِمَ تقولون ما لا تفعلون۔[1] (ترجمہ: کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں)۔ یہ امر (علم اور عمل) محتسبوں کے لیے ایک شرط ہے اور جسے قیاس سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں، میرے لیے ہدایت کے علاوہ بزرگی ہے اور تیرے لیے (محض) ہدایت ہے۔ پس جب تیرا نفس ہی راہ راست پر نہیں ہے تو تو دوسرے کا نفس کیوں کر ٹھیک کر سکے گا یہ بات مشہور عوام ہے کہ ناپ کی لکڑی کا سایہ درست نہیں ہوتا۔ مثنوی۔

اے برادر گر تو خواہی کرد امر
نہی کن اوّل تو امر خویش را

ترجمہ: اے بھائی اگر تو امر بالمعروف کرنا چاہتا ہے تو پہلے اپنے امر (نفس) کی نفی کر

گر ترا قوتیست صافی خود بخور
بعد ازاں چیزے بدہ درویش را

ترجمہ: اگر تجھے پاک غذا میسر ہے تو پہلے خود نوش کر اس کے بعد درویش کو دے (دل کو پاک کرکے ہدایت کر)۔

---

[1] پارہ ۲۸، سورۃ الصف، آیت ۲۔

ترا صافی بایدت سے درخت
تا ازو بر برے پیش ما

ترجمہ: اے شخص پہلے تجھے پاک صاف بیج کو جمع کرنا ہے تاکہ تو اس سے حاصل کردہ (پاک صاف) پھل دوسرے کو پیش کر سکے۔ شعر

وقفتموا المرء علی فعله
وانت منسوب الی مثله

ترجمہ: جب تم کسی شخص کے فعل پر اعتراض کرو تو تمہارا اعتراض اس وقت صحیح ہوگا جب تم سے اسی طرح کا فعل منسوب نہ کیا جاسکے (تم ایسے فعل سے مبرا ہو۔)

حقیقت یہ ہے کہ ہدایت کرنے کے لیے معصوم ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ اگر یہ شرط عائد کی جائے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا دروازہ بند ہو جائے گا۔ جب حضرات معصوم نہ تھے تو دوسرے لوگ کس طرح معصوم ہو سکتے ہیں۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم امر بالمعروف نہیں کریں گا جب تک خود ان پر عمل نہ کریں اور نہی عن المنکر بھی نہیں کریں گا جب تک منع کردہ کاموں سے چھٹکارا نہ پالیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بل مروا بالمعروف ان لم تعملوا به كله وانهوا عن المنكر وان لم تجتنبوا كله (بلکہ دوسروں کو نیک باتوں کا امر کرو اگرچہ تم تمام پر عمل نہ کرو اور برے کاموں سے منع کرو اگرچہ تم ان تمام برے کاموں سے پرہیز نہ کر سکے۔) اسی طرح سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اگر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو تو پھر امر بالمعروف کا فرض ادا نہیں ہو سکتا۔ لیکن بزرگوں نے کہا ہے کہ واعظ لوگوں کو ان کے علم کے مطابق، ان کی بدکاری کے بارے میں امر کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے نیت صاف کی ہو اور لوگوں کے دلوں پر زیادہ چڑھائی نہ کرے، اس سے زیادہ ذمے داری تنگ ہے۔

بزرگوں نے آیت پاک لم تقولون ما لا تفعلون[1] (ترجمہ: کیوں کہتے ہو وہ بات جو کرتے نہیں۔) کی تاویل کی ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد جھوٹا وعدہ ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے دو باتیں لازم ہیں ایک عام لوگوں سے میل جول کم ہونا ہے تاکہ اسے زیادہ رحم نہ آئے اور دوسرے یہ کہ وہ لوگوں سے طمع نہ رکھے تاکہ ڈھیل دینے کی نوبت نہ آئے۔

منقول ہے کہ ایک بزرگ نے بلی پال رکھی تھی۔ اس کے لیے ہر روز قصائی سے جو ان کا ہمسایہ تھا گوشت کا ٹکڑا لے کر آتے تھے۔ ایک روز انہوں نے قصاب کا کوئی منع کردہ عمل دیکھا۔ وہ بزرگ گھر آئے اور اس بلی کو گھر سے نکال دیا۔ اس

---

[1] پارہ ۲۸ سورۃ صف آیت ۲۔

کے بعد وہ قصاب کے پاس گئے اور اس برے فعل سے منع کیا۔ قصاب نے کہا اب میں آپ کی بلی کے لیے گوشت نہیں دوں گا۔ ان بزرگ نے فرمایا، میں نے پہلے بلی کو گھر سے باہر کیا ہے تب تمہیں معروف کا حکم دیا ہے۔

ایسے امر بالمعروف کو جس سے وحشت اور ذلت و اذیت کی نوبت آ جائے، ترک کرنا بہتر ہے۔ کیونکہ جب کام کے سبب قتل و خون ریزی کی نوبت آ جائے تو امر بالمعروف کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ یہ حدیث ہے کہ ایک عالم نے بادشاہ کو معروف کا حکم دیا بادشاہ نے اسے قتل کر دیا۔ یکون افضل الشهداء (افضل الشہدا ہو گیا)۔

ایک مرتبہ لوگ امیر المومنین حضرت عمرؓ کے سامنے ایک مست شراب کو لائے۔ آپ نے اس پر حد جاری فرما دی۔ جب حد جاری ہوئی تو اس نے آپ کو گالی دی۔ امیر المومنین نے حد روک دی اور فرمایا کہ خدا کے معاملے میں خودی کو کس لیے شریک کروں۔ اگر کوئی شخص گھر میں گناہ کے کام کرے تو اس سے پوچھ گچھ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے، وَلَا تَجَسَّسُوْا[1] (اور عیبوں کی جستجو نہ کرو)۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ ہی سے متعلق یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایک شخص اپنے گھر میں دروازہ بند کر کے نامناسب افعال کا مرتکب ہوتا تھا۔ جب آپ کو اس کے نامناسب کاموں کی اطلاع ہوئی تو آپ دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہوئے اور شریعت کا حکم بجا لانے پر اصرار کیا۔ مالک مکان آپ کے روبرو پیش ہوا اور عرض کیا کہ اگر مجھ سے ایک سبب سے غیر شرعی کام ہوا ہے تو آپ نے کس بنا پر یہ غیر شرعی کام کیے ہیں۔ پہلا کام یہ کہ آپ نے حکم الٰہی لاتجسسوا کے خلاف یہ معلوم کیا کہ گھر میں گناہ کے کام ہوتے ہیں اور دوسرا کام یہ کہ آپ بند مکان کی دیوار پھاند کر اندر آ گئے۔ یہ فعل اس حکم الٰہی کے خلاف ہے، واتوا البیوت من ابوابها۔[2] (اور گھروں میں ان کے دروازوں سے) تیسرا فعل یہ کہ بغیر اجازت مکان میں داخل ہوئے، یہ عمل بھی خلاف حکم ہے، لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا۔[3] (اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو۔) امیر المومنین حضرت عمرؓ متنبہ ہو گئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے امر بالمعروف اور وعظ کے سلسلے میں صوفی کو خاص طور پر نرم مزاج اور نفع رساں ہونا چاہیے۔ ایک روز ایک شخص نے خلیفہ مامون (عباسی) کو سخت لہجے میں نصیحت کی۔ مامون نے اس سے کہا کہ ذرا نرمی سے بات کرو (کیا معلوم) اللہ تعالیٰ (نصیحت کرنے کے لیے) کسی ایسے شخص کو بھیج دے جو تجھ سے بہتر ہو اور ان کے لیے جو مجھ سے اور تجھ سے بدتر ہوں۔ اسی اللہ نے حکم دیا ہے، فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا[4] (پس اس سے (فرعون سے) نرم بات کہیں)۔ اگر نصائح اور وعظ میں نرمی اور نفع رسانی کا رویہ اختیار کریں تو یہ ممکن ہے کہ جس کو نصیحت کی گئی ہے وہ برے کام کرنا چھوڑ دے۔

---

[1] پارہ ۲۶۔ سورہ حجرات آیت ۱۲ [2] پارہ ۲۔ سورہ البقرہ آیت ۱۸۹

[3] پارہ ۱۸۔ سورہ نور آیت ۲۷ [4] پارہ ۱۶۔ سورہ طٰہٰ آیت ۴۴۔

ایک درویش کشتی میں بیٹھے ہوئے سفر کر رہے تھے۔ دوسری جانب نوجوانوں کی ایک ٹولی فسق و فجور کے آلات اور سامان کے ساتھ دوسری کشتی میں سوار ہوئے۔ جب دونوں کشتیاں آمنے سامنے ہوئیں تو درویش کے اصحاب نے عرض کیا کہ یہ لوگ فسق و فجور میں مشغول ہیں، شیخ ان کی ہلاکت کی دعا کریں۔ شیخ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، اے اللہ! ان کو تمام وقت خوش و خرم رکھنا۔ جوں ہی درویش نے دعا کی جوانوں کے دل پر اس کا اثر ہوا۔ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فسق و فجور کے آلات اور سامان دریا میں غرق کر دیے۔ شیخ کے قدموں میں اپنے سر رکھ دیے اور تائب ہو گئے۔

اسی سلسلے میں ایک حکایت یوں فرمائی کہ ایک درویش کا مرید تھا جو بہت سی خوبیوں اور نیکیوں سے آراستہ تھا۔ ایک روز لوگوں نے شیخ کو اطلاع دی کہ آپ کے اس مرید نے توبہ توڑ دی ہے اور فسق و فجور کے مختلف کاموں میں مشغول رہتا ہے۔ درویش یہ باتیں سن کر روحانی حمیت اور خیر خواہی کے جذبے کے ساتھ گھر سے نکلے اور مرید کی طرف روانہ ہوئے۔ اتفاق سے مرید راستے ہی میں مل گیا۔ شیخ کو دیکھ کر شرم کے احساس سے اپنا سر دیوار کی طرف کر لیا۔ اس بزرگ نے مرید کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، تم بازاروں میں اور نامناسب جگہوں پر غیر شرعی کام کیوں کرتے ہو۔ میرے گھر چلو، وہاں حجرے میں ہم نے فسق و فجور کی چیزیں مہیا کر رکھی ہیں۔ مرید بے حد شرمندہ ہوا، شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا اور سچی توبہ کی۔ فرماتے تھے کہ مشائخ نے اس طرح نہایت خیر خواہی اور نرمی سے امر بالمعروف کا کام انجام دیا ہے۔ یہ سب سے مفید اور آزمودہ طریقہ ہے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ صوفیہ اگر اپنے مریدوں میں نامناسب باتیں دیکھتے ہیں تو اشارتاً اور کنایۃً وعظ و نصیحت کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ایسی حکایتیں بیان کرتے ہیں جو مرید کے حسب حال ہو جسے سن کر مرید خبردار ہو جاتا ہے، اپنے برے کاموں سے رجوع کر لیتا ہے۔ توبہ کرتا ہے اور پھر برے فعل کا مرتکب نہیں ہوتا۔

پینے کی مختلف چیزوں کا بیان

مجلس میں مشروبات کا ذکر آ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ سب لوگ اس پر متفق ہیں کہ شراب عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے۔ کسی نے یہ بات نہیں کہی کہ شراب (عقل سے) دور کر دیتی ہے۔ اسی بنا پر فلسفی شراب پینے کو مباح قرار دیتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ اگر کسی نے اس مقدار میں شراب پی ہو جس سے عقل زائل نہ ہو تو مباح ہے۔ (اسی لیے) ہم اس قدر شراب پیتے ہیں کہ عقل زائل نہیں ہوتی۔ الخمر ما خامر العقل یعنی شراب فاترِ عقل نہیں ہے۔ بعض اہل لغت نے کہا ہے کہ شراب وہ ہے جو فاترِ عقل ہو۔ ہم اس حکمت کے ساتھ شراب پیتے ہیں کہ عقل زائل نہیں ہوتی، لیکن اہل سنت و جماعت اس

پر متفق ہیں کہ خمر بعینہ حرام ہے۔ قرآن حکیم میں بیان کیا گیا ہے فانہ رجس[۱] (بیشک وہ ناپاک ہے)۔ شراب کی حرمت کا حکم اس بنا پر نہیں دیا گیا ہے کہ وہ عقل و ادراک مارتی ہے بلکہ اسے قطعی طور پر ناپاک قرار دیا ہے۔

اب ہم فاسد وجوہ دیتے ہیں۔ بعض میں (خمر) حرام ہونے کی علت تو عقل ہے اور تم نص کے مقابلے میں (اپنی) علت بیان کرتے ہو جو کہ باطل (قول) ہے، البتہ علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض مباح (جائز) قرار دیتے ہیں اور بعض جائز نہ ہونے کے قائل ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے الخمر ھاتین الشجرتین یعنی شراب دو درختوں (خرما اور انگور) سے ہے۔ (اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ) مذکورہ درختوں کی شراب حرام ہے اور باقی چیزوں سے حاصل کردہ شراب خمر نہیں ہے تو یہ خلاف قیاس ہوگا اور یہ قیاس تو زیادہ قوی ہے کہ شراب فاتر عقل نہیں ہوتی۔ (مختصر یہ کہ) یہ استنباط درست نہیں ہے۔

(خرما اور انگور کی) شراب پینے کی حد اسی (۸۰) درے ہیں۔ دوسری شرابوں پر تعزیر ہے جو دین کے ادب کے طور دی جاتی ہے تاکہ کوئی گستاخی نہ ہونے پائے، یہ کہ مستی کی حد میں داخل نہ ہوں، مست ہو جائیں تو حد واجب ہو جائے گی جس طرح مجوزہ شراب پینے پر خواہ نشہ طاری ہو یا نہیں، حد واجب ہو جاتی ہے، دوسری شرابوں کے لیے مستی شرط ہے۔

دہلی کے ایک دانشمند کا قصہ

بیان کیا گیا ہے کہ دہلی میں ایک عالم تھے جو بطور دعویٰ کہتے تھے کہ میں دعوے کے ثبوت میں روایتیں پیش کر سکتا ہوں اور فتویٰ دے سکتا ہوں کہ شراب کے گھڑے سرائے کے آگے رکھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ بحث میں پڑنا اچھی بات ممکن ہے لیکن مفتی کے لیے یہ بات مناسب نہیں ہے کہ ایسی باتوں کا فتویٰ دیتے پھریں۔ ایسے مسئلے میں جس میں دو مختلف روایتیں ہوں، ایک جائز اور دوسری حرام ظاہر کرتی ہو، مفتی کو یہ روا نہیں ہے کہ وہ حلال ہونے کا فتویٰ صادر کرے۔ بہت سے مسائل ہیں جنہیں علماء پوشیدہ رکھتے ہیں اور انہیں بیان نہ کرنا ہی لازم ہے۔ اسی بنا پر فقہ کی بعض کتابوں میں تحریر ہے کہ یہ مسئلہ جاننے کے لائق ہے فتویٰ دینے کے لائق نہیں ہے۔

کافروں سے مشابہت کا ذکر

اگر کوئی مسلمان یہ کام کرے جو کافر کیا کرتے ہیں تو کافروں سے ایسی مشابہت کو مکروہ نہیں سمجھنا چاہیے، البتہ مکروہ اس وقت قرار دیا جائے گا جب کوئی دینی فرض کافرانہ فعل کے مشابہ ہو جائے لیکن اگر وہ بات جس سے دین متاثر نہ ہو کی جائے تو اس پر مکروہ کا حکم نہ ہوگا کیونکہ محض مشابہت معتبر نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں ہر وہ فعل جس میں کافروں سے دینی

---

[۱] پ ۸ سورہ انعام آیت ۱۴۵

مشابہت پیدا ہو جائے تو حرج نہیں ہو جاتا۔ اس کی مشابہت ضرور مکروہ ہے جس میں دینی مشابہت پیدا ہو جائے، مطلق مشابہت مکروہ نہیں ہے۔

(مثال کے طور پر) کافر بھی کھانا کھاتے ہیں ہم بھی کھانا کھاتے ہیں، کافر پانی پیتے ہیں ہم بھی پانی پیتے ہیں۔ سو یہ عام مشابہت مکروہ نہیں ہے۔ ومن احب قوماً فهو منهم یعنی جو شخص کسی قوم سے محبت رکھتا ہے وہ انہی میں سے ہے یہ قول اس طرح کے امور پر صادق نہیں آتا۔

انگوری شراب کے علاوہ جتنی شرابیں ہیں ان کے بارے میں اختلاف ہے دوسرے ملکوں کی شراب میں بھی اختلاف ہے لیکن بھنگ مطلق حرام ہے کہ البنج والافیون حرام یعنی بھنگ اور افیون حرام ہیں۔ انہیں کے بارے میں روایت ہے کہ یہ بے ہوشی لاتی ہے اور شراب سے بدتر کر دیتے ہیں لیکن کوکنار سے حاصل کردہ افیون حرام نہیں ہے اگرچہ ہلاک نہ کرے وہ دوا کہا گیا ہے (اس وجہ سے) حتیٰ علاج کے طور پر ایک قیراط۔ وہ اس کی مادہ مقوی قلب ہے۔ اگر اس میں بھنگ شامل نہ ہو تو مباح ہے۔

حضرت صدیق اکبر فرماتے تھے کہ عرب میں قہوہ ہوتا ہے۔ عرب کے سب علماء، صلحا اور مشائخ قہوہ پیتے ہیں۔ اس میں بھی نشہ ہے لیکن عجیب بات یہ دیکھنے میں آئی کہ قہوہ سے سب لوگ اسی طرح دلی رغبت رکھتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لطیفہ ۴۹

امامت کی معرفت، تولّا اور تبرّا کی وضاحت اور ترکِ تعلقات نیز تعلقات اور موانع کا بیان

قال الاشرفؒ:

الامام هو المهدی الذی یقتدی به المریدون بحصول المقاصد والمجاهد	سید اشرف جہانگیر نے فرمایا امام وہ ہے جو ہدایت یافتہ ہو۔ مریدین مقصود حاصل کرنے کے لیے اس کی پیروی کریں اور مجاہدین اللہ کے راستے میں اس کی اقتدا کریں۔

از روئے لغت امام و مہدی اور رہبر و پیشوا سے ایک ہی معنی ہیں۔ قال الاشرف: الامام یکون نائب للنبی والولی علی سبیل تعیین معین متصلا الی جناب رسول الله وهو یکون متابع لهما بالقول والفعل یعنی حضرت اشرف نے فرمایا امام نبی کا نائب ہوتا ہے۔ ولی راستے کا مددگار، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے متصل ہوتا ہے۔ اپنے قول و فعل میں نبی کا تابعدار ہوتا ہے۔ خلق مسلمانوں کے پیشوا ہوتے ہیں جو انھیں دور کے راستے سے قرب کی خلوت کی طرف بلاتے ہیں۔

امامت دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک وہ امام جو دنیا اور آخرت کے معاملات کا دانا اور دین میں تمیز کرتا ہے، لوگوں کے صدق و صفا سے واقف اور صاحب کشف ہوتا ہے اور اسے مرتبہ ولایت حاصل ہوتا ہے، جیسے کہ امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے سلونی عن طرف السموات فانی اعلم بها طرف الارض یعنی مجھ سے آسمان کے کنارے کے بارے میں دریافت کرو جن میں میں اس سے زیادہ زمین کے کنارے کا علم رکھتا ہوں۔ امام کو علم لدنی سے واقف ہونا چاہیے۔ امت کو جاہل امام کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت زیادہ صاحب علم اور صاحب کشف صحابی تھے کی بنا پر ان کی قدر کا علم ہوا مناسب کا مطلوب بھی ناسب یا ان سے جیسے ناسب یا نہ ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک یہودی آیا اور حضرت ابوبکرؓ سے کہا، میں آپ سے ایسی باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں جو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتے۔ آپ نے فرمایا پوچھو جو پوچھنا چاہتے ہو۔ یہودی نے دریافت کیا۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے بتائیے! وہ شے جو خاص اس کے لیے نہیں ہے کیا ہے! وہ شے جس کا اللہ تعالیٰ کو علم نہیں ہے بتائیے؟ حضرت ابوبکرؓ سوچ میں پڑ گئے۔ آپ اسی سوچ میں تھے کہ حضرت علیؓ تشریف لے آئے اور تردد کا سبب دریافت کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے یہودی کے سوالات بیان کیے۔ حضرت علیؓ نے کہا۔ وہ بات جو اللہ نہیں جانتا وہ تمہارا یہ قول ہے کہ عزیر علیہ السلام ابن اللہ ہیں۔ وہ شے جو اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں ہے وہ ظلم ہے۔ اس کی ذات میں ظلم نہیں ہے۔ وہ شے جو خاص اللہ کے لیے نہیں ہے شریک ہے لیس کمثلہ شیءٌ وھو السمیع البصیر[1] (ترجمہ: اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ (ہر بات) سنتا اور (ہر چیز) دیکھتا ہے) یہودی نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

ولایت کا مقام وہ ہے جو عدل اور مہربانی کی خوبیوں سے موصوف ہو۔ تمام کائنات کو قدرت کا وسیلہ جانتا ہو اور عادل بادشاہوں میں جو خوبیاں ہوتی ہیں ان پر عامل ہو۔

تولا اور تبرا کا ذکر

سید اشرف جہانگیر علیہ نے فرمایا تبرا اور تولا بعد کی دو حقیقتیں ہیں۔ اسلام کا وجود اس صورت میں قائم ہوتا ہے جو دونوں کے تصور میں ہوتی ہے (ان دو حقیقتوں پر اسلام کا وجود قائم ہے) تبرا سے مراد باطل سے روگردانی اور تولا سے مراد حق کی طرف متوجہ ہونا ہے۔ باطل پر وہ شخص ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق کے علم سے انکار کرتا ہے اور حق پر وہ ہے جو اللہ اور رسول پر ایمان لاتا ہے اور اہل اسلام کی روش سے منحرف نہیں ہوتا۔ یہ تولا اور تبرا کا صحیح مفہوم ہے۔ اس کا وہ مطلب نہیں ہے جو روافض خیال کرتے ہیں۔ وہ سوائے علیؓ کے دوسرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) پر ترجیح اور فضیلت دیتے ہیں۔ وہ حضرت علیؓ کو قبول کرتے ہیں۔ اور دوسروں سے اعراض کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ حضرت علیؓ حق پر اور دوسرے باطل پر ہیں۔ یہ کھلی نادانی ہے حالانکہ صحابہؓ کی شان میں آیات و احادیث موجود ہیں۔

کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم، اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم۔ جیسے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں اس لیے تم ان میں سے جس کسی کی پیروی کرو گے تو ہدایت پا

---

[1] پ ۲۵ [illegible] الشوریٰ [illegible]

[2] ملفوظ کی عبارت میں [illegible] عربی عبارت نقل نہیں کی۔

جاتا ہے۔

یہ قصہ تفضیلیوں سے متعلق ہے جو حضرت علیؓ کی محبت میں بہت زیادہ غلو کرتے تھے اور اپنی جماعت سے مخصوص تھے میں کہتا ہوں کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل و اکمل تھے اور روافض اور تفضیلیہ تفضیل کے قائل ہیں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دوسروں سے بہتر سمجھنے کی وجہ سے روافض حضرت علی کی محبت میں دوسروں سے تبرا کرتے ہیں (ان کا یہ عمل حضرت علیؓ کے خلاف ہے) میں کہتا ہوں کہ تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ محبت کرنے والے کا راستہ محبوب کے نقش قدم پر چلنا ہے اور وہ کامل جب ہوتا ہے جب وہ اپنے محبوب کی صفات حمیدہ کو اپنے اندر پیدا کر لے۔ ایسا شخص خدا اور رسول کا محبوب بن جاتا ہے علیہ السلام

ایک بار سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ کہیں جا رہے تھے آپ کے ایک مرید آپ کے پیچھے آپ کے قدم بقدم رکھ کر چلنا شروع ہوا۔ بایزید نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو مرید کی صورت نظر آئی۔ آپ نے فرمایا اے عزیز کیا کر رہے ہو؟ اس نے عرض کی کہ آپ کے قدم بقدم رکھ کر چل رہا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تو بایزید کے عمل کی متابعت میں اس کی کھال اپنے جسم پر پوست کرے تو تجھے کوئی نفع نہ ہوگا۔ مصنف کہتے ہیں کہ بقیہ مناقب شاہ سید محمد اور سید عبدالرشید کے متعلق لطیفے میں بیان کیے جائیں گے۔

دنیا سے تعلق اور موانع کا بیان

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ہر گروہ سے دنیاوی معاملات اور ان سے وابستگی ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اہل شریعت دنیاوی مال و منال و اسباب کے طلب گار ہوتے ہیں۔ اہل طریقت کو جاہ و صدارت اور مناصب اچھے لگتے ہیں۔ اہل معرفت جو ان راہوں سے گزر چکے ہیں وہ ماسوائے حق سبحانہ ہر چیز کو دنیا سے تعلق اور زندگی کا باعث خیال کرتے ہیں۔ وہ تجرید و تفرید کی راہ اختیار کرتے ہیں۔ ان کو دوسرے معاملات بھی عجیب و غریب لگتے ہیں۔ ان کے درمیان وہ لوگ بھی ہیں جو جاہ و منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ہیں جن کے نزدیک جاہ و منصب کی آرزو طلب دنیا ہے اور وہ لوگ ہیں جن کے نزدیک قربت الٰہی کا حصول یا اعلیٰ مقامات کے حصول کا ذریعہ ہے۔

مشائخ کے لیے کسی قدر تجمل و رونق و شوکت بھی ضروری ہے کیونکہ یہ ان کے اصحاب کے دلی اطمینان کا ذریعہ ہوتے ہیں اور مریدین کی تسکین کا سبب بھی بنتے ہیں جیسے متقدمین میں بہت سے اصفیاء بھی صاحب تجمل تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بعض بزرگوں کے پاس اس قدر مال و منال اور ثروت و شان تھی کہ دنیا کی کل دولت ان پر رشک کرتا تھا۔

نقل ہے کہ ایک قلندر ملتان جا رہا تھا۔ راستے میں وضو کی ایک [illegible] اس سے [illegible] گر گئی۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ ولایت کس کی ہے؟ جواب ملا کہ یہ ولایت شیخ الاسلام کی ہے۔ چنانچہ اس کے بعد وضو کی [illegible] رکھو رہوں۔ قلندر نے دریافت کیا کہ یہ ولایت کس کی ہے؟ جواب ملا کہ یہ بھی شیخ الاسلام کی ہے۔ اس طرح شان ولایت کی بہت سی چیزیں درست [illegible] ان کی نظر سے [illegible] اور وہ سب شیخ الاسلام سے منسوب تھے۔ جب قلندر ملتان کے [illegible] کے در پر پہنچا تو اس نے حیرت زدہ ہو کر [illegible] سے گدڑی اتار کر پھینک دی کہ شاید یہ بھی شیخ الاسلام کی ہو گی۔ تھوڑا راستہ طے کرنے کے بعد قلندر پر نیند کا غلبہ ہوا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ وہ قیامت کے میدان میں ہے اور لوگوں کا حساب کتاب ہو رہا ہے۔ [illegible] کوئی شخص اس کے پاس آیا اور اس سے [illegible] طلب کیے۔ قلندر حیران ہوا کہ یہاں میدان قیامت میں [illegible] سے حاصل کرے۔ جب وہ بہت پریشان ہوا تو اس نے دیکھا کہ میدان میں شیخ الاسلام نمودار ہوئے اور اس کی پریشانی دیکھ کر دریافت کیا کہ تم کیوں پریشان ہو؟ کیا ضرورت درپیش ہے؟ قلندر نے سارا ماجرا بیان کیا۔ شیخ الاسلام نے اپنی جیب کی طرف اشارہ کر کے کہا، جو چاہو یہاں سے لے لو۔ قلندر نے جیب سے [illegible] درہم نکال لیے تب شیخ الاسلام نے کہا کہ اے درویش! [illegible] مخلوق [illegible] نے جمع کیا تھا۔

حضرت قدوۃ الاکابر نے شیخ سعد الدین حمویہ کے بارے میں فرمایا کہ ان کی ولایت [illegible] کا حال مشہور ہے جس طرح شیخ الاسلام نے مذکورہ قلندر سے بات کی۔ حضرت سعد الدین حمویہ بھی فرماتے تھے کہ میں نے طویلے کی [illegible] میں گائے [illegible] گائے کی۔ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے ایک ہزار گھوڑے ایک درویش پر نثار کر دیے تھے۔

لطیفہ ۵۰

نفس، روح اور قلب کی معرفت کا بیان نیز اس میں روحوں کے قبض ہونے، فرشتوں کے ظاہر ہونے اور موت کی تمنا کرنے کا ذکر ہے

قال الاشرفؒ

النفس بخار ظلمانی یبعث فی القلب، والروح جوہر نورانی، والجسم حادث ظلمانی۔

یعنی سید اشرف جہانگیرؒ نے فرمایا نفس تاریک بخار ہے جو دل سے اٹھتا ہے، روح نورانی جوہر ہے اور جسم فانی تاریکی ہے۔

ارباب معرفت کی کیفیت سے متعلق ہر گروہ کی تعبیر ایک دوسرے سے مختلف ہے۔ یہ فقیر بھی کہتا ہے کہ نفس ایک تاریک بخار ہے جو دل کے قالب سے اٹھتا ہے۔ اس سے شیطانی وسوسے دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ اگر نفس کے سمندر کی لہریں تموج میں آئیں تو بے جا خواہشوں کا خیال دل میں جمع ہو جاتا ہے اور گناہوں کا شوق مزید پیدا ہوتا ہے۔ ساتھ بڑے گناہوں کی جانب قدم بڑھاتا ہے، اور غیر [illegible] سے مشغول ہو جاتا ہے بے شک نفس طالب و مطلوب کے درمیان برزخ ہے، جب تک یہ رکاوٹ دور نہ ہو جائے اس وقت تک عبد و معبود کے درمیان پڑا ہوا پردہ نہیں اٹھتا۔

اسی طرح جاننا چاہیے کہ روح کے دو رخ ہیں اس کا ایک رخ عالم علوی کی طرف اور دوسرا رخ عالم سفلی کی طرف ہوتا ہے۔ وہ رخ جو لطائف روحانی کے ادراک کے قابل ہوتا ہے اور جس میں حواس باطنی جلوہ گر ہوتے ہیں ان لطائف سے ظہور میں آتا ہے جنہیں حافظہ، مدرکہ، متفکرہ، اور متخیلہ وغیرہ کہتے ہیں۔ جوہر انسانی کی حقیقت یہی ہے۔ چونکہ اس حواس

باطنی میں سے ہر حاسہ لطیفۂ قلب سے ظہور میں آتا ہے، اس لیے واضح طور پر نظر آتا ہے۔ تمام حواسوں کا رخ جس عالم علوی کی جانب ہوتا ہے اور نفس تمام اعضا و جوارح کے ساتھ دل کا تابع ہوتا ہے، کہ ان فی جسد بنی آدم لمضغة اذا صلحت صلح بها سائر الجسد و اذا فسدت فسد بها سائر الجسد الا وهی القلب۔ یعنی بے شک بنی آدم کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جب وہ درست ہوتا ہے تو تمام جسم درست ہوتا ہے اور جب اس میں فساد ہوتا ہے تو سارے جسم میں فساد ہوتا ہے۔ جان لو کہ وہ گوشت کا ٹکڑا قلب ہے۔ (الحدیث) ابیات

دو صفت در تو ہست چشم کش
یک فرش تحت و دیگر عرش خدا[1]

ترجمہ: اے مخاطب! تجھ میں دو صفتیں ہیں ذرا آنکھ کھول کر دیکھ ایک فرش زمین ہے اور دوسری صفت عرش الٰہی ہے۔

اہل فرش از سپہر جاں دور اند
عرشیاں ہمچو خور بر آں نور اند

ترجمہ: پس جو لوگ پستی میں رہتے ہیں وہ روح کی بلندی سے دور ہیں، عرش والے خورشید کی مانند منور ہوتے ہیں۔

رو بعرشے کن وگراں نفسی
سوئے چاہے مرو اگر نسی

ترجمہ: اگر تو سخت جاں ہے تو اپنا رخ عرش کی جانب کر۔ اگر انسان ہے تو کنویں میں مت گر۔

جب قلب کی لوح رحمان کے عرش کے مقابل ہوتی ہے تو وہاں سے ہر لحظہ فیوض حاصل کرتی ہے، پھر قلب ان انوار کو اعضا و جوارح تک پہنچاتا ہے، جس کے نتیجے میں عالم باطن کی ہر شے شریعت کی قید میں مقید ہو جاتی ہے۔ اہل دل اگرچہ صورتاً خاکی ہوتے ہیں لیکن حقیقت کے عالم میں عرش الٰہی کے نیچے ملائکہ کے ساتھ مصروف پرواز رہتے ہیں۔ وہ فرشی نہیں رہتے بلکہ عرشی ہو جاتے ہیں۔

اس کے برعکس قلب کا وہ رخ جو عالم سفلی کی جانب ہوتا ہے، جسے نفس بھی کہتے ہیں، حد درجے مکدر و کثیف ہوتا ہے۔ قلب کے اس رخ کو یعنی نفس کو کھانے پینے کی چیزوں سے رغبت رہتی ہے اور اس کا میلان طبیعت ہی کی طرف رہتا ہے کیوں کہ اس کا ظہور مشقت سے ہوا ہے اس لیے اپنے مرکز اصل کی جانب مائل رہتا ہے۔ انسانی وجود قلعے کے پانچ دروازوں (حواسِ خمسہ) میں محصور ہو کر لطف ربانی سے محروم رہتا ہے۔ ہر حس کو اس کی حالت کے مطابق غذا ملتی ہے۔ وہ حالت بھی اسی عالم کی مثل ہے۔ بندے کا اس طرح ثابت قدم رہنا اور غیر اللہ سے راضی ہو جانا بھی اس کے حجاب میں رہنے کا موجب ہے۔ حواس خمسہ اس عالم سے جو علم حاصل کرتے ہیں اس کے باعث بھی حجاب میں رہتے ہیں۔ سلطان

---

[1] (مطبوعہ نسخہ (ص ۲۶۳) دوسرا مصرعہ وزن سے گرا ہوا ہے، شاید اس طرح ہو "یک صفت فرش ست و دیگر عرش خدا" (مرتب)

ابن عارفین کا قول ہے، للنفس صفة لا تسکن الا بالباطل یعنی نفس کی ایک صفت یہ ہے کہ اسے باطل ہی سے سکون حاصل ہوتا ہے۔ نفس سے جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ باطل پر مبنی ہوتا ہے یعنی حقیقت عالم باطل نہیں ہے اپنے نفس کی بیشتر حرکات وسکنات بائیں پہلو سے وارد ہوتی ہیں۔ عدا عدوک نفسک التی بین جنبیک یعنی تیرا سخت دشمن نفس ہے جس کا مقام تیرے پہلو میں ہے۔

علما کے درمیان عالم کی تین قسموں یعنی جوہر، جسم اور عرض میں تقسیم پر بھی اختلاف ہے (اگر یہ تقسیم صحیح مان لی جائے تو پھر) روح کیا ہے؟ وہ جسم ہے یا جوہر ہے، (اس سوال کے جواب میں) بعضوں نے کہا ہے کہ روح جسم ہے کیوں کہ روح جسم میں آ کر چلی جاتی ہے۔ اسی طرح وہ علما جو روح کو جوہر کہتے ہیں ان کے پاس بھی دلائل ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ روح کی حقیقت کسی کو بھی معلوم نہیں۔ ارشاد ربانی قل الروح من امر ربی [1] (ترجمہ: آپ فرما دیجیے روح میرے رب کے امر سے ہے۔) اسی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم، روح کی معرفت سے آگاہ نہ تھے بلکہ یہ مصلحت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل کے سوال کی زیادہ تشریح نہ فرمائی (اور جواب کو سائل کی فہم کے دائرے میں رکھا)۔ اب رہی یہ بات کہ بعض لوگوں نے روح کے متعلق لکھا ہے، لیکن اور نکتے بیان کیے ہیں تو یہ روح کے متعلق ان کی تعبیرات ہیں، نہ یہ کہ انہوں نے روح کی حقیقت بیان کی ہے۔

ارسطو نے تصنیف میں تحریر کیا ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ ربوبیت کی معرفت حاصل کرے تو اس سے کہو کہ تم (پہلے اپنی فطرت کو تبدیل کر کے) دوسری فطرت حاصل کرو۔

امام فخر الدین رازیؒ [2] نے فرمایا ہے کہ یہ بات بھی ہمارے موقف کے حق میں ہے کہ حق تعالیٰ نے (قرآن حکیم میں) جسم کے مختلف مراتب کا ذکر کیا ہے، ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طین [3] (ترجمہ: اور بے شک ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا) جب روح کا جسم کے ساتھ تعلق ہوا تو فرمایا ثم انشانٰہ خلقا آخر [4] (ترجمہ: پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اسے دوسری مخلوق بنا دیا) یہ آیت پاک جسم کے ساتھ روح کے تعلق کی کیفیت کے بارے میں تنبیہ ہے کہ یہ عام قانون تغیر کے مطابق ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہونا نہیں ہے بلکہ اس تبدیلی کی نوعیت ان نوعیتوں سے قطعی مختلف ہے جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ اسی بنا پر فرمایا کہ ثم انشانٰہ خلقا آخر [4] (پھر ہم نے (اس میں روح ڈال کر) اسے دوسری مخلوق بنا دیا) الغرض جو روح کی حقیقت پر غور کرتے ہیں وہ اصل عالم سفلی اور علوی

---

[1] پارہ ۱۵ سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۵

[2] امام فخر الدین رازی [illegible] ولادت ۵۴۳ھ [illegible] وفات ۶۰۶ ہجری [illegible] مولانا عبدالسلام ندوی اعظم گڑھ (بھارت) ۱۹۵۰ء

[3] پارہ ۱۸ سورۃ المؤمنون آیت ۱۲

[4] ایضاً آیت ۱۴ [illegible]

کے اجسام پر غور کرتے ہیں، جن کی پیدائش کا ایک معین قانون ہے۔ پس اگر وہ چاہتے ہیں کہ ربوبیت کی معرفت حاصل کریں تو اُن پر واجب ہے کہ پہلے دوسری فطرت اور دوسری عقل حاصل کریں۔ کیونکہ ان کی موجودہ فطرت و عقل کی زیادہ سے زیادہ حد جسم کی معرفت تک محدود ہے۔ (ربوبیت اور روح کی معرفت) کے لیے دوسری نوعیت کی عقل اور فطرت درکار ہوتی ہے۔

امام محمد غزالیؒ[1] نے اس حدیث شریف کی تاویل کی ہے ان الله خلق آدم علی صورته یعنی اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔ فرماتے ہیں:

"أي نسبة ذات آدم بجسمه كنسبة الله مع العالم لا خارجا منه ولا منفصلا عنه وان كان مؤثرا فيه من حيث التصرف والتدبير"	(آدم سے نسبت ذات کا مطلب ہے کہ آدم کے جسم سے اللہ تعالیٰ کی نسبت ایسی ہی ہے جیسی اس کی نسبت عالم سے ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ عالم سے خارج ہے نہ اس سے جدا ہے۔ اس کے باوجود بہ اعتبار تصرف وتدبیر عالم میں مؤثر ہے۔)

بہرحال اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ہمیں روح میں سے قلیل حصہ بخشا اور اس کی کیفیت بیان نہیں فرمائی۔ پس جس قدر ہم روح کے بارے میں جانتے ہیں اسی قدر اس پر ایمان لانے کے مکلف ہیں کہ روح ایک امر واقعہ ہے اور اس کی کیفیت کے بارے میں تجسس کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ کیا شے درحقیقت ہے؟ ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے کہ ابهموا ما ابهمه الله تعالیٰ یعنی اللہ تعالیٰ نے جس کو مبہم رکھا ہے اس کو مبہم رہنے دو۔

حضرتؒ فرماتے تھے کہ روح کے احکام اور تصرف کا مقام قلب ہے۔ اور روح ہی کے جملہ احکام اسی پارۂ گوشت پر ظاہر ہوتے ہیں جسے قلب کہتے ہیں جہاں سے وہ تمام وجود میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ روح اور نفس کے درمیان قلب ہر آن منقلب ہوتا رہتا ہے اور جو صفت غالب ہوتی ہے یہ اسی کی جانب پلٹ جاتا ہے۔ اگر صفت روح غالب ہوتی ہے اور نفس مغلوب ہو جاتا ہے تو قلب کا رخ روح کی جانب ہو جاتا ہے اور اگر نفس غالب ہو جائے اور روح مغلوب ہو جائے تو قلب کا رخ نفس کی جانب ہو جاتا ہے، اسی بنا پر اس کا نام قلب رکھا گیا ہے۔

ہر وہ شے جس کا ادراک حس کر سکتی ہے اس کا تعلق عالم دنیا سے ہوتا ہے جیسے محسوسات اور وہ شے جس کا ادراک کسی حس سے نہ ہو سکے اس کا تعلق حقیقی عالم سے ہوتا ہے۔ نفس، روح اور قلب حقیقی عالم سے متعلق ہیں جن کا ادراک حس کے ذریعے نہیں ہوتا۔

اکثر حضرات کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی لطیفہ ہے جس کے نام نفس، روح اور قلب رکھ دیے گئے ہیں اور یہ لطیفہ معلوم اور

---

[1] امام ابو حامد محمد بن محمد غزالیؒ ۴۵۰ ہجری میں طوس میں پیدا ہوئے۔ تاریخ اسلام میں امام غزالی کا مقام بہت بلند ہے۔ ۵۰۵ ہجری میں وفات پائی (ملاحظہ ہو [illegible] تاریخ تصوف مصنف [illegible] تہران ۱۳۳۳ ش ص ۸۵)

قابلِ ذکر ہے۔ مثال کے طور پر نفس جان کے معنوں میں بھی آیا ہے، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ[1] (ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے) اور حیوان کو بھی کہتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ یہ حیوان سانس لے، وہ نفس رکھتا ہے۔ روح کو بھی کہتے ہیں۔

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝[2] (ترجمہ: اے نفسِ مطمئنہ! لوٹ جا اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی، پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا) عقل کو بھی کہتے ہیں، اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا[3] (اللہ جانوں کو قبض کرتا ہے ان کی موت کے وقت) اور شے کو کہتے ہیں وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنفُسَهُمْ[4] (اور وہ دھوکا نہیں دیتے مگر اپنی جانوں کو) دوسری آیت ہے إِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ أَنفُسَكُمْ[5] (بے شک تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا)۔

مراد ذات کہیں تو اس سے ”ہستی“ مراد ہوتی ہے، جو جوہر اور جسم مراد نہیں ہوتا۔ ہستی کے لیے یہ چند الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔ عین، شے، نفس، وجود اور ذات۔ علم طبیعیات اور ریاضی میں یہ بات دوسری طرح کہی گئی ہے کہ لفظ ”انسانیہ“ شے واحد ہے جس میں بہت سی صفات مثلاً روح، نفس، عقل، علم اور جہل جمع ہیں۔ لیکن اس سے [illegible] ناموں یا اختلاف سے معنی کا مختلف ہونا لازم نہیں آتا۔

حکما اور اہلِ منطق نے معقولات میں جس طور سے مسائل بیان کیے گئے وہ تین طرح کے ہیں۔ اوّل وہ باتیں جو کتاب و سنت کے موافق ہیں، انھیں قبول کر لینا چاہیے، دوم وہ باتیں جو کتاب و سنت کے خلاف ہیں۔ سوم وہ باتیں جو کتاب و سنت کے نہ موافق ہیں نہ مخالف ان کے رد کرنے یا تسلیم کرنے میں کوئی نقصان نہیں۔ بنابریں ان کی عقلیات میں جو کچھ ہے اسے علی الاطلاق رد کرنے کی ضرورت ہے اور نہ قبول کرنے کی ضرورت ہے۔

---

[1] پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۳۵
[2] پارہ ۳۰ سورۃ الفجر آیت ۲۷ تا ۳۰
[3] پارہ ۲۴ سورۃ الزمر آیت ۴۲
[4] پارہ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۹
[5] ایضاً آیت ۵۴

احقر مترجم نے اس جملے کا ترجمہ طلوع کے متن کے مطابق کیا ہے [illegible] ۱۹۹۴ء [illegible] نفس مضمون پر غور کیا جائے تو بہت زیادہ مشکلات کا احتمال پیدا ہوتا ہے۔ آیات ۲ تا ۵ نفس اور جان سے متعلق ہیں۔ [illegible] عقل [illegible] کی گئی ہیں۔ [illegible] آیت کے بعد دوسرا مضمون بیان ہوا ہے جس کی وجہ سے سب [illegible] ہوئی۔ مترجم کے خیال میں یہ [illegible] آیات [illegible] عقل [illegible]
مثال کے طور پر نفس جان کے معنوں میں بھی آیا ہے [illegible]
(اس لطیفے کو) حیوان، روح، عقل اور شے بھی کہتے ہیں۔ (مترجم)

ارواح کی ملاقات کا ذکر

مجلس میں ارواح کی ملاقات کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ روحوں کے درمیان محبت و معرفت اس دنیا سے زیادہ اُس دنیا میں ہوگی بلکہ محبت و معرفت تو روحوں کا خاص حصہ ہے۔ برے لوگوں کو جہانِ آخرت میں کوئی تعلق نہ ہوگا۔ البتہ ان کی روحوں کو اس قدر راحت و دوستی نصیب ہوگی، جس قدر اس دنیا میں تھی۔ نہ کم ہوگی نہ زیادہ ہوگی۔

مومن کے قلب کی خوبی

روحوں کے درمیان محبت و الفت کی اطلاعت دوسری ہی نوعیت کی ہوتی ہے۔ مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔ حق تعالیٰ کے احوال و احکام بندے کے قلب پر ظاہر ہوتے ہیں، وہاں سے اعضاء و جوارح میں سرایت کرتے ہیں بالکل اسی طرح جس طرح ہر بات پہلے عرش پر ظاہر ہوتی ہے وہاں سے عالم ملکوت اور عالم ناسوت میں سرایت کرتی ہے۔ اسی بنا پر قلب کو عرش ثانی کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی وسعت اور پھیلاؤ عرش سے کم نہیں ہے۔

حدیث قدسی ہے، **لا یسعنی سمائی و لا ارضی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن**۔ یعنی میں اپنے آسمان و اپنی زمین میں نہیں سما سکتا لیکن سچے مومن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔

واضح ہو، یہ خصوصیت صرف مومن کے قلب کو حاصل ہے، اگرچہ کافر بھی دل رکھتا ہے لیکن مقصود کی حقیقت سے خالی ہے۔ نیز اس آیۂ کریمہ **ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب**[1] (ترجمہ: بے شک اس میں ضرور نصیحت ہے اس کے لیے جو صاحب دل ہو۔) کا اشارہ ظہور احکام کے بیان سے متعلق ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قلب ہی ہو۔ پھر یہ حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ (کسی نہ کسی صورت میں) حیوانات میں بھی احکام کا ظہور ہوتا ہے لیکن وہ قلب سے محروم ہیں۔ اسی بنا پر کافروں کے حق میں فرمایا گیا **اولٰئک کالانعام بل ھم اضل**[2] (وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے زیادہ گمراہ)۔

خصوصیت کی دوسری جہت شرف کے لیے بھی ہو سکتی ہے فرمایا **رب العرش العظیم**[3] (وہ عرش عظیم کا مالک ہے) اگرچہ اللہ تعالیٰ تمام اشیا کا رب ہے لیکن رب عرش فرمانا جسمانیت پر عرش کا شرف ظاہر کرتا ہے۔

---

[1] پ ۲۶، سورۂ ق، آیت ۳۷۔

[2] پ ۹، سورۂ الاعراف، آیت ۱۷۹۔

[3] پ ۱۱، سورۂ توبہ، آیت ۱۲۹۔

موت کا ذکر

مجلس میں موت کا ذکر آگیا۔ آپ نے فرمایا اگر کوئی شخص ہر وقت موت اور عذاب کے فرشتوں کا ذکر کرتا رہے اور دوسرے کاموں میں مشغول نہ ہو تو اس کی ہلاکت کا اندیشہ ہے کیوں کہ بعض لوگوں میں خوف و ہراس سہنے کی قوت نہیں ہوتی۔ قوت برداشت اس وجہ سے کم ہوتی ہے کہ ان کا دل تنگ ہوتا ہے اور انہیں انشراح حاصل نہیں ہوتا۔ اگر ان کا دل کھل جائے تو خوف و ہراس کے تمام اسباب برداشت ہو جاتے ہیں۔ قلب کی سستی اور تنگی کا سبب یہ بھی ہے کہ جو احوال لوح، کرسی اور عرش وغیرہ سے نازل ہوتے ہیں قلب ان سے کوئی اثر نہیں لیتا۔

موت کے ذکر سے اعضا اور جوڑوں کی حرکت رک جاتی ہے جیسے کہ ابن سیرین کے بارے میں نقل کیا جاتا ہے کہ جب ان کے سامنے موت اور عذاب کا ذکر کیا جاتا تو ان کے اعضا کی حرکت رک جاتی تھی۔ نیز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اگر آپ کے سامنے موت کا ذکر کیا جاتا تو آپ کے جسم سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ موت کی ناگواری اور تکلیف کے باوجود بعض لوگ موت کے لیے مشتاق اور آرزو مند ہوتے ہیں کہ اسی کے منتظر رہتے ہیں اور دوسرا کوئی کام نہیں کرتے۔ رباعی[1]

گر تجربہ کردے مشورہ درست
پہ بخت بادیں جہاں سرشت
چوں ازیں دام گاہ ادہم
جان بعد خاک بر سر تن

ترجمہ: اگر تجھے رائے اور مشورہ قبول نہیں (تو تجربہ کیا جائے) موت کی ایک مدت مقرر ہے۔ جب ہم تن کے جال کی حلقے سے جان لے جاتے ہیں تو جسم مٹی ہو جاتا ہے۔

بحر حال حق تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا دھیان کوئی دل برداشت نہیں کر سکتا۔ وہاں بے شعوری کی کیفیت ہے ورنہ فنا کا تقاضا یہ ہے کہ اس عالم میں ہوش و بے ہوشی، مسلم و کافر، شاہی و فقیری، قربت و خویشی اور مذہب و ملت کی گنجائش نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ حد فقر یہی ہے۔

---

[1] یہ اشعار رباعی سے معروف [illegible] ذکر میں نکل گئے ہیں [illegible] پانچ مصرعے [illegible] سے گر رہا ہے۔ مترجم نے [illegible] ہے۔

روح قبض ہونے کی تکلیف کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ قبض ارواح کی تکلیف ذنوب کے درجات کی نسبت سے ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کی روحیں تو آسانی سے قبض ہوتی ہیں جیسے شربت پیتے ہیں۔ یہ نصیب چند اہل نعمت کو حاصل ہوتا ہے۔ شعر:

در کوئے تو عشاق چناں جاں بدہند
کانجا ملک الموت نہ گنجد ہرگز

ترجمہ: تیرے کوچے میں عشاق اس طرح جان دیتے ہیں کہ موت کے فرشتے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

روحیں قبض ہونے کے وقت فرشتے بہت ہی عجیب صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔ یہ تمام صورتیں لوگوں کی سعادت اور شقاوت سے وابستہ ہیں۔ کسی کسی کو یہ نعمت حاصل ہوتی ہے۔ بعض بزرگوں کے سامنے اکابر کی روحیں بطور استقبال نمودار ہوتی ہیں۔ جب کسی عالم کا کشف ہوتا ہے تو اس مقام کے رہنے والے بھی دکھائی دیتے ہیں۔ رباعی:۱؎

کسے را گشودہ چشم دیگر
بیند گروہی تمثال آتش

ترجمہ: جس کسی کی دوسری آنکھ کھل گئی اس کے سامنے آگ کی صورت نمایاں ہوئی۔

گر دارد سعادت توشہ دارد
بیند صورت از عالی مکانش

ترجمہ: نیکی وہ شخص جس کا توشہ سعادت ہے تو اس کا بلند مقام دکھا دیتے ہیں۔

اگر دارد شقاوت سیرت زشت
نشیند بر رہ صد صورت آتش

ترجمہ: اور اگر وہ شقاوت کی بری سیرت کا حامل ہے تو اس کے سامنے بے ہودہ آتشیں صورتیں نمایاں کرتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ از روئے شریعت موت کی تمنا کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت شیخ فریدالدین گنج شکرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ابتدائی بڑھاپے میں اکثر ہندی زبان میں فرماتے تھے، "کتنی گھڑی جو جیں پاوے" اور یوں بھی فرماتے تھے کہ یہ عمر (دنیا) کسب کمالات اور حصول مقامات کی جگہ ہے۔ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ یعنی دنیا آخرت کی کھیتی

۱؎ (اصل) تو یہ شعر رباعی کے ہم وزن و مشابہ تو ہیں مگر یہ کل چھ مصرعوں پر مشتمل ہیں جب کہ رباعی میں چار مصرعے ہوتے ہیں کی طرح اسے رباعی کے چار مصرعوں میں دیا گیا ہے۔

ہے۔ فرماتے تھے اے بھائی دنیا کو سرسری نہ سمجھو کہ یہ حصول مشاہدہ اور وصول معرفت کا مقام ہے۔ آیۂ کریمہ ہے ومن کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی [1] (جو شخص اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں اندھا ہوگا۔) قطعہ۔

درین جا گر نبینی صورت دوست
در آنجا بالیقین مہجور باشد
کہ صیقل باید آں آئینہ را
پس آنگہ دیدن رخسار باشد

ترجمہ: اگر تو اس دنیا میں دوست کے دیدار سے محروم ہے تو آخرت میں اس نعمت کا پانا محال ہے۔ پہلے دل کے آئینے کی صیقل کرنی چاہیے اس کے بعد ہی اس میں چہرہ دیکھ سکتے ہو۔

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ بنی اسرائیل، آیت ۷۲

لطیفہ ۵۱

طبل و علم اور زنبیل پھروانے کا بیان

قال الاشرف:

العلم هو علم السالكية في مسلك التجريد یعنی سید اشرف جہانگیر نے فرمایا علم درحقیقت سلطنت تجرید میں سلوک کا پرچم ہے۔

علم بلند کرنا رسول علیہ السلام کی سنت اور اہل اسلام و اہل ایمان کے لشکروں کا طریقہ ہے۔ جیسا کہ قال علیہ السلام آدم ومن دونه تحت لوائي يوم القيامة یعنی نبی رحمت رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے روز آدم اور ان کے علاوہ تمام بنی آدم میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔ یہ فرمایا تحت لوائي آدم ومن دونه یعنی آدم اور ان کے علاوہ (سب) میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا قیام اور آپ ﷺ کے ارشادات کی تکمیل اور تعمیل کا سبب ہے۔ [illegible] دنیاوی سلطنت و مملکت کے سلاطین صورة لقد جو دنیاوی بادشاہ ہیں اور جن کے ہاتھ میں رعایا کے مسائل کا حل ہے، یہ شوکت و ہیبت کے [illegible] آداب سلطنت کی جہت سے اپنا پرچم بلند کرتے ہیں۔ شریعت سے اثبات ہوتا ہے کہ فقراء حضرات سلاطین ہیں۔ فقراء امتي ملوك الجنة (میری امت کے فقراء سلاطین جنت ہیں) اسی طرح سے جس طرح دنیاوی بادشاہوں کو علم بلند کرنا اور نصب کرنا روا ہے تو فقراء جو حقیقی بادشاہ ہیں انہیں بطریق اولیٰ روا ہے چونکہ یہ [illegible] حقیقی [illegible] اور ظاہر [illegible] اسی لئے یہ علم بلند کرتے ہیں۔

جس وقت رسول علیہ السلام پر انا فتحنا لك فتحا مبينا (اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو روشن فتح عطا فرمائی [illegible] علم کے متعلق [illegible] خیبر کی جانب روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ علی المرتضیٰ کو توفیق [illegible] جس کے شامل حال ہوگی، اس کے ہاتھ میں روشن علم دیا جائے گا وہی

[illegible]

یہ لشکر [illegible] ہوگا۔ [illegible] شدت [illegible] منتظر رہا۔ جب آفتاب طلوع ہوا اور اس کا نور [illegible] سے چمکنے پر [illegible] حیرانی سے [illegible] کی طرف سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب دیکھا۔ تھوڑی دیر بعد حضور علیہ السلام نے فرمایا علی بن ابی طالب [illegible] حضرت علیؓ حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت علی بن ابی طالب کی آنکھوں میں تکلیف تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] لعاب [illegible] ان کی آنکھوں پر [illegible] ٹھیک ہوگئیں۔ حضور علیہ السلام نے روشن پرچم ان کے ہاتھ میں دیا۔ وہ لشکر لے کر روانہ ہوا اور خیبر شاہ مرداں علیؓ کے ہاتھ فتح ہوا۔ رسول علیہ السلام نے [illegible] جب علی بن ابی طالب کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد حاصل ہوئی تو قلعہ [illegible] فتح [illegible] وہ قطعہ یہ ہے

[illegible]
[illegible] چست
[illegible] علی
قلعہ [illegible] چست

[illegible] (یعنی) آنکھیں زیادہ روشن ہو جاتی ہیں تو کسی دوسری صورت کی جانب دیکھنے کا حیلہ بچتا ہے [illegible] علیؓ [illegible] قوت [illegible] ہیں تو [illegible] کا قلعہ اکھاڑا جا سکتا ہے [illegible]

حضرت علیؓ نے فرمایا [illegible] لخیبر بقوۃ جسمانیہ ولا بحرکة غذائیہ ولکن ایدت بحرکة ملکوتیہ و بحرکة نور ربها مضیئه یعنی میں [illegible] اپنی جسمانی قوت و طبعی حرکت سے

[illegible] رسول [illegible] علی بن ابی طالب [illegible]
[illegible] جلد ۹۳ [illegible] طبع [illegible] ص ۲۹۱ [illegible]

۲۔ طبع [illegible] ص ۲۲۶ [illegible] قطعہ [illegible] ہے

[illegible]

ان اشعار کا کوئی [illegible] ان اشعار میں [illegible] چست [illegible] پہلے شعر کے دوسرے مصرعے میں [illegible]

جیسا کا ورد [illegible] خدا بخشے خلوتی برکت ، [illegible] برکت سے مدد حاصل ہوئی۔

اس بنا پر ضروری ہے کہ بعض بزرگوں کا سلسلہ [illegible] کی روایت درست میں کی ہے اور شغل کو اس ورثے کے علاوہ دوسروں کی طرف سے حق [illegible] کی یہ شرف حاصل ہو جائے

ان سے قبل سید حسن اور سید رضی اصالت والدین قیس تھے۔ ان کے بعد سرداری ان کے بیٹے سید فاضل کو منتقل ہوئی۔ سید مذکور نے اپنے بعد بھائی سید تاج الدین کو سرداری دی۔ اس کے بعد سید شہاب الدین صاحب اور سید محمد وقشوری نے علم دینا شروع کیا۔ غرض سادات مذکور سے [illegible] ان کے دوران سے مجھے سندیں ہے۔ علم برداری کا شرف (بعض صحابہ کو) علاوہ ازیں ان سے لے لیا گیا۔ [illegible] میں جن [illegible] کی جانب کو علم اور منتقل کیا گیا تھا جس میں بطور وراثت علم برداری کا شرف حاصل ہے، یہ بطور تحقیق سید حسن اصالت والدین بخاری صاحب [illegible] سے مجھے چودہ خانوادوں کی اجازت ملی ہے۔ ان کے علاوہ انہوں نے مختلف طریقوں سے اشغال، اذکار اور ان کے معمولات میں مجھے عنایت کیے ہیں۔

میں نے تیس سال مسافرت کی ہے۔ [illegible] میں سے بعض بزرگوں سے ان کی حیات میں ملاقات کی ہے اور بعض بزرگوں کا ان کے انتقال کے بعد [illegible] اور روحانی حالت میں مشاہدہ کیا ہے۔ [illegible] سے [illegible] جانب توجہ دی ہے اور رحمت عطا فرمائی ہے کہ یہ نعمت تا قیامت ہمارے خاندان میں باقی رہے گی۔ قطعہ

[illegible] از قلیل [illegible]
[illegible]

ترجمہ ان آدمیوں نے [illegible] میں سے [illegible] چھوٹے بڑے سے تھوڑی بہت نعمت حاصل کی ہے

[illegible] بزرگاں [illegible]
[illegible] سعادت [illegible]

جملہ [illegible] میں شاید ہی کوئی [illegible] اور امیر و فقیر جس کے دروازے پر میں سعادت کے ساتھ نہیں گیا۔

چو نعمت ز بزرگاں نصیب من آمد
[illegible] دوستاں قلیل [illegible]

ترجمہ جو نعمت مجھے بزرگوں سے ملی ہے میں اسے دوسرے دوستوں میں تقسیم کرتا ہوں۔ بہر حال جس طرح اکابر نے یہ نعمت مجھ پر نازل کی ہے میں بھی دوسروں پر نثار کرتا ہوں۔ [illegible]

[illegible] حق [illegible] باشد [illegible] بحق [illegible]

[illegible]

[illegible]

(جس طرح خدا نے تجھ پر نعمت کثیری کی ہے تو بھی اسے خلق پر نثار کر)

میں جس کو چاہتا ہوں بخشتا ہوں اور یہ فعل شریعت کے مطابق ہے۔ اس بات میں کسی کو اعتراض نہیں ہے۔

حضرت نے شرح طحاوی[1] کے حوالے سے فرمایا کہ کتاب وصیت میں بیان کیا گیا ہے کہ طبل (نقارے) دو طرح پر ہیں۔ ایک یہ کہ طبل لہو کے موقعے پر بجاتے ہیں۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے کیونکہ ہر طرح کا لہو و لعب حرام ہے۔ البتہ جنگ کے لیے گھوڑے تیار کرنے اور مردوں کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت طبل بجائے جائیں تو مباح ہے۔ شریعت نے ان کی اجازت دی ہے۔ سنت ابراہیمی بھی ہے۔ اس وقت تک خلیل علیہ السلام کے مزار[2] مبارک پر جن مسافروں اور مجاوروں کے لیے جو وہاں مقیم ہیں، تقسیم طعام کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ ہر شخص نقارے کی آواز سن کر لنگر خانے میں آتا ہے اور اپنے نصیب کا کھانا لے جاتا ہے۔ وہ حضرت جو صاحب منصب ہیں انہیں کھانا بھجوایا جاتا ہے یا دسترخوان بچھایا جاتا ہے۔

بعض مشائخ کی سفر سے آمد و روانگی کے وقت نقارے بجائے جاتے ہیں۔ اسے 'طبل رحیل' کہتے ہیں۔ شیخ مرشد ابو اسحاق کازرونی کے روضہ متبرکہ اور مرقد سورہ پڑھانے کے وقت نقارہ بجانے کی رسم ادا کی جاتی ہے۔ ہم نے خلیل علیہ السلام کے مزار مبارک کے مجاوروں سے بھی سند پائی ہے اور ہمیں عطا ہوئی ہے۔ حضرت ابو اسحاق کے طریقے پر طبل و علم کی یہ روایت چند درویشوں اور مصاحبوں میں اب بھی جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تک بہت زیادہ صاحب علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کی بزرگ آل کی برکت سے جاری رکھے۔ حق تعالیٰ و تقدس جس کسی کو نعمت روزی فرمائے اور وہ اسے بندوں پر نثار کرے، اس کے لیے روا ہے کہ اعلان عام کے لیے طبل بجائے۔ درویشوں کا کھانا کھانا عبادت کی شکل ہے لوگوں میں دعوت کے لیے جو طبل عقیدت کیا جاتا ہے وہ مشروع ہوتا ہے۔

مجلس میں رحیل (جلوس) بجانے کا ذکر ہوا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ نے فرمایا کہ جب ابراہیم ادہم قدس سرہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور ذوق نے سرایت کی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور عنایت سے تاج و تخت چھوڑ دیا۔ سردی سے بچنے اور ستر چھپانے کے لیے موٹے اون کا لباس پہن لیا۔ رباعی[3]

ترک دنیا گیرتا سلطاں شوی
محرم اسرار باجاناں شوی

---

[1] طحاوی۔ ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ ازدی طحاوی ۲۳۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔ پہلے امام شافعی کے شاگرد مزنی سے، بعد میں اپنے ماموں قاضی ابوجعفر احمد بن ابی عمران سے علم سیکھا۔ ملاحظہ فرمائیں تاریخ التراث العربی (اردو ترجمہ) ص ۳۳۰

[2] مطبوعہ نسخے (ص ۲۹۷) میں سہو کاتب سے [illegible] مزار [illegible] طبل نقل ہو گیا ہے۔ درست "مزار خلیل" ہے۔

[3] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن و بحر میں نہیں ہیں۔

پا بزن بر تخت و تاج و سلطنت
ورنہ ہمچو چرخ سرگرداں شوی

ترجمہ: اگر تو سلطان بننا چاہتا ہے تو دنیا کو چھوڑ دے اور محبوب حقیقی کے اسرار کا محرم بن جا۔ تخت، تاج اور سلطنت کو ٹھکرا دے ورنہ (دنیا ہی میں) آسمان کے مانند سرگرداں رہے گا۔

ابراہیم ادہم عبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ جب ان کی بزرگی کا اطراف عالم میں چرچا ہوا تو ہر طرف سے درویش اور مسافر ان کی زیارت سے برکت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہونے لگے۔ بعض اوقات (ان کے طعام کے لیے) روٹی کے ٹکڑے بھی میسر نہ ہوتے کہ وہی آنے والوں کی خدمت میں پیش کر دیے جاتے۔ اس صورت حال کو فضیل بن عیاضؒ کی خدمت میں عرض کیا گیا۔ انہوں نے ابراہیم ادہم کو ہدایت کی کہ ہفتے میں ایک بار زنبیل گردش کرائیں اور جو کچھ غیب سے حاصل ہو اسے وقتی ضرورت کے لیے پیش کر دیں۔ ابراہیم ادہم اس طریقے پر کاربند ہو گئے۔ آج بھی خراسان میں خاندانِ چشت قدس اللہ ارواحہم میں حضور جملہ درویش اور حضرت خواجہ مودود چشتی کی درگاہ میں اس طریقے کی رعایت کرتے تھے۔

زنبیل پھرانے کا قاعدہ یہ ہے کہ فقرا میں سے ایک بزرگ شخص حلقے کے پیشوا کی خدمت میں روانہ ہوتا ہے۔ اس وقت حاضرین مجلس اور دوسرے درویش فاتحہ پڑھتے ہیں اور اس کے بعد زنبیل اس بزرگ شخص کی گردن میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ مقدم درویشوں کے لیے سامان خورد و نوش حاصل کرنے کے لیے روانہ ہو جاتا ہے۔ پہلے تین بار کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہے پھر اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے روانہ ہوتا ہے۔ شہر کے اندر داخل ہو کر کوچہ و بازار میں پھرتا ہے۔ کسی شخص کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتا۔ اس کی نظر اپنے قدموں پر ہوتی ہے۔ کسی سے بات نہیں کرتا۔ اس طرح غیب سے کھانے کی چیزیں، سامان اور نقدی وغیرہ جو کچھ حاصل ہوتا ہے اسے پیشوا کی خدمت میں حاضر کرتا ہے۔ پکی ہوئی روٹیاں حاضرین میں تقسیم کر دی جاتی ہیں اور بعض طعام خانے میں بھجوا دی جاتی ہیں۔ یہ فعل ترکِ نفسی اور دوسروں تک فتوح پہنچانے کے لیے کیا جاتا ہے۔ شہر سبزوار میں ایک بزرگ خواجہ علی جو خواجہ یوسف چشتی کے مرید تھے، خود بھی اس طریقے پر عمل کرتے تھے۔ ان کے علاوہ واحد یار اور دیگر بھی اسی طریقے سے حضرات ہفتے میں دو بار زنبیل پھراتے تھے۔ مختصر یہ ہے کہ مشائخ سلف یہ عمل کرتے تھے جس کے آثار اب بھی باقی ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ جب میں مشائخ عصر سے رخصت ہو کر وہاں سے واپس ہوا تو چشت میں شیخِ وقت حضرت خواجہ قطب

[illegible] کے حاشیے میں [illegible] ۱۳ [illegible] ہندوستان [illegible] ان کا تعلق [illegible] سے تھا۔

الدین چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت چشت کے صاحب سجادہ تھے۔ انہوں نے طرح طرح کی عنایتوں اور شفقتوں سے سرفراز فرمایا۔ چالیس روز اپنے پاس رکھا۔ جب رخصت فرمایا تو مجھے دورہ کرنے، زنبیل پھرانے، قندیلیں لٹکانے اور مسجد آباد رکھنے اور ذکر کرنے [illegible] یہ فقیر [illegible] کی اجازت مرحمت فرمائی۔ حق تعالیٰ نے مجھے ان روشن اور خوشگوار نعمتوں سے بہرہ مند فرمایا ہے۔ میں بھی جسے چاہتا ہوں، یہ نعمتیں دیتا ہوں۔ قطعہ

کسے را که [illegible] خداوند بہرہ مند
[illegible] عجب [illegible]

ترجمہ: خداوند جس کسی کو چاہے دسترخوان سے طرح طرح کی نعمتیں عطا کرے

ہمیشہ [illegible] اوراکہ قسمت [illegible]
[illegible]

ترجمہ: جسے چاہے کہ ان نعمتوں کو اپنے پیالوں میں تقسیم کرے

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ہم نے [illegible] شخص صاحب وجد [illegible] نعمت و دولت پانے کے لائق تھے، جیسے حضرت [illegible] شیخ شمس الدین [illegible]، شیخ قطب الدین کرکی، شیخ معروف اور شیخ محمود [illegible] سے نعمت پائی ہے۔ شعر

منم دریائے [illegible] گوہر [illegible]
که وقت موج می باشم [illegible]

ترجمہ: میں ایسا دریا ہوں جو در کے موتیوں سے پر ہے۔ جب مجھ میں موجیں اٹھتی ہیں تو میں موتی بکھیرتا ہوں۔

کسے کو [illegible] گوہر [illegible] معانی
بود در گوش [illegible]

ترجمہ: وہ شخص جو حقیقت کے موتی پانے کے لائق ہے تو [illegible] اس کے گوش دل کو اس موتی سے سجایا جاتا ہے (اس [illegible] حقیقت عطا ہوتا ہے)۔

ہم آں گوہر [illegible] ہمت ما
که ندہد [illegible] جوہری [illegible]

ترجمہ: خاص توجہ کے ذریعے وہ تمام موتی اس شخص کو عطا کیے جاتے ہیں۔ کسی جوہری کے پاس یہ موتی نہیں ہیں

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں [illegible] میں پہنچے تھے، ہم نے

[illegible]

[illegible] جس وقت یہ مجوری حضور [illegible]

[illegible]

[illegible] کرمیں نے [illegible] [illegible]

[illegible] کے معمول کے مطابق روزِ عاشورہ کا ذکر

[illegible]

[illegible]

ان مقامات شریفہ میں مقامات جلیلہ و خیر [illegible] دو تین سال [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ رہا ہے۔ اس نے بھی یہی دیکھا کہ حضرت قدوۃ الکبرا نے [illegible] معمولات کبھی ترک نہیں [illegible] آپ کی ذات [illegible] کے پیچھے بیٹھتے اور کسی بدعتی قسم کے [illegible] آپ سے متعلق اصحاب و احباب میں تھے، اس کا عذر فرماتے تھے کہ وہ [illegible] کے پیچھے بیٹھیں۔

عشرے کے آخری دو تین روز [illegible] پڑھتے تھے اور آپ کے اصحاب بھی آپ کی موافقت کرتے تھے ایک مرتبہ قدوۃ الکبرا کے [illegible] شہر [illegible] میں [illegible] آپ کا قیام [illegible] میں تھا آپ نے اپنے مقررہ دستور کے مطابق معمولات عشرہ [illegible] کے ساتھ [illegible] کیے۔ [illegible] اصحاب [illegible] کا [illegible] رہے [illegible] کے متعلق [illegible] لکھتے تھے [illegible] شہر [illegible] اور [illegible] آپ کی زیارت کے لیے [illegible] مصنف [illegible] مصنف [illegible] وہاں کل [illegible] مصنف کے وقت تشریف [illegible] جو کہ مصنف کے [illegible] تشریف [illegible] ملاقات کے لیے آئے [illegible] ان میں ایک صاحب مشہور واعظ [illegible] تھے، انہوں نے سوال کیا کہ آپ جیسی مجلس شریفہ میں [illegible] پڑھتے ہیں، اس کا کیا سبب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ (علما کے درمیان) یہ مسئلہ اختلافی ہے [illegible] اکثر [illegible] ماموں اور واعظوں نے لعنت تجویز کی ہے۔ [illegible] طور پر وہ شخص جو انصاف پسند ہو، خاندان مصطفوی کو دوست رکھتا ہو [illegible] مرتضوی سے محبت [illegible] کے [illegible] ؟ کیوں کہ وہ جانتا ہے کہ جس شخص نے رسول ﷺ سے [illegible] کس قدر مظالم [illegible] اور [illegible] کا مصداق کس طرح [illegible] وہ قابل لعنت [illegible] ان الذین یؤذون اللہ و رسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ واعد لہم عذابا مہینا[1] (سب شخص جو [illegible] اذیت [illegible] اللہ اور اس کے رسول کو [illegible] ان پر لعنت [illegible] دنیا اور آخرت میں [illegible] کا عذاب تیار [illegible] محبوب [illegible] رکھتے ہیں۔ اس کے بعد [illegible] سے بحث کی [illegible] مقدمات [illegible] میں [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا [illegible] مقدمات کا جواب [illegible] جب ایک [illegible] مقدمات کی [illegible] دوسرے کی تاویل میں تحمیل [illegible] بحث کی تو قاضی شہاب [illegible] پیش [illegible] حضرت قاضی صاحب [illegible] مقدمات [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا [illegible] جواب [illegible] آپ [illegible] قول [illegible] قاضی صاحب [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا) درست فرماتے ہیں۔ [illegible] قاضی صاحب [illegible] قاضی صاحب [illegible] مسئلے کے متعلق [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا [illegible] متعلق ایک رسالہ تحریر کیا ہے [illegible] تحریر [illegible] حضرت [illegible] شرعی [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا [illegible]

---

[1] پ ۲۲ [illegible]

تھے کہ جس شخص کو اس خاندان عالی سے ذرا سی بھی محبت ہوگی اور [illegible] معتقد [illegible] کی بھی ذرا سی ہوگی وہ اس مسئلے کو سمجھ جائے گا۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ یہ بھی فرماتے تھے کہ صوفیہ کے مابین گروہ [illegible] میں ([illegible]) [illegible] قاضی صاحب جیسا [illegible] رکھتے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر بنگال گیا اور [illegible] زمانے کے پیشوا اور [illegible] اصفیا کے جوہر حضرت مخدوم علاء الحق والدین کی خدمت سے مشرف ہوا، اس زمانے میں بھی بنگال کے نامور عالموں میں یہ بحث جاری تھی۔ سب سے عجیب طریقے سے بحث ہوتی [illegible] اس فقیر نے ان سے بڑی بحث کی۔ اس جماعت سے ایک مدت تک بحث کی۔ آخر [illegible] علمی مقدمات اور نقلی روایات کی [illegible] اس فیصلے پر [illegible] کہ [illegible] رحمت الٰہی [illegible] ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے حضرت شیخ محمود [illegible] کی [illegible] بیان فرماتے تھے اور [illegible] تھے کہ وہ عجیب [illegible] ہے جو خاندان رسول اور حضرت [illegible] اور ان کی ماتم [illegible] سے [illegible] تعلق ہو جائے۔ جیسا کہ شیخ [illegible] نیاز سعدی نے کہا ہے۔ شعر:

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: جو شخص اس طرح کے ماتم پر گریہ وزاری نہ کرے شاید اس کا دل پتھر کا ہوگا۔

لطیفہ ۵۲ [۱]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک نسب اور کسی قدر پاک سیرت کا بیان جو سترہ شرف پر مشتمل ہے

شرف اول: حضرت علیہ السلام کے نسب کا بیان۔

شرف دوم: حضرت علیہ السلام کی ولادت مبارک کا ذکر۔

شرف سوم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کے بعد بعض حوادث کا ذکر۔

شرف چہارم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کافروں سے جہاد کرنے اور ان کفار کے نام ظاہر کرنے کا ذکر جو اس غزوہ میں مارے گئے۔

شرف پنجم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر۔

شرف ششم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارک کا بیان۔

شرف ہفتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری اوصاف اور حلیہ شریف کا بیان۔

شرف ہشتم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اوصاف کا ذکر۔

شرف نہم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات کا بیان۔

شرف دہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کا بیان۔

شرف یازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر۔

شرف دوازدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

---

[۱] یہ لطیفہ دوں تعلیق سے بارہ صفحوں پر مشتمل ہے اور طویل عربی عبارات کا حامل ہے۔ جو انساب اور سیر کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں، اسی کے ساتھ ان کا فارسی ترجمہ ہے۔ البتہ مترجم نے بے جا طوالت سے بچنے کے لیے عربی عبارات کو نقل نہیں کیا ہے بلکہ ان کے فارسی ترجمے سے اردو ترجمہ کیا ہے۔ جا بجا قرآنی آیات اور فارسی اشعار کو مطبوعہ متن سے علیحدہ کر کے ان کا ترجمہ شامل متن کیا ہے۔ اس کے بعد لطیفہ ۵۳ میں بھی یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

شرف سیزدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا ذکر۔

شرف چہاردہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں، آزاد کردہ غلاموں، سپاہیوں اور کاتبوں کی تفصیل

شرف پانزدہم: حضور علیہ السلام کے گھوڑے اور اونٹوں کا بیان۔

شرف شانزدہم: حضور علیہ السلام کی وفات کا ذکر۔

شرف ہفدہم: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحہ اور برتنوں کا ذکر اور آپ ﷺ کی آل کے نسب کی تفصیل جو اصحاب کی مشہور کتابوں سے منتخب کی گئی ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ سیرت کے فن میں 'خلاصۃ السیر' معتبر کتاب ہے جس میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ جو شخص مستند اور تحقیق شدہ باتیں معلوم کرنا چاہتا ہے اسے مذکورہ کتاب پڑھنا چاہیے۔ اس لطیفے میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ مذکورہ کتاب 'خلاصۃ السیر' اور کسی قدر 'شفائے محمدی' سے ماخوذ ہے۔

پہلا شرف۔ رسول علیہ السلام کے نسب کا بیان

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب و نسب کا علم حاصل کرنا شریف ترین عمل ہے اور آپ ﷺ کے جد امجد سے چار جدوں کے نام یاد ہونا مسلمان ہونے کی شرط ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے اس ضعف اور شرط ایمانی کے اس فتور پر حیرت ہے کہ وہ کافروں اور ملحدوں [illegible] سے زیادہ قصے کہانیاں اور سپہ سالاروں کی باتیں یاد رکھتے ہیں اور انہیں سلوک کی مجلسوں اور محفلوں میں بیان کرتے ہیں۔ ہم پیروں کے درباروں میں کسی کی تحریر و [illegible] کو حاصل کرتے ہیں۔ اگر (اتفاق سے) نبی و مرسلین کے حالات اور قدیم مشائخ کے ملفوظات بیان کیے جا رہے ہوں تو ان کی زبانوں پر تالے لگ جاتے ہیں اور کسی دلچسپی کا اظہار نہیں کرتے کہ مجلس میں یہ بات کہی گئی ہے۔ قطعہ

اگر مذکور گردد [illegible] خرافات
مر او دل [illegible] بجمع امثال گوید
اگر ذکرے رود از دین و آثار
کند [illegible] و قیل و قال گوید

ترجمہ: اگر فضول اور بے سود باتیں ہو رہی ہوں تو اس طرح کی ہزاروں باتیں کہنے لگتے ہیں اور اگر دین اور دینی روایت کا ذکر چل نکلے تو سب قیل و قال میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب گرامی

[illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ [illegible] قریش [illegible] بن معد بن عدنان [illegible] اسماعیل [illegible] بن تارخ بن [illegible] یارد بن مہلائیل بن قینان بن انوش بن شیث بن آدم علیہ السلام۔

[illegible] تحقیق یہ ہے کہ [illegible] بے شک تمام عرب کا نسب حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے [illegible] یہ بھی کہا گیا ہے کہ قریش [illegible] تمام اقوال میں مشہور اور صحیح [illegible] (یعنی [illegible] حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں)۔

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے نسب کے بارے میں [illegible] حضور [illegible] حضرت [illegible] درمیان [illegible] رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سالت ربی عز وجل فاحیا لی امی [illegible] (فرمایا میں [illegible]) [illegible] حضرت عائشہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

حضرت ابن جوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں تحریر کیا ہے کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ جس شخص نے اسے وضع کیا ہے وہ بے شک اشتباہ کم فہم اور علم سے بے بہرہ تھا کیونکہ اگر اس کو علم ہوتا تو بے شک وہ جانتا کہ حالت کفر میں مرنے کے بعد رجوع کر کے ایمان لانا کار آمد نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ ایمان لے بھی آئے تو از روئے تحقیق مذہب [illegible] نہیں ہوتا وہ کافر ہی رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "فیمت وھو کافر" (پھر وہ کافر ہونے کی حالت میں مر جائے) لہٰذا خلاف اس کے ایک دوسری حدیث ہے۔ صحیح حدیث میں ہے حضرت رسول علیہ السلام کا ارشاد ہے: میں نے اپنے پروردگار سے حکم طلب کیا کہ میں اپنی والدہ کی مغفرت کا طلب گار ہوں تو اللہ تعالیٰ نے حکم نہیں فرمایا۔

ایک دوسری مجلس میں، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا ہے ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمعيل، واصطفى من ولد اسمعيل بني كنانه واصطفى من بني كنانه قريش واصطفى من قريش بني هاشم بے شک اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا ابراہیم کی اولاد میں سے اسمٰعیل کو اور برگزیدہ کیا اسمٰعیل میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کے حضور میرا نور حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے موجود تھا اور ملائکہ کے ساتھ تسبیح و تہلیل میں مصروف تھا۔ حق تعالیٰ نے آدم کو پیدا فرمایا تو اس نور کو آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھا پھر آدم علیہ السلام کی پشت سے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی نسل میں منتقل ہوا۔ وہاں سے وہ نور میرے بزرگوں کے صلب اور ان کی پاک بیویوں کے رحم میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ میرے والد کے صلب اور میری والدہ کے رحم سے [illegible] وجود میں آیا۔ شعر

[illegible] حبیب آں شب آمد پدید
[illegible] صبح صادق پدید

جس کی رات [illegible] کہ آپ کی ولادت سے صبح صادق کا ظہور ہوا

میرے اسلاف میں سے کسی نے زنا کاری نہیں کی۔ ہمارے سب بزرگوں نے نکاح کے ساتھ معاشرت کی ہے۔ میرے اسلاف میں خلاف ورزی اور جاہلیت کی رسم کا رواج نہ تھا

امام ثعلبی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت آدم (علیہ السلام) تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ماؤں کے نام، متقدمین کی تصانیف اور نسب نگاروں کی کتابوں سے تلاش کیے ہیں۔ حضرت حوا تک [illegible] کا جو تجزیہ کیا ہے تو پانچ سو نام نکلے۔ سب

ایمان مطبوعہ نسخے (ص ۱۰۲) [illegible] یہ عبارت [illegible] حدیث [illegible] ولیس وھو کافر [illegible] حدیث [illegible] اس عبارت سے حدیث [illegible] کا اشارہ ہوتا ہے [illegible] اصل مخطوطے میں یہ عبارت یوں ہوگی۔ [illegible] لیس وھو کافر [illegible] حدیث [illegible] صحیح کے مطابق [illegible]

[illegible]

[illegible] اشارات [illegible] تھیں) تھیں۔ [illegible] وصل شوہروں سے [illegible] بعد [illegible] حضرت [illegible] ولی بھی قیدی [illegible] تھی۔ [illegible] سے تھیں جیسے کہ [illegible] ہے [illegible] وتقلبک فی الساجدین٥ [illegible] (و [illegible] کتاب) [illegible] آپ کے بیٹے کو ایک [illegible] آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) [illegible] مبعوث فرمایا۔

دوسرا شرف۔ رسول علیہ السلام کی ولادت کا بیان

حضرت قدوۃ [illegible] تھے [illegible] حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] (اعوذبا [illegible] مکہ معظمہ میں [illegible] پہلی [illegible] واقعے [illegible] میں [illegible] تھی۔ [illegible] تیس یا چالیس سال بعد ولادت ہوئی تھی لیکن روایت [illegible] عالم ناسوت میں جلوہ افروز ہوئے۔ (یہ فرمانے کے بعد حضرت قدوۃ [illegible] بیت [illegible] شوق [illegible] ارشاد فرمائی)

[illegible] ظہور مظہر [illegible] ست
[illegible] ذات [illegible] صدق آمدہ ست

(آج [illegible] کا دن ہے۔ آج [illegible] کے سچے جانشین کی ولادت کا دن ہے)

[illegible] شب [illegible]
[illegible] چشم [illegible] ست

(آج [illegible] شمس [illegible] کا نور [illegible] کا [illegible] ہے)

[illegible] شب [illegible] شب [illegible]
[illegible] شب [illegible] ست

([illegible] مقصود تھے [illegible] اور [illegible] ہے)

[illegible] محتشم [illegible]
[illegible] ست

[illegible] مطبوعہ [illegible] مرقوم [illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

([illegible] سب سے زیادہ [illegible] دن ہے۔)

[illegible]
[illegible]

([illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کی جو [illegible] فطرت کے
[illegible])

[illegible]
[illegible]

([illegible] رات کے [illegible] (بن کر) [illegible] پر بیٹھا ہے)

[illegible]
[illegible]

([illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے ساتھ قدم رکھا [illegible] آسمان اور [illegible] آپ کے خیر
مقدم [illegible])

[illegible]
[illegible]

([illegible] شخص کے لیے جو تجھے شریف
[illegible])

[illegible] کے دور ہوئی تھی، وحی کا نزول اور وفات
[illegible] کی وادی میں جمرۃ الوسطیٰ کے قریب [illegible] ہوئیں۔ شعر:

[illegible]
[illegible]

([illegible] تک [illegible] نمودار ہوا)

([illegible] آپ ﷺ کے حمل کے وقت دیکھا کہ ایک نور [illegible] سے نکلا، اس سے شام و
بصریٰ کے محلات [illegible] آپ ﷺ کا حمل [illegible] ہلکا تھا۔ جب
آپ ﷺ [illegible] بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی

[illegible]

[illegible] درمیان [illegible] جمرۃ الوسطیٰ کہتے ہیں۔

ولادت (با سعادت) کی رات کسریٰ (شاہ ایران) کے محل میں زلزلہ آ گیا اور چودہ کنگرے زمین دوز ہو گئے۔ بیت:

[illegible]
[illegible]

(جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا دن پیدا ہوا تو ایوان کسریٰ میں زلزلہ آ گیا)

آتش کدہ فارس کی آگ جو ۱۰۰۰ برس سے روشن تھی بجھ گئی اور دریائے ساوہ کا پانی خشک ہو گیا جیسے کہ (انوری کے شعر) کے مضمون سے ظاہر ہے۔ شعر:

[illegible]
[illegible]

(یعنی آتش کدہ فارس بجھ گیا اور دریائے ساوہ کا پانی ان کی شان میں خشک ہو گیا)

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ حضرت آمنہ جتنے عرصے تک [illegible] سے حاملہ رہیں، انھیں کسی قسم کی گرانی اور تکلیف جو عورتوں کو ہوتی ہے ہرگز نہیں ہوئی اور نہ ولادت کے وقت جو درد عورتوں کو ہوتا ہے مجھے نہیں ہوا۔ حضرت آمنہ نے مشاہدہ فرمایا کہ ساتوں آسمان اور زمینوں کے فرشتے میرے گھر میں نازل ہوئے ہیں اور مجھے بشارت دے رہے ہیں [illegible] کا نور [illegible] کے حسن کے نور سے مشرق تا مغرب (تمام عالم) چمکنے لگا۔ بیت:

[illegible]
[illegible]

(ستارہ صبح نے آپ کو خوشخبری دی کہ آپ کی ذات سے آفتاب صادق طلوع ہوتا ہے)

[illegible]
[illegible]

---

۱ مطبوعہ نسخے (ص ۲۴۳) میں شعر یوں نقل ہے۔

[illegible]
[illegible]

یہ شعر [illegible]

[illegible]

[illegible]

(آپ [illegible] آفتاب [illegible] روشن [illegible] کہ اس کی روشنی [illegible])

[illegible]
[illegible]

(آپ [illegible] کے نور سے چاند ستاروں کی چمک [illegible] کی مانند [illegible])

[illegible] ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کا [illegible] اٹھانے میں [illegible] آپ ﷺ سے [illegible]

[illegible] سے سیدہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
تھیں اس زمانے میں [illegible] عورتیں مکہ معظمہ میں آئی تھیں۔ اہل مکہ [illegible]
[illegible] تھے [illegible] عورتیں مکہ
معظمہ میں [illegible] حلیمہ [illegible] کوئی بچہ
نہ ملا تو اس پر انھوں نے مجبوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اپنی چھاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible]
میں رکھی تو پستان سے اس قدر دودھ جاری [illegible] تھے حالانکہ اس سے قبل خود ان کے بیٹے کے لیے
ان کا دودھ کافی [illegible] حضرت حلیمہ [illegible] تھی [illegible]
[illegible] تھی [illegible]

[illegible]
[illegible]

(بدگمان [illegible] دودھ [illegible])

([illegible]) آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ہوئی [illegible]
[illegible] زیادہ دودھ [illegible]
و حضرت حلیمہ [illegible] تھیں [illegible] چند [illegible])
[illegible] حضرت صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کا
[illegible] تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
اپنی [illegible] ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ [illegible] آخر الزماں ہے۔

[illegible] آپ ﷺ [illegible] سے [illegible] ہیں۔

جب حضرت حلیمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر [illegible] تو [illegible] ایک [illegible] تھی، آپ ﷺ سے

[illegible] تمی [illegible] قریب تھ ہوگئیں۔ اسی طور مال و اسباب بڑھتے چلے گئے۔ قطعہ

[illegible] مراتب مشتری [illegible]
[illegible] قدم [illegible] سعادت
سعادت سوئے او روئے در آورد
[illegible] و فرخندہ عادت

[illegible] کا حصل ہے اپنی جان کے ساتھ سعادت کی طرف بڑھ
[illegible] سے مبارک اخلاق کی نعمت حاصل ہوئی)

[illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حلیمہ اور قبیلے کے لڑکوں کے ساتھ بکریاں [illegible] آپ ﷺ چھوٹے بچوں کی [illegible] جماعت میں کھیل [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چشم مبارک کو [illegible] (چہرہ مبارک کو) [illegible]

[illegible]

[illegible] معرفت [illegible] اور
[illegible]

[illegible] معرفت [illegible]

[illegible] جب آپ کے ساتھیوں نے یہ دیکھا تو دوڑ کر حضرت حلیمہؓ [illegible] تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خراں رسیدہ درخت [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے (حضرت حلیمہؓ [illegible] یہ فرزندگی [illegible] ان فرزند سے روز نئے عجیب و غریب واقعات ظاہر ہوتے ہیں۔ قطعہ

[illegible] کند [illegible] نارسیدہ
[illegible] رسیدہ نارسیدہ

ہدایت ازلی چیزیست تا عنایت
چہ خواہد کرد [illegible] تا رسیدہ

(اس نابالغ فرزند سے خلاف عادت، [illegible] ظہور میں آئی۔ [illegible] مقام [illegible] رنگ چڑھ [illegible] تک [illegible] سال [illegible] سے [illegible]
فیصلہ یہی ہے تو یہ پوچھیں (اوباش فرزند) کیسے جانے گا (جواں ہوگا) تو [illegible] ہے!

مورخین و محدثین نے تحریر کیا ہے کہ جب رسول علیہ السلام آٹھ سال کے تھے تو آپ ﷺ کے [illegible] عبدالمطلب نے وفات پائی۔ انھوں نے اپنی وفات کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کے سپرد کیا۔ ابوطالب آپ ﷺ کے [illegible] تھی۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش اور راحت میں بہت زیادہ [illegible] کی۔ جب آپ ﷺ کی عمر شریف بارہ سال ہوئی تو ابوطالب آپ ﷺ کو [illegible] ساتھ لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ [illegible] پہنچے۔ بحیرا راہب نے جو راہبوں کا رئیس [illegible] نبوت کی نشانیوں کا [illegible] بات [illegible] شخص [illegible] دعوت میں داخل [illegible] ابوطالب نے کہا کہ یہ فرزند چھوٹا [illegible] اور [illegible] بلایا۔ جب دسترخوان بچھ گیا تو [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] میرا [illegible] مقصود تھی [illegible] کو جانا [illegible] انھوں نے جواب دیا کہ سب آگئے ہیں البتہ ابوطالب کے بھتیجے نہیں ہیں۔ راہب نے [illegible] بلاؤ۔ جب [illegible] آیا (تو دیکھا کہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب [illegible] تشریف [illegible] آپ ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ [illegible] نبوت کی [illegible] بشارت دی تھی وہ آپ ﷺ ہی ہیں۔ ابیات

گرچہ [illegible] آفتاب است
چہ [illegible] است

(اگرچہ (فطرت کے قاعدے سے) [illegible] کے پیچھے ہوتے ہیں لیکن آپ ﷺ (کی ذات [illegible]) ہے)۔

[illegible]
[illegible]

مطبوعہ نسخے (ص ۲۲۷) پر یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے۔

[illegible]
[illegible]

[illegible]

(یعنی گردش کرنے والے بڑی آبرو والے دیکھو جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرق مبارک سے (دھوپ کو ہٹانے کے لیے دور باشی کا فرض انجام دیتا ہے)

تیسرا شرف۔ ولادت مبارکہ کے بعد بعض حالات کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے بعد واقعات کی تفصیل بیان کرنے کے لیے بہت سی تصانیف کی ضرورت ہے بلکہ دفاتر بھی ناکافی ہیں۔ شعر:

چناں سر بر زد آثار نبوت
ز بعد زادن آں بحر اسرار

(یعنی بحر اسرار (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کے بعد نبوت کی اتنی زیادہ نشانیاں ظاہر ہوئیں)

اگر دریا مداد و چوب قلم
بود کاغذ ہمہ اوراق اشجار

(کہ اگر سمندر لکھنے کی روشنائی ہو جائیں اور تمام درختوں کی لکڑیاں قلم اور پتے کاغذ بن جائیں)

قلم راند اگر بود ار جنس خلائق
بپایاں نایدش ارقام آثار

(اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تحریر کیے جائیں تو تمام امکان صفحہ تحریر میں نہ آسکیں)

کتاب 'خلاصۃ السیر' میں بیان کیا گیا ہے کہ آں حضرت علیہ السلام حضرت خدیجہؓ سے نکاح سے قبل، ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ بغرض تجارت مکے سے شام روانہ ہوئے۔ جس وقت شام میں داخل ہوئے تو آپ ﷺ نے ایک درخت کے سائے میں جو ایک راہب کے عبادت خانے کے قریب تھا قیام فرمایا۔ اس راہب نے گرجا کی کھڑکی سے میسرہ کی جانب دیکھا اور دریافت کیا کہ یہ صاحب کون ہیں؟ میسرہ نے جواب دیا کہ یہ صاحب قبیلہ قریش سے ہیں اور حرم کے رہنے والے ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی قیام نہیں کرتا۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مال فروخت کیا اور وہ چیزیں جو منظور تھیں وہاں سے خریدیں۔ تمام اسباب (اونٹوں پر) لاد اور مکہ معظمہ واپس ہوئے۔ (واپسی پر) میسرہ نے بتایا کہ جس وقت دوپہر کی سخت گرمی ہوتی تھی تو دو فرشتے نازل ہوتے تھے اور آپ پر گرمی سے بچانے کے لیے سایہ کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر سفر جاری رکھتے تھے۔ جب مکہ معظمہ میں تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے وہ چیزیں جو آپ (شام سے) لائے تھے

فروخت کریں جس سے دگنا ان سے زیادہ قیمت ملی۔

میسرہ نے حضرت خدیجہؓ کو راستہ کے عجیب واقعات اور فرشتوں کے سایہ کرنے کے بارے میں بتایا۔ جب آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اے ابن عم! آپ کے بارے میں لوگوں کے نیک گمان ہیں۔ میں نے آپ کے اچھے اخلاق کے سبب مجھے آپ سے رغبت ہوئی ہے۔ آپ اپنی قوم میں شریف ہیں۔ امین ہیں، اچھا صاحب خلق ہونا اور آپ کی صداقت ہونا آپ کی رغبت کا سبب ہے۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نفس پیش کیا (نکاح کا پیغام دیا)۔ حضرت خدیجہؓ اوسط شریف کی عورتیں قریش کی عورتوں میں نسب کے اعتبار سے بہت عزت والی اور شرف عظیم تھیں اور سب سے زیادہ مالدار تھیں اور ان کی قوم کا ہر شخص ان امور کے باعث ان کا حریص تھا۔

حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ذکر اپنے چچاؤں سے کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ خویلد بن اسد کے ہاں گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت خدیجہؓ کو پیغام نکاح دیا۔ خویلد بن اسد نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد ابو طالب شرفائے شہر کے ساتھ آئے اور خطبہ نکاح پڑھا۔

> تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم و اسماعیل کی اولاد میں پیدا کیا اور ہمیں اپنے گھر کا نگہبان اور حرم کا منتظم بنایا اور ہمارے لئے ایسا گھر بنایا جس کا حج کیا جاتا ہے اور ہمیں لوگوں پر حاکم بنایا۔
>
> بے شک یہ میرے بھتیجے محمد ﷺ ان سے جس کا بھی موازنہ کیا جائے ان سے بڑھ جائیں گے۔ اور محمد ﷺ تو وہ ہیں جن کو تم جانتے ہو یہ حضرت خدیجہ بنت خویلد سے رغبت رکھتے ہیں۔ تحقیق حضرت خدیجہ بنت خویلد سے نکاح کا پیغام دیا اور اس کا مہر میرے مال میں سے ہے اور تم مقرر کیا ہے خدا کی قسم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ خصائل اور شرف کے حامل ہیں۔ انہوں نے خدیجہؓ کو اپنے حبالہ نکاح میں لیا۔

اس وقت (نکاح کے وقت) آپ کی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچیس سال دو ماہ اور دس دن کی تھی اور خدیجہؓ چالیس سال کی تھیں۔ اور تحقیق کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں دوسرا نکاح نہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعثت کے بعد دس سال اور ہجرت سے تین سال قبل تک رہیں ان کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس سال کی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[illegible]

خاص مصاحب حضرت صدیق تھے۔ روایت ہے کہ [illegible] تحقیق [illegible] علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں قیامت میں تمام انسانوں کا سردار ہوں گا لیکن میری اولاد میں سے ایک شخص ایسا ہے جو مجھ سے افضل ہے، اس کی بیوی [illegible] اس کی مددگار ہوگی۔ میری بیوی نے میری حیات میں اور میرے دین میں میری مدد کی۔ [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شیطان پر ان کی مدد کی۔ میرا شیطان کافر [illegible] عورتوں میں سب سے پہلے حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا، مردوں میں حضرت ابوبکر، لڑکوں میں حضرت علی [illegible] سب سے پہلے ایمان لائے۔

حضور علیہ السلام نے فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہ کو بشارت دوں جنت کے مکانوں میں سے اس مکان کی جو نہایت وسیع بنایا گیا ہے اور جس میں نہ شور و شغب ہوگا نہ تکلیف ہوگی۔ ایک مرتبہ جبرئیل نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت خدیجہ [illegible] حضور علیہ السلام نے فرمایا اے خدیجہ یہ جبرئیل علیہ السلام ہیں اور تمہیں سلام پہنچاتے ہیں۔

رسول علیہ السلام جب پینتیس سال کی عمر کو پہنچے تو [illegible] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حَکم ہوں گے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غار حرا میں جو مکے کے قریب پہاڑ میں ہے جبرئیل علیہ السلام آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں چند راتیں عبادت میں گزارتے تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا اقرا (پڑھیے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نہیں پڑھتا۔ اس کے بعد جبرئیل نے کہا اقرا باسم ربک الذی خلق۝ خلق الانسان من علق۝ اقرا وربک الاکرم۝ الذی علم بالقلم۝ علم الانسان ما لم یعلم۝ جب رسول اللہ علیہ [illegible] آیات [illegible] آئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب، گوشت اور پٹھے لرز رہے تھے۔ [illegible] گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا مجھے چادر میں لپیٹ دو۔ آپ کو لپیٹ دیا گیا حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اضطراب و خوف جاتا رہا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہ [illegible] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری سرگزشت انہیں سنائی اور فرمایا مجھے اپنی جان کا خوف ہے۔ حضرت خدیجہ نے تسلی دی اور کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم صلہ رحمی کرتے ہیں، جو لوگ [illegible] کے بوجھ ہیں ان کا بار اٹھاتے ہیں، یتیموں اور بیواؤں کی پرورش کرتے ہیں، مفلسوں کو مال عطا کرتے ہیں، اپنے مہمانوں سے نیک برتاؤ کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں اور ایمان کی مدد کرتے ہیں۔

پھر حضرت خدیجہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] "السلام علیک یا رسول اللہ"۔

[illegible]

[illegible]

سے گئے جہاں آپ ﷺ کو [illegible] آپ ﷺ سے قبل [illegible] سے دھو دیا گیا پھر فلک مبارک [illegible] جنت سے [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور آسمان کی بلندی کی جانب روانہ ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آسمان [illegible] آسمان پر حضرت یحییٰ اور [illegible] کے بھائے یحییٰ علیہم السلام [illegible] آسمان [illegible] علیہ السلام [illegible] آسمان پر ہارون علیہ السلام [illegible] علیہ السلام [illegible] علیہ السلام [illegible] بیت المعمور سے پشت لگائے ہوئے تھے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ ﷺ کی امت پر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ ﷺ نے مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی۔ یہ واقعہ [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں داخل ہوئے [illegible] مکہ معظمہ میں آپ ﷺ [illegible] مکہ معظمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم (دین کی تبلیغ [illegible] لوگوں کے پاس آتے جاتے تھے [illegible]

"[illegible] اور اس کے بدلے میں جنت کا حق دار بنیے۔"

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تو لوگ آپ ﷺ کی جانب انگلیاں اٹھا اٹھا کر [illegible] تھے [illegible] آپ کی خدمت میں بھیجا [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ایمان [illegible] وہیں کی [illegible] سے [illegible] تھے [illegible] دیتے تھے [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] ﷺ

[illegible] حضرت [illegible] تھے [illegible]

تھی، چنانچہ میں نے رسول علیہ السلام کے لیے دودھ درست صاف کی۔ میرے پاس ایک چھاگل تھی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں آپ ﷺ کے لیے آپ ﷺ کے لیے بستر بچھا دیتا ہوں۔ جس میں وہ لیٹ گئے۔ یکایک میری نظر ایک چرواہے پر پڑی جو اپنی بکریاں ہانکے ہوئے چٹان کی طرف آ رہا تھا۔ اس کا ارادہ بھی میرے ارادے کی طرح تھا یعنی چٹان کے سائے میں بیٹھنا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ تمہارا تعلق کس جگہ سے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں اہل مدینہ سے ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا تمہارے گلے کی بکریوں سے دودھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان فرمایا کہ اس نے دودھ کے لیے ایک بکری پکڑی۔ پھر میں نے کہا کہ اس کے تھنوں کو صاف کر لو۔ چنانچہ اس نے برتن میں دودھ دوہا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا بعد ازاں میں نے دودھ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے پانی ملایا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس لے گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ میں حضور ﷺ کے بیدار ہونے تک دودھ کا برتن لیے کھڑا رہا (جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو) میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ نوش فرمائیں۔ حضور علیہ السلام نے دودھ نوش فرمایا یہاں تک کہ میں خوش ہو گیا۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا، [illegible] حرکت فرمانا چاہیے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ اس کے بعد ہم سفر کرنے لگے۔ ہم راستے میں تھے کہ سراقہ بن مالک بن جعشم (ہمارے تعاقب میں) آ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ سراقہ کو دیکھ کر رونے لگے اور عرض کیا کہ سراقہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے اور گرفتار کرنے آ پہنچا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا اور سراقہ کے لیے بددعا کی سو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے بددعا فرمائی ہے، اب دعا فرمائیں کہ میں (اس مصیبت سے) نجات پاؤں۔ اس کے بدلے میں میں کفار مکہ کو واپس لوٹا دوں گا جو آپ کو پکڑنے کے لیے میرے پیچھے آ رہے ہیں اور آپ ﷺ کے بارے میں کسی کو مطلع نہ کروں گا۔ جب حضور علیہ السلام اور ابوبکرؓ دونوں نے سراقہ کے لیے دعا کی اور وہ واپس لوٹ گیا اور اپنے عہد پر قائم رہا۔ اس نے جو کوئی بھی رستے میں ملا اسے لوٹا دیا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ جب سراقہ واپس ہونے لگا تو بولا یہ میرا ترکش ہے سو آپ ﷺ بطور نشانی اپنے پاس رکھ لیں۔ راستے میں فلاں مقام پر آپ ﷺ کو میرے اونٹ اور غلام ملیں گے۔ آپ ﷺ انہیں یہ نشانی دکھا کر جو ضرورت ہو پوری فرما لیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا ہمیں ان کی کوئی حاجت نہیں ہے۔

راستے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ام معبد کے خیمے پر سے ہوا جو قوم خزاعہ سے تھی۔ یہ خاتون خیمے کے صحن میں بیٹھی تھی اور مسافروں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی۔ چنانچہ حضور علیہ السلام کھجور اور گوشت خریدنے کے لیے ان کے پاس گئے لیکن ام معبد کے پاس نہ کھجور تھی اور نہ گوشت تھا۔ وہ قحط میں مبتلا تھی۔ بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خیمے کے قریب ایک بکری دیکھی اور ام معبد سے اس کی کیفیت دریافت فرمائی۔ ام معبد نے جواب دیا کہ یہ لاغر بکری

ے جو ضعف و ناتوانی کے سبب گلے سے پیچھے رہ گئی تھی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا یہ دودھ دیتی ہے؟ ام معبد نے عرض کیا کہ یہ قوت سے رہی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اجازت دو تو ہم اسے دوہ لیں۔ اس نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان [illegible] آپ کو اجازت ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری سے [illegible] اپنے دست مبارک سے اس بکری کے تھن کو مس کیا اور [illegible] سب [illegible] بھر گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام معبد اور ان کے ساتھیوں کو پلایا [illegible] سیر ہو گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا [illegible] سے سیر ہو گئے تھے۔ دوسری مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہا اور [illegible] پاس چھوڑ کر روانہ ہو گئے۔

کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ [illegible] ام معبد کے شوہر ابو معبد (آ گئے) [illegible] دوران ایک آواز سنائی دی۔ ادھر مکہ معظمہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا [illegible] سن رہے تھے کہ [illegible] یہ اشعار پڑھ رہا تھا:[1]

جزی اللہ رب الناس خیر جزائہ
رفیقین حلا خیمتی ام معبد

ترجمہ: اللہ جو لوگوں کا پروردگار ہے وہ بہتر بدلہ دے ان دو دوستوں کو جو ام معبد کے خیمے میں اترے۔

ہما نزلا بالبر ثم ترحلا
فافلح من امسی رفیق محمد ﷺ

ترجمہ: وہ دونوں نیکی اور بھلائی کے ساتھ وہاں اترے پھر وہاں سے چلے گئے سو کامیاب رہا جو محمد ﷺ کا دوست بن گیا۔

لیہن بنی کعب مقام فتاتہم
ومقعدہا للمومنین بمرصد

ترجمہ: بنی کعب (ام معبد کی قوم) کو مبارک ہو کہ آپ ﷺ ان کے مسکن میں مومنین کا انتظار کر رہے تھے۔

فیا لقصی ماروی اللہ عنکم
بہ من فعال لا یجاری وسودد

ترجمہ: اے قصی کے خاندان [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] سرداری اور شرافت کے ساتھ نہ چل سکے۔

---

[1] [illegible] شعر [illegible] پروفیسر محمد محسن صدیقی کی [illegible] صدیقی [illegible]

سلوا اختكم عن شاتها وانائها
فانكم ان تسألوا الشاة تشهد

ترجمہ: (اے بنی کعب) اپنی بہن (ام معبد) سے ان کی بکری اور برتن کے بارے میں پوچھو اور اگر تم بکری سے پوچھو گے تو وہ بھی گواہی دے گی۔

دعاها بشاة حائل فتحلبت
له بصريح ضرة الشاة مزبد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (ام معبد) سے ایک دودھ نہ دینے والی بکری مانگی اور اس نے تھن والے حصے سے خالص دودھ نکالا جو جھاگ دار تھا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ معظمہ میں) تھے جب آپ ﷺ مکے سے باہر نکلے (تو [illegible]) پوشیدہ ہوگئے حضرت ابوبکر کہتے ہیں [illegible] ایک پہاڑ میں [illegible] جسے غار ثور کہا جاتا ہے میں نے مشرکین کے قدموں کو دیکھا اور ہم غار میں تھے۔ مشرکین ہمارے سروں پر تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر یہ لوگ اپنے پیروں کی طرف نیچے نگاہ کریں تو ہمیں دیکھ لیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر تمہارا کیا گمان ہے ان دو شخصوں کے ساتھ جن کا تیسرا اللہ ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو انصار مدینہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کے لئے [illegible] آپس میں جھگڑنے لگے۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ آپ ﷺ اس کے گھر میں قیام فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بنی عبدالمطلب کے ننھیال کے ہاں قیام کروں گا [illegible] عزت بڑھے۔ لوگوں نے اس طرح تعظیم کی۔ اس وقت یہ منظر تھا کہ مرد اور عورتیں سب مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئے بچے اور غلام مدینے کی گلیوں میں پھیل گئے اور سب بلند آواز سے کہہ رہے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

چوتھی شرف۔ آپ ﷺ کا کفار سے جہاد کرنے اور آپ کی حفاظت کرنے والوں کے ناموں کا بیان

حضرت قتادہ نے فرمایا کہ مشہور غزوات کی تعداد [illegible] ہے۔ بعض [illegible] ناموں [illegible] سے زیادہ بھی بتاتے ہیں۔ کشاف میں سورہ انفال کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ قریش کے سردار ابوسفیان [illegible] اور [illegible]

[illegible]

سواروں اور پیادوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملک شام سے واپس ہو رہے تھے جب [illegible] پہنچے۔ [illegible] روزگار کے رستم اور میدانِ جنگ کے [illegible] (صلی اللہ علیہ وسلم) [illegible] تین سو تیرہ [illegible] کے ساتھ قریشی قافلے پر حملہ کرنے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔ [illegible] کعبے شریف کی چھت سے پکارا۔ اے قریش [illegible] محمد مصطفیٰ علیہ السلام [illegible] رکھتے ہیں [illegible] تمہیں عزت حاصل ہو سکتی [illegible] موجود ہے۔

اس واقعے سے قبل حضرت عباس رضی اللہ عنہ [illegible] کے مقام سے [illegible] پتھروں کی بارش ہوئی [illegible] قریش [illegible] تو قریش قافلے کے پیچھے سے [illegible] ہو گیا۔

جبرائیل علیہ السلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے [illegible] اللہ وعدکم احدی الطائفتین [illegible] آپ ﷺ [illegible] تو آپ تجارتی قافلے پر [illegible] قریش [illegible] آپ ﷺ [illegible] حضرت رسول علیہ السلام [illegible] قریش [illegible] آپ کی [illegible] اس بارے میں صحابہ سے مشورہ کیا تو [illegible] قریش سے جنگ [illegible] تجارتی قافلے پر [illegible] و اذ یعدکم اللہ احدی الطائفتین انھا لکم وتودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم[1] [illegible] سمجھ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] قریش [illegible] سعد بن معاذ [illegible] عرض کیا۔ اے آقا! ہم قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں ہیں جنہوں نے کہا فاذھب انت وربک فقاتلا انا ھھنا قاعدون[2] (پس تم جاؤ اور تمہارا رب، تم دونوں (ہی) ان سے لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں) [illegible] ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اگر آپ ﷺ سمندر [illegible] آپ کے ساتھ [illegible] آپ ﷺ پہاڑ پر چڑھیں گے تو [illegible] آپ ﷺ کے ساتھ چڑھیں گے۔ [illegible] علیہ السلام [illegible] اہل قریش

---

[1] [illegible] اور تم چاہتے تھے کہ غیر مسلح [illegible]

[2] پارہ ۶۔ سورۃ المائدہ آیت ۲۴۔

(کے شعر) کی جانب [illegible] [illegible] تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے کہ بدر میں فلاں جگہ ابوجہل قتل ہوگا، فلاں جگہ شیبہ کا سر کاٹا جائے گا۔ فلاں مقام پر [illegible] قتل ہوں گے اور [illegible] میں ان حضرات کو لٹکائے جائیں گے [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] قتل [illegible] کی لاشوں کی نشان دہی فرما دی۔

مکہ پر [illegible] باتیں دشوار معلوم ہوئیں۔ [illegible] حضرت [illegible] اور [illegible] جانب روانہ ہوئے۔ ابوجہل [illegible] ساتھ ساتھ [illegible]۔ قریش چاہتے تھے کہ اب ہم بھی [illegible] لوٹ جائیں لیکن ابوجہل نے [illegible] جب تک [illegible] یہاں [illegible] پانی [illegible] دونوں کو [illegible] ایک ساتھ [illegible] یہاں تک کہ تمام عرب اور محمد علیہ السلام [illegible] مشہور تھے ادھر سید عالم علیہ السلام ان سے نو فرسنگ کے فاصلے پر میدان بدر میں تشریف فرما ہوئے [illegible] جہاں پانی [illegible] مثنوی

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: (بدر کے میدان میں [illegible] مقام کو حاصل کیا کہ گرمی نے لوگوں کے [illegible] نکال دیا۔

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: [illegible] تھی [illegible] دونوں سے [illegible] والی تھی۔

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: [illegible] اپنی [illegible] کی [illegible] سے [illegible] دی تھی۔

جب [illegible] اور [illegible] قتل [illegible] کا مشاہدہ [illegible] اور قریش [illegible] (اھ) [illegible] قریش [illegible] کامیابی [illegible] جنگ تھے۔ مثنوی

[illegible] (۱۲۸ [illegible] [illegible]
[illegible] مکانات [illegible] ہے۔

پدیدی در آمد بہ اہل قریش
کہ آمد سیاہی ز بیگانہ کیش

ترجمہ: اہل قریش (کے دل سے کامیابی کا بے بنیاد خیال) ایسے ظاہر ہوا جیسے بے دینوں (کے دل کی) سیاہی ظاہر ہوتی ہے۔

ازیں آمدن شادمانی شدہ
ز شادی کہ بس کامرانی شدہ

ترجمہ: وہ اس کیفیت سے بہت شادماں ہوئے۔ نہ صرف شادماں ہوئے بلکہ خود کو کامیاب تصور کرنے لگے۔

عجب مرغے از دام من جستہ بود
خوش آورد یزداں کہ پابستہ بود

ترجمہ: عجیب پرندہ میرے جال سے چھوٹ گیا تھا، اچھا ہوا کہ خدا اسے لے آیا کیونکہ پاؤں بندھا ہوا تھا۔

جب رستم آفتاب خوابگاہ مشرق سے اور رستم عالم فروز میدان مشرق سے برآمد ہوا تو قریش کے نیزے والوں نے جہاں جہاں وہ تھے پانی میں غوطے لگائے اور انہوں نے دین کے جنگجوؤں سے لڑائی کی تیاری کرلی۔

مثنوی:

چو گو ہمہ بر آورد گاو زمین
براں جست شیر سیہ از کمین

ترجمہ: زمین کی گائے کبوتر کی مانند تھی اور سیاہ شیر نے اپنی گھات سے جست لگائی۔

جہاں از دلیران لشکر شکن
چو انجم کشیدہ صف انجمن

ترجمہ: دنیا نے ستاروں کی مانند لشکر شکن دلیروں سے بہت سی صفیں سجائیں (میدان جنگ میں بہادر ستاروں کی طرح پھیل گئے) اس اثنا میں اس شکست نصیب گمراہی کے لشکریوں اور عسکر جہالت کے نامردوں نے یہ قسم دہرائی کہ وہ (ابو جہل کے) حوالی کرم اور دستر خوان طعام پر بیٹھیں گے اور جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] سے پانی نہ چھین لیں گے نہیں جائیں گے (ان سب پر اللہ کی لعنت ہو)۔ جب حضرت و صحابہ رسول اللہ علیہم نے یہ قسم سنی تو ان لعینوں کی اس آواز سے بے حد غم زدہ ہوئے۔ اصحابؓ پانی سے محرومی کے غم اضطراب کے وہم کے علاوہ (اس بے سود قسم کے) تفکر و تحیر کے غم میں تھے کہ رات آگئی اور لشکر پر نیند طاری ہوگئی۔ لشکر کے سر پر شیطانی وسوسوں اور مکر و فریب کے خوف کا ہراس

دستہ آ کھڑا ہوا۔ سب بدخوابی کی لپیٹ میں آ گئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عمرؓ اس سے محفوظ رہے۔

جب لشکرِ فلک کے علم اور پرچم ظاہر ہوئے (یعنی صبح ہوئی) تو اصحابؓ نے اپنی حالت کے اضطراب اور خیال کی پراگندگی کو رسول کامیاب علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ ایک جماعت جو گزشتہ شب کی بدخوابی سے پریشان ہے۔ ایسی صورت حال میں ہم کس طرح میدان جنگ میں لڑیں گے اور کس طرح مقابلہ کے لیے بڑے دلاوروں پر غالب آئیں گے۔ میدان کی صورت یہ ہے کہ پیر زانو تک ریت میں دھنس جاتے ہیں۔

مثنوی:

در ریگش امید بر آب آمدیم
نہ پئے غرق ریگ سراب آمدیم

ترجمہ: میں اس کی ریت سے پانی حاصل کرنے کی امید لایا تھا۔ اس لیے نہیں آیا تھا کہ ریت کے سراب میں ڈوب جاؤں۔

پیمبر ﷺ چو بشنید عرض یار
بداورئے گردوں بر آورد زار

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہؓ کی عرض سنی تو آسمان کے حاکم (اللہ تعالیٰ) سے دعا کی۔

بر آورد دست و مناجات کرد
ہمہ روئے دل سوئے حاجات کرد

ترجمہ: آپ ﷺ نے مناجات کے لیے دست دعا اٹھائے اور تمام تر توجہ قاضی الحاجات کی جانب رکھی۔

حضرت رسول ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پانی برسانے اور صحابہؓ کے اضطراب کو دور فرمانے کے لیے دعا کی۔ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک بلند تھے کہ بادل رحمت نے نزول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے کرم کا بادل برسا اور اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔ مثنوی

سحاب لطف او بارید چندان
کہ شد سیراب جان دردمندان

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کا بادل اتنا برسا کہ دردمندوں کی جان سیراب ہوگئی۔

چو یاراں سر ہمہ در آب کردند
رہا از تشنگی سیراب خوردند

ترجمہ: تمام صحابہؓ پانی سے تر ہوگئے تشنگی دور ہوگئی سب سیراب ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ سے عرض نیاز کرتے ہی ابر کرم سے اس قدر بارش ہوئی کہ اصحاب نے اچھی طرح غسل کیا اور احباب کو (منھ مانگی) مراد حاصل ہوئی نیز میدان کی ریت (تری کی وجہ سے) جم گئی۔ بیت۔

چو میدان لشکر بر آراستہ
شدہ ریگ ز آب آراستہ

ترجمہ: جب جہاں لشکر کا میدان آراستہ ہو گیا اور بارش سے میدان کی ریت بھی ہموار ہو گئی۔

اسی صورت حال میں ابلیس لعین اپنے مکر و فریب کی کمین گاہ سے نکلا اور سراقہ (بن جعشم) کی شکل بنا کے تین سو سواروں کے ساتھ جو زرہ پہنے ہوئے، تلوار لٹکائے ہوئے اور سر پوش اوڑھے ہوئے دیووں کی طرح علم اٹھائے ہوئے تھے، قریش کی مدد کے لیے نمودار ہوا۔ اس نے ابوجہل سپہ سالار لشکر کے قدموں کا بوسہ دیا اور عرض کیا کہ میں اس روز سے آپ سے شرمندہ ہوں جس روز آپ نے مجھے حکم دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرو مجھ سے اس معاملے میں تقصیر ہوئی۔ آج میں حاضر ہوا ہوں کہ اس تقصیر کی معذرت اور اس حکم کی معافی طلب کروں لیکن شرط یہ ہے کہ آپ میدان جنگ اور لڑنے والوں کا سردار مجھے بنائیں۔ مثنوی

اگر سر لشکر مردان میدان
مرا سازید اے شیران مردان

ترجمہ: اے شیران مردان مجھے آپ مردان میدان کے لشکر کا سردار مقرر کریں

ببینید از سر شمشیر تیزم
چو خون بر سر میدان بریزم

ترجمہ: پھر دیکھنا کہ میں تلوار کی دھار سے کیسا تیز ہوں اور میدان میں کس قدر خون بہاتا ہوں۔

قریش کے مغرور سرداروں نے سراقہ کو لشکر کے آگے رکھا اور تیز طرار جھنڈا بلند کرنے والوں کو اس کے ہمراہ کیا۔ جب لشکر دین اور قلب یقین کے شیروں نے سنا کہ سراقہ کو متکبر افواج کا پیشوا اور حراقہ کو سپہ سالار لشکر کا سردار مقرر کیا گیا ہے تو وہ فکر مند ہوئے کیوں کہ کفار قریش میں تلوار زن اور تیر اندازوں کی تعداد بے شمار تھی اور لشکر اسلام میں تیغ زن مجاہدین کی بے حد کمی تھی۔ اس فرق کو اندھیری رات اور چراغ یا سیاہ اندھیرے اور آنکھ کی بینائی سے تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ مثنوی۔

سپاہان چو شب رومیاں بود چراغ
کم و بیش چوں زاغ و چوں چشم زاغ

ترجمہ: فوجیں اندھیری رات اور رومی چراغ کی مانند تھیں یہ کمی اور بیشی کوے اور کوے کی آنکھ کی مثل تھی۔

ز بسیار و اندک مر آن سپاہ
بہ پروین و انجم توان بست راہ

ترجمہ: فوجوں کی کثرت وقلت کے سبب سے پروین و انجم تک راستہ بند کیا جا سکتا تھا

سپاہ دین اور جنگ گاہ یقین کے سپہ سالار نبی علیہ السلام نے جب ساتھیوں اور دوستداروں کی اس فکرمندی کا مشاہدہ فرمایا تو اپنا سر مبارک گردش دی اور تدبیر کرنے والے آسمان کی جانب اٹھایا اور (اللہ تعالیٰ کی جناب میں) عرض کی کہ اے عاشقوں اور دوست جانوں کے مشکل کشا! اگر آج یہ مٹھی بھر مسلمان اور قلیل اہل ایمان ہلاک ہو گئے تو ان کے بعد روئے زمین پر کوئی شخص باقی نہ رہے گا جو (خاص تیرے لیے) تیری پرستش کرے۔ مثنوی:

نماند کسی در جہاں یادگار
کہ گوید خداوند پروردگار

ترجمہ: دنیا میں کوئی شخص بطور یادگار باقی نہ رہے گا جو یہ کہے کہ مالک وپروردگار اللہ ہے۔

چہ مقصود داری ازیں مشت خاک
کہ یکبارہ ایمان بر آری ہلاک

ترجمہ: اگر آپ نے اس تھوڑے سے بدن کو ایک ہی بار ہلاک کر دیا تو آپ کا مقصود کیا ہوگا۔

اسی لمحے فوج ملائکہ کے سالار اور رحمت دوستوں کے لشکر کے سردار یعنی جبریل، اسرافیل اور میکائیل علیہم السلام تین ہزار فرشتوں کے ساتھ آ موجود ہوئے۔ ان کا لباس سفید تھا۔ وہ عمامے باندھے ہوئے تھے۔ وہ ابلق گھوڑوں اور اطلس سے مزین براقوں پر سوار تھے۔ مثنوی:

رسیدند مرغان لشکر شکن
نہ مرغان کہ گردان گردن شکن

ترجمہ: لشکر تباہ کرنے والے طائر آ پہنچے۔ یہ پرندے نہ تھے گردن توڑنے والے پہلوان تھے۔

ہمائے ہمایون ظفر جبرئیل
صف آراستہ با ہمہ تا دو میل

ترجمہ: جبرئیل علیہ السلام جو فتح مندی کی فال کے ہما ہیں۔ وہ سب کے ساتھ دو میل تک صف آراستہ ہو گئے۔

یکے شد مقدم ہر از سپاہ
سرافیل خود شد ز قلب سپاہ

ترجمہ: ایک فوج کے ہراول کا مقدم ہو گیا۔ سرافیل علیہ السلام فوج کے درمیانی حصے میں رہے۔

[illegible]

[illegible]

ترجمہ [illegible] ناموس سے [illegible] پیچھے [illegible] تھے۔

[illegible] پشت [illegible]

[illegible]

ترجمہ [illegible] پیچھے پہاڑ کی پشت پر [illegible] تھے۔

جب [illegible] شیر [illegible] طرف سے شیر [illegible] اپنی مرضی کے مطابق [illegible] کیفیت میں [illegible] طرف سے [illegible] جبرائیل علیہ السلام [illegible] (یعنی شیطان لعین) سے [illegible] جبرائیل علیہ السلام [illegible] ناموس اکبر (جبرائیل علیہ السلام) کو دیکھتے ہی [illegible] قلب شیر [illegible] مثنوی

[illegible] آفتاب [illegible]

[illegible]

ترجمہ [illegible] آفتاب [illegible] کے خوف [illegible]

[illegible] شیر [illegible]

[illegible]

ترجمہ جب آفتاب نے لڑائی کے لیے شیر مقابل [illegible] میدان سے بھاگ گیا

کما قال الله تعالیٰ [illegible] فلما تراءت الفئتان نکص علی عقبیہ[3] ([illegible] دونوں [illegible] شیطان [illegible] اور میدان جنگ کے [illegible] بھاگے [illegible] شیر [illegible] نعرہ لگایا اور [illegible]

---

[1] [illegible]

[2] [illegible] (اکبر [illegible] پشت [illegible])۔

[3] پارہ ۱۰ سورۃ الانفال آیت ۴۸

کرنے لگے۔ کہنے لگے، اے سراقہ! شکست اس ... تم نے اس شکست کی ابتدا کی ... اور معنوی رسالے سے ہماری فوج کو شکست ہوئی اور اسے درہم برہم کر دیا۔ ابوجہل نے بھی چیخ کر کہا، اے سراقہ تجھ پر کون سا خوف غالب آیا کہ تو نے جنگ سے فرار اختیار کی اور ... کر دیا۔ سراقہ بھی گنگ رہا اور اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اہل قریش کے پیغام رسانی سے اس نے ... پر بہت زیادہ ... چھڑکا ... اسے نام اور ... (کافروں) انی بریء منکم انی اری مالا ترون[1] (بے شک میں تم سے بیزار ہوں یقیناً میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے)۔ اسے راستے سے ناواقف اور بینائی سے محروم ... مثنوی

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: اس میدان میں جو فوج تم نے دیکھی ہے (اس کے) ہر گھوڑے کو میں نے دل سے پسند کیا ہے

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: اگر تم ان کے صدہا رمل سے ایک کو دیکھو تو تمہاری جانیں ہلاک ہو جائیں۔

قریش نے یہ بات سنی تو ... میدان خالی کر دیا اور پہلوانوں کی صف سے بھاگنا شروع کر دیا۔ فرشتوں اور رحمت کے لشکر نے اہل قریش پر تلوار سے حملہ کیا اور ان ... کاٹنے والے لوگوں میں سے ... کو ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے ... تلوار سے ... نکالنے اور ... اچھی جیت کی ... سفید پوش ملائکہ کا مشاہدہ فرمایا۔ جاں نثاران مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے عقب سے نکلے اور کافروں کے سر اڑانے لگے۔ بیت

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: تلوار سے قتل کر کے دشمن کا کام تمام کر دیا۔ کوئی تلوار نہ تھی جس نے سر نہ کاٹا ہو۔

یمین اور یمین میدان کے شیروں نے جو رسول علیہ السلام کے دائیں اور بائیں طرف تھے زیادہ تر کافروں کو قتل کیا اور ان کے سر گھاس کی طرح کاٹ کر رکھ دیے۔ (اس معرکے میں) ابوجہل اور قریش سردار جیسے ہشام، عمرو، شیبہ، عتبہ، ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، ابی معیط ... اور ... ستر اشخاص قتل کیے گئے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ ایک سو ... افراد ان مقامات پر کشتہ پائے گئے جن کی نشاندہی رسول علیہ السلام نے فرمائی تھی۔ بیت

---

[1] پارہ ۱۰ سورہ الانفال آیت ۴۸

بجز دو یک بہشتاد و یک سروری تیغ
در آمد سر دشمناں زیر تیغ

ترجمہ: تقریباً ایک سو اسی دشمنوں کے سر تلوار کے نیچے آئے۔

فتح کے بعد لشکر کے سپہ سالار ور تیغ حضرت نے میدان میں رسول علیہ السلام نے فرمایا تم میں کون ہے جو مجھے ابوجہل کے بارے میں خبر دے کہ وہ میدان سے زندہ بچ نکلا یا قتل کر دیا گیا۔ اصحابؓ میں سے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے جو زخمیوں کی دیکھ بھال پر مامور تھے عرض کیا کہ میں نے ابوجہل کو مقتولوں کے درمیان بھاری زخموں کے ساتھ ایک جانب پڑا ہوا دیکھا ہے۔ وہ ریت میں دھنتا جا رہا تھا۔ بیت

بریگ اندر آں تودہ کہ تباہی
نہاں گشتہ چوں در ریگ ماہی

ترجمہ: وہ تباہی کا تودہ ریت میں چھپ گیا جیسے ریگ ماہی ریت میں چھپ جاتی ہے۔

رسول علیہ السلام کے حکم پر عبداللہ زخمیوں کی طرف روانہ ہوئے اور میدان میں پہنچ کر ابوجہل کے سینے پر بیٹھ گئے۔ ڈاڑھی پکڑ کر اس کا سر کاٹا اور لے کر آئے اور رسول علیہ السلام کے مبارک قدموں میں ڈال دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رسول سجدہ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا کہ الحمدللہ کہ میری امت کا فرعون قتل کر دیا گیا۔ مثنوی

چو آورد و بنہاد پیش رسول
رسول از دل و جاں نمودہ قبول

ترجمہ: جب عبداللہ بن مسعودؓ ابوجہل کا سر کاٹ کر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے دل و جان سے (یہ خدمت) قبول فرمائی۔

چو موسیٰ بہ سجدہ سپاس بستہ
کہ فرعون امت مرا خستہ

ترجمہ: موسیٰ علیہ السلام کی مانند شکر ادا کرتے ہوئے کہ میری امت کا فرعون ختم ہوا۔

قریش کے ستر افراد جن میں ان کے سرداروں میں سے بھی شامل تھے گرفتار ہوئے۔ ان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس اور حضرت علی کے بھائی عقیل اور آپ ﷺ کے داماد ابوالعاص جو حضرت زینبؓ کے شوہر تھے، گرفتار ہوئے۔ سید عالم علیہ السلام نے صحابہ سے مشورہ کیا کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ بہتر ہے ان کی گردنیں اڑا دی جائیں کیونکہ انہوں نے آپ ﷺ کو جھٹلایا اور جلاوطن کیا اور ہمیں اپنے وطن سے

نکاح ہو گیا تھا (یعنی) حضرت ابوالعاص سے جو کہ نسب کے لحاظ سے آپ ﷺ (کے خاندان) سے ہیں اور بے شک آپ ﷺ (ان کے خاندان) سے ہیں (جیسا کہ کہا گیا) اس سے قریب ہے کہ کسی نے خوب کہا ہے۔ بیت

داماد [illegible] قریش [illegible]
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

ترجمہ آپ ﷺ میری عزت و شان میں [illegible] ہیں۔

حضرت زینب نے وہ ہار جو انہیں حضرت خدیجہ سے جہیز میں دیا تھا اپنے شوہر کی رہائی کے لیے بطور فدیہ بھیجا۔ جب وہ ہار سید عالم علیہ السلام کو ملا تو آپ ﷺ نے اسے پہچان لیا۔ آپ ﷺ نے حضرت زینب کو یاد کیا اور چشم مبارک سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہ نے ابوالعاص کو فدیہ کے بغیر رہا کر دیا۔ بیت

چو [illegible] چشم [illegible] گوہر فشاند
اسیران [illegible] آورد [illegible] فدیہ [illegible]

ترجمہ جب آپ ﷺ کی چشم مبارک سے موتی ٹپک گئے تو قیدیوں کو بے فدیہ آزاد کر دیا۔

وہ ہار حضرت زینب کو واپس کر دیا گیا۔ جب حضرت رسول علیہ السلام جنگ کے ارادے سے نکلے تو کئی سو پیادوں کے لیے سواری کی کمی تھی۔ [illegible] جب مال غنیمت ہاتھ آیا تو کوئی پیدل مجاہد ایسا نہ رہا کہ گھوڑے کا مالک نہ ہو (سب کے پاس سواری تھی) مثنوی

چو [illegible] غنیمت [illegible]
[illegible] گشتند [illegible] دست [illegible]

ترجمہ جب مال غنیمت ہاتھ لگا تو بے شمار تکلیف کے سبب [illegible] ہو گئے۔

[illegible] [illegible] [illegible] پیادہ
[illegible] اسپ [illegible] [illegible] پایگاہ

ترجمہ جو پیادے تھے ان میں ایک بھی پیادہ نہ رہا سب کے اصطبل میں گھوڑے اور [illegible] ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فدیہ طلب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو آپ نے ام الفضل کو یہاں آتے وقت دیا تھا۔ ام الفضل حضرت عباس کی زوجہ تھیں۔ جس وقت کہ حضرت عباس نے ام الفضل سے یہ بات کہی تھی کوئی شخص موجود نہ تھا۔ انہوں نے رسول علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ ﷺ کو کس نے خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا مجھے جبریل نے خبر دی۔ یہ سنتے ہی حضرت عباس ایمان لے آئے۔ بیت

[illegible]

[illegible]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نبی (حضرت عباس) [illegible] موافقت میں اسلام لے آئے۔
حضرت عمرؓ و حضرت سعدؓ کا یہ مشورہ کہ بدر کے قیدیوں کو قتل کر دیا جائے خدائے بے نیاز کی رضا کے موافق رہا اور حضرت ابوبکرؓ کی یہ رائے کہ قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے [illegible] حکمت سے موافق نہ پڑی۔ جبریلؑ درگاہ بے نیاز سے آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس معصیت کا عذاب [illegible] جس سے سوائے عمر خطابؓ اور معاذؓ کے کسی کو رستگاری نہ ملے گی۔ سید عالم علیہ السلام [illegible] رنجیدہ ہوئے اور [illegible] کی جانب لوٹے۔
جنگ بدر [illegible] ہجری [illegible] رمضان [illegible] مہینے میں [illegible] فتح ہوئی تھی [illegible] عمران کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے کہ جنگ احد بروز [illegible] شوال [illegible] ہجری میں ہوئی تھی

غزوۂ احد

جب سپاہ حیرت کا اگلا دستہ اور ضلالت کے میدان جنگ [illegible] دشمنوں کے دل میں تھا کہ [illegible] پریشان [illegible] ایک شعر کہا [illegible] شکست کی غیرت سے متاثر [illegible] مدینہ طیبہ کی جانب چلا۔ بیت

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: ایک پریشان گروہ نے ایک شعر کہا [illegible] میں [illegible] مدینہ طیبہ کی جانب دوڑا۔
(ابوسفیان) [illegible] جنگ [illegible] کے ساتھ [illegible] میدان میں [illegible] سوگوار تھی اور جسے جنگ سے پامال ہونا تھا وہ [illegible] بیت

[illegible]
[illegible]

ترجمہ: ایک [illegible] سرکش [illegible] کا [illegible] تھی [illegible] کی [illegible] تھے۔
میدان جنگ [illegible] سید عالم علیہ السلام نے معرکہ جنگ کے بہادروں اور ہر اول دستے کے دلیروں سے مشورہ کیا کہ دشمنوں سے مقابلے اور جنگ [illegible] چاہیے۔ وہ منافقوں کے لشکر کا سردار ہے۔ بعض صحابہ نے رائے دی [illegible] صورت [illegible] جنگ [illegible] چاہیے [illegible] کہ قریش کے جنگلی اور

کافروں کے لشکر کے شیروں کی تعداد تین ہزار تھی اور ہم سب کل چند سو تھے۔ بیت

چ‍ پیادہ بنکاں بتنا تیں وو
[illegible] نادھی آس پہ ارکیں وو

ترجمہ: چھوروں کی شاہیں ہے اس طرح جنگ ہو رہی ہے [illegible] ہیں اور دو پیچھے ہٹے ہیں۔

امیر المسلمین حمزہ اور اصحاب جنھوں نے اس روز شہادت پائی تھی یہ فتح مند رہے دن [illegible] چاہیے۔ رسول علیہ السلام نے یہ بات پسند کی اور [illegible] شوق دلانے کے لیے زرہ زیب تن فرمائی اور دشمن کی طرف چلے۔ تھوڑے سے اصحاب کو یہ بیٹھے رہنے کا اندیشہ تھا۔ سید عالم علیہ السلام نے فرمایا نبی جب زرہ پہن لیتے ہیں تو جنگ سے بغیر واپس نہیں ہوسکتے۔ اب ہمیں بہرحال باہر نکلنا چاہیے۔ بیت،

چو در تن [illegible] زرہ [illegible] کشید
نشاید [illegible] جنگ [illegible] کشید

ترجمہ: جب رحمتِ کائنات نے جسم پر زرہ پہن لی تو بغیر جنگ کے اسے اتارنا نہیں چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس انتظام میں تھے کہ وحی نازل ہوئی اور جبرئیل علیہ السلام نے کامیابی اور فتح مندی کی بشارت دی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آج حق تعالیٰ نے فتح آپ کی جانب رکھی ہے۔ بیت

[illegible] سیدہ [illegible]
کہ امروز بہر تو آید ظفر

ترجمہ: (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے) قلب مبارک پر غیب سے آواز آئی کہ آج صرف آپ ﷺ کے لیے فتح مندی لکھی ہے۔

فتح مندی کی یہ بشارت ملنے کے بعد [illegible] اور دوسری روایت کے مطابق وہ سو اشخاص شرفِ ایمان سے مشرف ہوئے تھے کہ خالد بن ولید کو ذات الشیم میں چھپایا تھا اور دوسرے لشکر سے متعدد [illegible] کے لیے کھڑا ہو [illegible] جبرئیل آئے اور رسول علیہ السلام کو خبر دی کہ خالد بن ولید ذات الشیم میں چھپ گیا ہے۔

مثنوی،

---

[1] یہاں سے مطبوعہ نسخے (ص ۲۸۴) میں [illegible] مطابق [illegible] بشارت [illegible] ہوگیا تھا۔

[2] یہاں یہ بات [illegible] کہ [illegible] شہر سے [illegible] مقام پر [illegible]

[illegible]

[illegible] شان [illegible]

ترجمہ: [illegible] (صلی اللہ علیہ وسلم) نے [illegible] شان [illegible] میں پردہ [illegible]۔

[illegible] شان [illegible]

[illegible]

ترجمہ: [illegible] احمد رہتا ہے۔

سید عالم علیہ السلام نے عبداللہ بن جبیر کو [illegible] کے ساتھ اپنے لشکر سے پیچھے رکھا اور ان سے فرمایا کہ تم تیر اندازوں کے امیر ہو۔ (اس طرف سے) ہوشیار رہو۔ میں نہیں چاہتا کہ تم میں سے کوئی یہ جگہ چھوڑ کر ادھر ادھر جائے کیوں کہ [illegible] میں چھپ [illegible]۔ وہ تم پر حملہ کریں تو تم ایک ساتھ ان پر تیروں کی بارش کر دو۔ (یہ فرما کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام اصحاب کے ساتھ قلب لشکر میں تشریف فرما ہوئے۔

[illegible] حملہ [illegible] شکست [illegible] واقعہ یوں ہے

چناں [illegible] شد [illegible] شکست

[illegible] یار [illegible] پیدا [illegible] مدست

ترجمہ: [illegible] شکست ہوئی ([illegible]) [illegible] تھی)

[illegible] (رسول) علیہ السلام کے اصحاب کے ساتھ (شکست خوردہ) لشکر [illegible] عبداللہ بن جبیر کی طرف سے چھپ گئے۔ (اس تعاقب میں) [illegible] عبداللہ بن جبیر کے ساتھ تھے انہیں [illegible] غنیمت سے محرومی کا شدید احساس ہوا [illegible] رسول علیہ السلام کے تعاقب میں چل پڑے۔ [illegible] عبداللہ بن جبیر [illegible]۔

مدارج [illegible] نافرمانی کی شامت سے [illegible] فتح [illegible] آپ [illegible] نافرمانی [illegible] شکست ہوگئی۔ [illegible] پیچھے سے آگے بڑھا اور میدان جنگ کی طرف چلا۔ خالد بن ولید پیچھے سے نکلے [illegible] تیر اندازوں [illegible] طرف سے تیروں کی بارش کی۔ [illegible] لشکر [illegible] عبداللہ بن جبیر شہید ہوگئے۔ [illegible]

[illegible]

[illegible] ۹۹۴، ص ۲۵۵۔

از قضائے گنبد دوّار دیر
لشکر دین رونق خود گیر

ترجمہ: [illegible] آسمان کی تقدیر سے سب لشکر دین میں خلل پڑ گئی۔

معرکۂ نبوت کے پہلوانوں کے سردار اور جنگ مردانگی لڑنے والوں کے پیشوا علیہ السلام سات سو شخص [illegible] جیت تکبیر چھاپہ ماروں کے ساتھ جمے رہے۔ نامردوں کے سینے [illegible] خون [illegible]۔ بیت۔

بہ میدان مردانگی در شکوه
مثل [illegible] چو کوه

ترجمہ: شان وشوکت کے ساتھ میدان مردانگی میں [illegible] اور پہاڑ کی مانند جمے رہے۔

اصحابؓ نے شکست کی خبر سنی تو تردد میں پڑ گئے۔ جب دشمن کے تیر انداز اور جنگلی نیزہ بردار آگے پیچھے سے حملہ آور ہوئے تو تیروں اور نیزوں کی بارش بارش کی مانند [illegible] تک گزر گئی۔ بیت۔

چو دریائے پیکار از آب تیغ
ز سر بر گذشته از آمد دریغ

ترجمہ: افسوس جب جنگ کا دریا تلوار کے پانی کے ساتھ سر سے گزر گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں کے قدم حرکت میں آئے تو وہ پوری قوت کے ساتھ دشمنوں پر حملہ آور ہوگئے۔ بیت:

کے پشت بیدل پناہ جہان
بد چون ساعد دشمن جہاں

ترجمہ: بے شک جب پناہ جہاں (علیہ السلام) دوستوں کا سہارا بن جائیں تو دنیا سے دشمن فنا ہو جائیں گے۔

اسی اثنا میں ابی وقاص [illegible] پہلوان جہاں (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زخم لگایا اور آفتاب عالم تاب ﷺ کے سر مبارک پر تلوار اٹھائی۔ بیت:

چو بر خورشید گردوں تیغ آمد
عجب برقے کہ [illegible] میغ آمد

ترجمہ: جب آفتاب فلک کے اوپر تلوار آئی تو یہ گمان تھا کہ ایک عجیب بجلی (آفتاب سے نکل کر) [illegible] پر گری ہے۔

ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ عبداللہ قمی حارثی نے کمال جرات سے گوہر کے روئے مبارک پر پتھر مارا۔ اس سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا اور چار موتی (دندان مبارک) موتیوں کی ڈبیہ سے نکل پڑے (شہید ہو گئے)

مثنوی

گوہر اوچوں دل شہ سخت
سنگ چہ گوہر در شکست

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا موتی پتھر سے [illegible] کیا [illegible] ہو کہ پتھر سے آپ کے موتی کو توڑتا؟

[illegible] ار ای کہ دل سنگ بود
عشق سودش در آہنگ بود

ترجمہ: بیان یہ ہوا کہ پتھر کے دل اور ارادے میں زخمی کرنے کی خواہش تھی۔

کے شدے آں سنگ مفتون گوہری
گر نہ شدے در شکستن لعل ساعی

ترجمہ: وہ پتھر کس طرح وحدت بخش ہو سکتا تھا جب وہ لعل کو چکنا چور کرنے والے کی کوشش میں نہ ہوتا۔

جب اس سنگ دل نے موتی توڑنا چاہا، مگر [illegible] کے جوہر کو برقرار [illegible] تو مصعب بن عمیر جو لشکر اسلام کے علم بردار تھے آفتاب کا پردہ بن گئے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آ گئے)۔ مگر ان کی شہادت سے حجر کی تیغ منتشر ہو گئی اور وہ علم جو موتی کی جگہ [illegible] پرچم تھا یا شکست [illegible] تھا پیچھے گر پڑا۔ بیت

چو آمد ترجمانی [illegible]
[illegible] آمد پیش راہ عشر

ترجمہ: جب اس نشان (علم) [illegible] پیچھے گر [illegible] تو اصحاب پر شکست کا دن آ پڑا۔

شیطان نے لشکر کے [illegible] حضرت مصعب [illegible] محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی شہید ہوئے اور آپ ﷺ کا جسم مبارک لہولہان ہو گیا۔ اصحاب اس خبر سے رنجیدہ اور شکستہ دل ہوئے اور لشکر سے کٹ گئے۔

بعض صحابہ [illegible] شہادت [illegible] و الذین قتلوا فی سبیل الله۔ (ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے) [illegible] جیسے کہ حضرت [illegible] صحابہ کے ساتھ جنگ میں شہادت سے شاد کام ہوئے۔

مثنوی

دیدن این حرب عشق حق
در آمد خاک دندیدہ حق

پارہ ۴ ۔ سورہ [illegible] آیت [illegible]

ترجمہ اس جنگ میں رسول علیہ السلام کے ستر اصحاب خاک پر گرے اور بے کفن رہے

نخستین عم جہاں پہلوان
کشیدہ شراب شہادت روان

ترجمہ، خاص طور پر جہاں پہلوان (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا (حمزہؓ) کی روح نے شہادت کی شراب نوش کی

زہے مرد میداں کہ در روز رزم
بہ یزداں رسیدہ بہ ہفتاد زخم

ترجمہ: مبارک ہے وہ مرد میدان جس نے لڑائی میں ستر زخم کھائے (اور اسی حالت میں) اپنے رب کے سامنے حاضر ہوا۔ وحشی نے حضرت حمزہؓ کا پیٹ چاک کیا اور جگر نکال کر کچا ہی چبایا۔ (اس وقت) سپہ ملکوت کے سپہ سالار اور لشکر جبروت کے سفیر (جبرئیل) نازل ہوئے کہ اے جہاں پہلوان (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ وہی مصیبت ہے جس کی خبر آپ کو دی گئی تھی اور جو (حضرت) حمزہ اور (حضرت) سعد کی رائے کے موافق تھی۔ ٹھیک ٹھیک اسی کے مطابق سوائے حمزہ اور سعدؓ کے اس جنگ میں خون شہادت کے ہم رنگ ہوئے یا زخمی ہو گئے۔ مثنوی،

نماند از سپاہ دلیراں تنے
کہ زخمے نخوردہ ز تیغ افگنے

ترجمہ دلیروں کی فوج میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ بچا جس نے کسی تلوار مارنے والے سے زخم نہ کھایا ہو۔

ز میداں رواں گشتہ دریائے خوں
ہمہ گوہراں کرد دریا بروں

ترجمہ: میدان جنگ میں خون کا دریا جاری ہو گیا۔ دریا نے اپنے تمام موتی ساحل پر پھینک دیے۔

یہ اللہ تعالیٰ کے غضب اور فتح کا وقت ہے (اس لیے) خود کو مُردوں اور زندوں کے درمیان رکھ کر بچنے والے سے موافقت کریں۔ مثنوی،

ز ہمہ مجروح ساں داں گروہ
روئے زمیں گشتہ پر از کوہ کوہ

ترجمہ اس گروہ کے تیروں سے سب زخمی ہو گئے۔ پوری پہاڑی روئے زمین (خون سے) بھر گئی۔

گوہر خود کرد دراں کان نہاں
گوہر زاں کوہ ندارد زیاں

ترجمہ: اپنے گوہر اس کان میں پنہاں کر دیے۔ اس پہاڑ سے گوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

(س) شکست سے اللہ تعالیٰ کی حکمت ورحمت یہ تھی کہ اصحاب کبار اور احباب نامدار جو لشکر یمن کا مراول اور عسکر یقین کا قلب تھے اور مجاہدوں سے بڑھ کے سرداروں کا منصب حاصل کیا تھا انہیں شہادت کی نعمت اور سعادت کی قسمت کا زیادہ سے زیادہ حصہ ملے جیسے کہ اس آیہ کریمہ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ والسّٰبقون السّٰبقون ۝ اُولٰئک المُقرّبون ۝ فی جنّٰت النعیم ۝[1] (اور آگے رہنے والے تو آگے ہی) رہنے والے ہیں۔ وہی (اللہ کے) مقرب ہیں راحت کے باغوں میں)۔ کیوں کہ موت کی حد تک جانا ہی حد شہادت کا مرتبہ ہے۔ ماتوا عطشانا والکاس بین ایدیھم یعنی تشنہ لب مرگئے اور ان کے درمیان سے ساغر ادا کرتے تھے کل فردوس کے ساقی جام شربت اور ساغر قربت گردش میں لائیں گے۔ ہر ایک دوسرے سے شوق کرے گا (خوب پیو) دوست شربت قربت پئیں گے اور وصال محبوب سے بہرہ مند ہوں گے۔ مثنوی۔

بہ عیشے کہ وقت زندہ مردن
بہ پیش یار باشد جان سپردن

ترجمہ: سعادت ہے وہ زندگی کہ جیسے ہی موت کے وقت محبوب کے سامنے اپنی جان سپرد کرے۔

حاجی حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مسلمانوں میں سے جس کسی کو شکستگی پیش آئے اور اس سے ایمان میں سستی پیدا ہو تو مایوس نہ ہو کیونکہ (اس صورت میں) واقعے میں فتح ونصرت کی بشارت مضمر ہوتی ہے۔ مثنوی

مشو نومید در وقت شکستن
در ابرو گر گرہ باید شہد خوردن

ترجمہ: شکست کے وقت ناامید نہ ہو۔ اگر تیوری میں بل پڑیں تو اس وقت شہد کھانا چاہیے (حسرت و غم کو طاری نہ ہونے دے)۔

درست آمد شکست کاندر ہر شکستے
شکستہ بستہ گردد ہم درستے

ترجمہ: یہی بات ٹھیک ہے کہ ہر شکست میں ٹوٹنے اور ٹوٹ کر جڑنے کے لیے درستی کا عنصر بھی شامل ہوتا ہے (ہر زوال کو کمال ہے)

غزوہ بدر کے واقعے کے بعد عمیر بن وہب جمحی اور صفوان بن امیہ باتیں کرنے لگے۔[2] عمیر بن وہب کا باپ اور بیٹا بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ صفوان نے کہا، بدر میں مارے جانے والوں کے بعد خدا نے ہماری زندگی ناخوش کردی۔ عمر نے

---

[1] پارہ ۲۷، سورۃ واقعہ آیت ۱۰ تا ۱۲۔

[2] مطبوعہ نسخے ص ۲۶۹ پر عبارت ہے "بعد از واقعہ بدر عمیر بن وہب الجمحی با صفوان بن امیہ در صحبت" اس عبارت سے کوئی مفہوم برآمد نہیں ہوتا۔ سیاق و سباق میں یہ ہے کہ عمیر بن وہب اور صفوان بن امیہ دونوں جنگ بدر کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے۔ "در صحبت" کو ہم نے قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی تصنیف رحمۃ للعالمین سے "باتیں کرنے لگے" اخذ کیا ہے اور شامل ترجمہ کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں جلد اول صفحہ ۹۵۔

کہا ہاں ان کے بعد اب ہمارے لیے زندگی میں کوئی خوشی نہیں رہی۔ اگر مجھ پر لوگوں کا قرض نہ ہوتا اور اہل وعیال کے برباد ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو جلد ہی تم میں محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے مدینے جاتا۔ میں سنتا ہوں کہ محمد مصطفےٰ علیہ السلام بازار مدینہ میں اکیلے ہی چلتے پھرتے ہیں اور (اپنی حفاظت کے لیے) جمعیت کے ساتھ نہیں بیٹھتے۔ میرے لیے وہاں جانے کا بہانہ بھی ہے کہ میرا بیٹا ان کی قید میں ہے۔ صفوان نے کہا کہ تیرے قرض کی ادائیگی اور تیرے اہل وعیال کی دیکھ بھال میرے ذمے ہے۔ تم اس کام میں دیر نہ کرو۔ صفوان نے اس کے زادِ راہ کا انتظام کر دیا اور اس نے (عمر بن وہب نے) اپنی تلوار تیز کی اور زہر آلود کیا۔ اس نے صفوان کو وصیت کی کہ تم اس راز کو پوشیدہ رکھنا۔ اس کے بعد وہ مدینے کی جانب روانہ ہو گیا۔ جب مدینہ طیبہ پہنچا تو مسجد کے دروازے پر اپنی سواری کو باندھا، تلوار کو گردن میں حمائل کیا اور رسول علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوا۔

امیر المومنین حضرت عمرؓ ایک جماعت کے ساتھ (مسجد نبوی میں) بیٹھے تھے۔ چنانچہ ان کی نگاہ عمر بن وہب پر پڑی فرمایا کہ اس کتے کو پکڑو کہ یہ خدا کا دشمن ہے اور بدر کے موقعے پر اس نے کفار کو اکسایا تھا اور (مسلمانوں کی فوج کے) قلیل ہونے کی خبر دی تھی۔ اس جماعت نے اسے پکڑ لیا۔ پھر امیر المومنین عمرؓ نے رسول علیہ السلام کی خدمت میں تمام واقعہ عرض کیا۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔ امیر المومنین عمرؓ نے ایک ہاتھ سے اس تلوار کو جو عمر بن وہب کی گردن میں حمائل تھی مضبوطی سے پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے تلوار کا دستہ پکڑا۔ (اسی حالت میں) اسے رسول علیہ السلام کی خدمت میں لے آئے۔ انصار کی ایک جماعت کو رسول علیہ السلام نے آگے بٹھایا تاکہ اس کتے کے تعرض سے محفوظ رہیں۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اور اس سے فرمایا اے عمر آگے آؤ۔ پھر اس سے دریافت فرمایا کہ تم یہاں کس لیے آئے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس قیدی کے لیے آیا ہوں جو آپ ﷺ کی قید میں ہے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ تم نے تلوار کیوں لٹکائی ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تلوار کا ستیاناس ہو جو کچھ ہمارے کام نہ آئی۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا سچ بتاؤ کہ اس کے بغیر تمہاری رہائی ناممکن ہے۔ اس نے کہا کہ میں سوائے اس مہم کے جو بتا چکا ہوں اور کسی کام سے نہیں آیا۔ (اس کا یہ جواب سن کر) رسول علیہ السلام نے فرمایا تم نے صفوان سے عہد نہ کیا تھا اور اہل قلیب کو یاد نہیں کیا تھا؟ کیا صفوان نے تمہارے قرض کی ادائیگی اور اہل وعیال کی کفالت کا وعدہ نہ کیا تھا؟ کیا تم محمد علیہ السلام کے قتل کے لیے نہیں آئے؟ بے شک تم اس مہم پر آئے ہو لیکن اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہارے مقصد کے درمیان حائل ہو گیا۔ (یہ سن کر) عمر نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ تمہاری نقصان کے سبب میں آپ ﷺ کی بارگاہ سے محروم رہا۔ آپ کی سچائی مجھ پر ظاہر ہو گئی کیونکہ یہ بات میرے اور صفوان کے سوا کسی کے علم میں نہ تھی۔ آپ کو بیشک خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے اور اس نے مجھے دولت اسلام سے مشرف فرمایا۔ رسول علیہ السلام نے صحابہ کو حکم دیا کہ اپنے بھائی کو اسلام کے احکام سکھاؤ اور قرآن تعلیم کرو۔ بعد ازاں (عمر بن وہب نے) مکے کی واپسی کی اجازت طلب کی۔ انھوں نے

خلق خدا کو خدا کی طرف بلایا اور ایک بڑی جماعت ان کے واسطے سے مشرف بہ اسلام ہوئی۔

منقول ہے کہ غزوۂ احد میں (اسلامی لشکر میں) بھگدڑ مچ گئی۔ ابی بن خلف جو ایک گھوڑے پر سوار تھا رسول علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ اگر آج آپ ﷺ میرے ہاتھ سے بچ جائیں تو مجھے نجات حاصل نہ ہو۔ اس وقت رسول علیہ السلام حارث بن وہبؓ اور سہیل بن حنیف کا تکیہ کیے ہوئے تھے۔ ابی بن خلف نے رسول علیہ السلام پر حملہ کیا۔ مصعب بن عمیرؓ نے خود کو رسول علیہ السلام کا محافظ بنایا (یعنی سامنے آ گئے) ابی کا نیزہ مصعبؓ کو لگا اور وہ شہید ہو گئے۔ سہیلؓ کے ہاتھ میں بھی ایک نیزہ تھا۔ رسول علیہ السلام نے ان سے وہ نیزہ لے کر بغل کی زرہ کے نیچے مارا۔ ابی وہاں سے گھوڑے پر سرپٹ بھاگا اور اپنی قوم میں پہنچ کر گائے کی آواز میں چیخنے لگا۔ ابوسفیان نے کہا، اے سردار! اس قدر کیوں چیخ رہے ہو؟ یہ نشان ایک (معمولی) خراش سے زیادہ نہیں ہے جس سے کسی طرح کا حرج نہیں ہوتا۔ ابی نے کہا، میدان جنگ کے سردار (علیہ السلام) نے یہ زخم مارا ہے (مجھے یاد ہے) وہ دن جب میں مکے میں تھا (تو حضور ﷺ نے) فرمایا تھا۔ جلدی وہ وقت آنے والا ہے جب تو میرے ہاتھ سے مارا جائے گا۔ اب مجھے معلوم ہو گیا کہ وہی میرے قاتل ہیں اور میں زندہ نہ بچ سکوں گا۔ خدا کی قسم میں اس زخم کی تکلیف کا احساس کر رہا ہوں اگر اسے تمام اہل حجاز پر تقسیم کریں تو سب ہلاک ہو جائیں۔ پھر وہ اسی طرح واویلا مچاتا رہا حتیٰ کہ اپنی جان دوزخ کے مالک کے سپرد کر دی۔

امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ جب لشکر اسلام رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے بھاگا تو یہ نعرہ بلند ہوا "**محمد قد قتل**" (تحقیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم مارے گئے)۔ میں نے مقتولوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا۔ میں نے کہا واللہ رسول اللہ علیہ السلام فرار نہیں ہوئے (شہید) قتل ہو گئے ہیں۔ یہ ممکن ہے کہ اللہ نے ہم پر غضب کیا ہے اور رسول علیہ السلام کو ہمارے درمیان سے اٹھا لیا ہے۔ اب یہی بہتر ہے کہ ہم مقاتلہ کریں یہاں تک کہ شہید ہو جائیں اور یا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھیں۔ میں نے تلوار کے نیام کو توڑ دیا اور شہید ہونے کی ٹھان لی۔ بعد ازاں میں نے مشرکوں پر جو ایک جگہ جمع تھے حملہ کر دیا۔ وہ ادھر ادھر بکھر گئے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام اپنے مقام پر رونق افروز ہیں۔

غزوۂ رجیع میں جو سنہ ۴ ہجری میں ہوئی تھی، عاصم بن ثابتؓ شہید ہوئے۔ دشمنوں نے ان کا سر تن سے جدا کرنے کا قصد کیا اور سلافہ بنت سعد کو بھیجا کہ عاصمؓ نے جنگ احد میں میرے بیٹے کو قتل کیا اور میں نے منت مانی تھی کہ جس وقت عاصم کا سر میرے پاس لایا جائے گا تو اس کا سر لانے والے کو سو اونٹ دوں گی اور اس کے کاسۂ سر سے شراب پیوں گی۔ حق تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو عاصمؓ کی نعش کے گرد اڑتی رہیں اور جو کوئی ان کے نزدیک جاتا اسے ڈنک مارتیں۔ اس کا چہرہ سوج جاتا اور مرنے کے قریب پہنچ جاتا۔ کافروں نے کہا جب رات ہو گی تو یہ اڑ جائیں گی تب اس کا سر کاٹیں گے۔ جب رات ہوئی تو بہت سخت بارش ہوئی۔ سیلاب کا بڑا ریلا آیا اور عاصمؓ کی نعش کو بہا کر لے گیا۔

میں موجود تھیں حضرت عمرؓ نے وہاں پایا کہ [illegible] ذاتی [illegible] تھیں۔ [illegible] کسی مشرک کا ہاتھ ان کے جسم تک نہ پہنچے۔ پھر [illegible] ان کی وفات سے [illegible] کی لعش کو مشرکوں کے چھونے سے محفوظ رکھا۔

غزوۂ خندق میں جب صحابہ خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر آ گیا۔ سب اس کے توڑنے سے عاجز رہے۔ حضرت سلمانؓ نے رسول علیہ السلام سے (اس مشکل کا) ذکر کیا تو رسول علیہ السلام خندق پر تشریف لائے حضرت سلمانؓ بھی ساتھ تھے۔ [illegible] رسول علیہ السلام نے ایک [illegible] پھر حضرت سلمانؓ نے [illegible] پتھر اس سے ٹوٹ گیا اور اس سے ایک بجلی [illegible] رسول علیہ السلام نے فتح کی تکبیر بلند کی اور فرمایا کہ سب اہل اسلام تکبیر کہیں۔ [illegible] پھر دوسری ضرب سے ایک بجلی کوندی۔ رسول علیہ السلام اور سب نے [illegible] تکبیر بلند کی۔ پھر تیسری ضرب [illegible] حضرت سلمانؓ نے عرض کی یا رسول علیہ السلام میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان [illegible] یہ منظر [illegible] جو میں نے دیکھا [illegible] رسول علیہ السلام نے قوم کی طرف دیکھا اور دریافت فرمایا کہ سلمان نے جو دیکھا کیا تم نے بھی مشاہدہ کیا۔ سب نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب پہلی ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں میں نے ارض کسریٰ [illegible] دیکھے جیسے کتوں کی [illegible] جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی کہ [illegible] میری امت کے قبضے میں آئیں گے۔ دوسری ضرب سے بجلی چمکی تو اس کی روشنی میں میں [illegible] قیصروں کی قبروں کا مشاہدہ کیا۔ جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی [illegible] میری امت [illegible] تیسری ضرب سے جو بجلی چمکی اس کی روشنی میں میں نے صنعاء کے محلات دیکھے۔ [illegible] جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی کہ آپ ﷺ کی امت ان شہروں کو فتح کرے گی۔

واقدی بیان کرتے ہیں کہ رسول علیہ السلام نے [illegible] قصر سفید کے اوصاف بیان فرمائے تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قصر سفید کی صفت بیان فرمائی ہے قصر سفید ایسا ہی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا بے شک ملک شام فتح ہوگا اور ہرقل اپنی مملکت کے طرف سے بھاگ جائے گا اور شام پر [illegible] بے شک ملک یمن بھی فتح ہوگا اور

[illegible] واقدی [illegible] امام بخاری [illegible]

[illegible]

مر گئی تھی وہ اچھا ہو گیا۔ آپ کے بعد وہ لڑکی مر گئی۔ حضرت سلمان نے بیان کیا کہ جو حضور رسول علیہ السلام نے فرمایا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم نے وہی مشاہدہ کیا۔

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام اور کفار کے درمیان جو جنگیں ہوئی ہیں ان کی کل تعداد ۲۷ ہے۔

پہلا غزوہ ابواء ہے جس میں جھنڈا اسلام کا قائم ہوا یہ ۲ ہجری کے دو ماہ اور دس دن بعد واقع ہوا۔

دوسرا غزوہ بواط ہے اس میں امیہ بن خلف مع سو قریش تھا

تیسرا غزوہ بدر اولیٰ ہے جو اس کے بعد ہوا اس کا سبب یہ تھا کہ کرز بن جابر نے مدینہ کے مویشی لوٹ لیے تھے ان کا تعاقب کیا گیا تھا۔

چوتھا غزوہ غزوۂ بدر ہے جو مدینہ منورہ سے [illegible] فاصلے پر [illegible] ہے یہ ہجرت کے ایک سال آٹھ ماہ اور رمضان مبارک کی [illegible] تاریخ کو جمعہ کے دن ہوا اس میں مسلمانوں کی تعداد تین سو تیرہ تھی اور مشرکین کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اس کا نام قرآن میں یوم الفرقان آیا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے اس دن حق و باطل کو جدا کر دیا۔ حق تعالیٰ نے مدد کی پانچ ہزار فرشتے حضرت علیہ السلام کی مدد کے لیے بھیجے تھے

پانچواں غزوہ غزوۂ بنی قینقاع ہے۔

چھٹا غزوہ سویق ہے جو سویق ستو کو کہتے ہیں [illegible] ستو کی تھیلیوں میں ہوا۔ وجہ تسمیہ اس کی یہ ہے کہ مشرکین بہت سے ستو کے تھیلے چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں نے ان سامان پر قبضہ کر لیا۔

ساتواں غزوہ غزوۂ بنی سلیم ہے یہ جنگ پانی کے سبب سے ہوئی تھی

آٹھواں غزوہ ذی امر ہے جو ایک موضع کا نام ہے کہا گیا ہے کہ یہ آٹھواں غزوہ تھا اور ۳ ہجری کا چوتھا غزوہ ہے

نواں غزوہ احد ہے جو ۳ ہجری میں احد میں ہوا اس کے دائیں جانب جبرئیل اور بائیں طرف رسول علیہ السلام کے میکائیل تھے۔

دسواں غزوہ بنی نضیر ہے جو احد سے چھ ماہ بعد ہوا

گیارھواں غزوہ ذات الرقاع ہے جو ۴ ہجری میں ہوا یہاں صلوٰۃ الخوف ادا کی گئی تھی۔ اس ذات الرقاع کی وجہ یہ ہے کہ جنگ میں صحابہ کے جوتے نہ ہونے کے سبب پیروں میں پتھر سے چیتھڑے باندھے ہوئے تھے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ذات الرقاع مدینہ کے قریب ایک پہاڑ ہے جس میں سرخ سیاہ اور سفید دھبے ہیں۔

بارھواں غزوہ دومۃ الجندل ہے جو [illegible] سے دو ماہ بعد ہوا اس میں [illegible] پیش ہے۔ یہ ایک قبیلہ کا [illegible] ہے جس [illegible] کے دو حصے [illegible] مشہور ہوتی ہے

تیرھواں غزوہ غزوۂ بنی المصطلق ہے جو [illegible] ہے۔ یہ غزوہ اس واقعہ سے جسے افک کہتے ہیں [illegible]

روز بعد فتح ہوا۔

چودھواں غزوہ خندق ہے جو ۵ ؁ ہجری کے ۱۰ ماہ پانچ دن بعد ہوا۔

پندرھواں غزوہ بنی قریظہ کا ہے جو چند روز بعد ہوا۔ قریظہ مدینہ طیبہ کے یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام تھا۔

سولھواں غزوہ بنی مصطلق ہے، جو خزاعہ کا ایک قبیلہ ہے یہ تین ماہ بعد واقع ہوا

سترھواں غزوہ، غزوہ عمرہ ہے جو ہجرت کے چھٹے سال ہوا۔ اس میں صلح ہوئی اور عمرہ ادا نہ کیا گیا تھا اسے غزوہ حدیبیہ بھی کہتے ہیں۔ حدیبیہ مکہ معظمہ کے قریب ایک موضع ہے

اٹھارواں غزوہ خیبر ہے جو ۷ ؁ ہجری کے تین مہینے دس دن بعد واقع ہوا۔ اس کے چھ ماہ اور دس دن بعد عمرہ ادا فرمایا۔

انیسواں غزوہ فتح مکہ ہے جو ۸ ؁ ہجری کے آٹھ ماہ اور گیارہویں روز واقع ہوا۔

بیسواں غزوہ، غزوہ حنین تھا۔ اس غزوے کے ایک دن بعد جنگ میں ملائکہ نازل ہوئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی نصرت پہنچی تھی۔

اکیسواں غزوہ، غزوہ طائف تھا۔ اسی سال حج بھی ادا کیا۔ عتاب بن اسید کے لوگ بھی ساتھ تھے۔

بائیسواں غزوہ تبوک ہے جو ہجرت کے نویں سال میں چھ ماہ اور پانچ دن بعد ہوا۔ اسی سال زید بن ارقمؓ اور دیگر صحابہؓ کے ساتھ حج ادا فرمایا۔

حضرت زید بن ارقمؓ نے بیان کیا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سترہ غزوات میں حصہ لیا۔ ابن اسحاق، ابو معشر، موسیٰ بن عقبہ اور ان جیسے دس (۱۰) قراء کی مشہور رائے یہ ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) چھبیس غزوات میں بذات خود حصہ لیا اور کہا جاتا ہے کہ ستائیس غزوات میں شریک ہوئے۔ سرایا اور چھوٹی جنگیں تقریباً چھپن ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے سات جنگوں، بدر، احد، خندق، بنو قریظہ، بنو مصطلق اور خیبر میں شریک ہوئے۔[۲] اور بعض علماء نے آٹھ کہی ہیں۔ غزوات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آٹھ محافظوں کا ذکر ہوا ہے۔ وہ یہ تھے:

سعد بن معاذؓ نے جنگ بدر میں حفاظت کی۔ ذکوان بن عبد قیسؓ، محمد بن مسلمہؓ جنگ احد میں محافظ تھے۔ زبیر بن عوامؓ، عباد بن بشیرؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابو ایوب انصاریؓ اور بلالؓ نے وادی القریٰ میں نگہداشت کی۔ جب یہ آیت کریمہ نازل

---

[۱] مطبوعہ نسخے (ص ۲۹۹) میں یہ تاریخ [illegible] تیس سال [illegible] علامہ شبلی نعمانی کی تصنیف سیرۃ النبی جلد اول سے تصحیح کی گئی ہے۔ [illegible] ۱۹۸۵ء ص [illegible]۔

[۲] [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] سیدنا صدیق [illegible] رضی اللہ عنہ [illegible] ناصر الدین [illegible] ص ۲۲۳ اور [illegible] ص ۹۸۔

[۳] مطبوعہ نسخے (ص ۲۹۹) میں بھی چودہ [illegible] کا نام [illegible] جنگ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

قولہٗ يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ۚ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۗ[1]

(اے رسول پہنچا دیجئے جو نازل کیا گیا آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اور اگر آپ نے (ایسا) نہ کیا تو آپ نے اس کا پیغام آپ نے نہ پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حج اور عمرے کا ذکر

ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج[2] ادا فرمایا۔ (اس حج میں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو رخصت کیا اور فرمایا، (وہ وقت) قریب ہے کہ اس سال کے بعد تم مجھے نہ دیکھو گے۔ اسی باعث اس حج کو حجۃ الوداع کہا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے قبل دو حج کیے تھے۔ حج ۶ ہجری میں فرض کیا گیا۔ اس وقت تک مکہ فتح نہیں ہوا تھا۔ مکہ ۸ ہجری میں فتح ہوا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال عتاب بن اسیدؓ کو امیر مقرر فرمایا کہ لوگوں کو حج کرائیں۔ ۹ ہجری میں حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو حج کرایا۔ ان کے عقب میں حضرت علیؓ کو بھیجا تاکہ وہ سورۂ برأت (سورۂ توبہ) کے اس مضمون کا اعلان کریں اور اہل مکہ کو مطلع کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے گا اور برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے گا۔ ۱۰ ہجری میں لوگوں میں اعلان کرایا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قصد اس سال حج ادا کرنے کا ہے۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی کثیر تعداد مدینہ طیبہ میں جمع ہوگئی اور ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں حج ادا کرے اور وہ عمل کیا جائے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کے وقت مدینے سے روانہ ہوئے۔ اس سے قبل آپ ﷺ نے سر میں تیل ڈالا، کنگھی کی اور خوشبو استعمال فرمائی اور ذی الحلیفہ میں قیام فرمایا۔ ارشاد فرمایا آج کی شب جو میرے نزدیک ہوا وہ میرے رب کے قریب ہوا۔ پھر فرمایا کہ اس مبارک وادی میں دو رکعت نماز ادا کرو اور فرمایا کہ حج کے ایام میں عمرہ کرنا جائز ہے۔ نماز ادا کرنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام باندھا اور اسی موقعے پر احرام کو واجب فرمایا جیسے کہ تمام لوگوں نے حضرت ابن عباسؓ کے سوا اس کے بعد آپ ﷺ سوار ہوئے۔ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سیدھی کھڑی ہو گئی تو آپ نے لبیک کہا۔ جس وقت صحرا کی بلندی میں پہنچے تو لبیک فرمایا، چنانچہ یہ قول بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (پہلے) احرام باندھا پھر سوار ہونے کے بعد جب اونٹنی سیدھی ہوئی اور جس وقت صحرا کی بلندی پر چڑھے تو لبیک فرمایا۔ کبھی عمرے کے لیے کبھی حج کے لیے لبیک کہا [illegible] بیان کیا گیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط حج کے لیے احرام باندھا تھا [illegible] آں حضرت صلی اللہ

---

[1] پ ۶ ع ۱۰ سورہ المائدہ آیت ۶۷

[2] [illegible] سے بھی یہ صحیح ہوتا ہے کہ گذشتہ صفحات میں [illegible] کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حج [illegible] عمرہ ہو سکتا ہے حج نہیں
([illegible])

علیہ وسلم کے جسم اطہر کے نیچے پرانی زین تھی جس پر کمبل پڑا ہوا تھا اور جس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس حج کو ریا اور نمائش سے خالی فرما۔ حضرت جابرؓ نے یہ حدیث روایت کی کہ میں نے اپنی حد نظر تک دیکھا کہ آں حضرت ﷺ کے گرداگرد آگے پیچھے، دائیں بائیں پیادوں اور سواروں کا ہجوم تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بیچ میں تھے۔ آپ ﷺ پر قرآن نازل ہوتا تھا جس کی تاویل آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس حج میں) جو کچھ کیا ہم سب نے اس کی پیروی کی۔ رسول علیہ السلام اتوار کے روز صبح کے وقت مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ اس راستے سے جو مکے کے بلندی کی طرف سے اور جس کا نام کدا تھا۔ اس کے بعد اس حالت میں طواف قدوم کیا کہ اضطباع کی شکل کے ساتھ چادر مبارک اپنے بازوؤں پر پڑی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے ایک بار ہر شخص کی جانب تین چکر تیز رفتاری (رمل) سے اور چار طواف آہستہ چل کر پورے کیے۔ پھر باہر تشریف لائے اور کوہ صفا پر آئے اور پیادہ دوڑے۔ جب صفا کا اختتام ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار ہوئے تاکہ ہر شخص آپ ﷺ کی زیارت کر سکے۔ پھر مقام حجون کے اوپر قیام فرمایا۔

جب یوم الترویہ ہوا جو آٹھ ذی الحجہ کو ہوتا ہے تو آپ منیٰ تشریف لائے اور وہاں نماز ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر ادا فرمائی۔ بعد ازاں جب آفتاب بلند ہوا تو عرفات تشریف لے گئے۔ مقام نمرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیمہ نصب کر دیا گیا تھا آپ ﷺ نے وہاں آ کر قیام کیا۔ جب آفتاب نصف النہار سے گزر گیا تو آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا اور لوگوں کے ہمراہ ایک اذان اور دو تکبیر کے ساتھ نماز ظہر اور عصر ادا فرمائی۔ پھر موقف پر تشریف لے گئے اور اپنی اونٹنی پر جس کا نام قصویٰ تھا کھڑے ہو گئے۔ دعا فرماتے رہے اور لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتے رہے حتیٰ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ پھر غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ آئے اور رات وہیں گزاری اور وہیں نماز فجر ادا فرمائی۔ اس کے بعد کوہ قزح پر جو مشعر الحرام ہے کھڑے رہے اور دعا فرماتے رہے نیز اللہ اکبر اور سبحان اللہ اور لا الٰہ الا اللہ پڑھتے رہے، یہاں تک کہ صبح کی روشنی پھیل گئی۔ پھر طلوع آفتاب سے قبل واپس ہوئے اور اس وادی تک تشریف لائے جسے محسر کہتے ہیں اور اپنی اونٹنی کو دوڑایا۔ اس کے بعد منیٰ تشریف لائے اور وہی جمرہ یعنی اس ستون پر جس کا نام جمرۃ العقبہ ہے سات بار کنکریاں ماریں۔ پھر اپنی قیام گاہ پر واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت بلالؓ اور حضرت اسامہؓ تھے۔ ایک نے اونٹنی کی لگام تھامی ہوئی تھی اور دوسرے نے دھوپ سے بچاؤ کے لیے کپڑا تان رکھا تھا۔ (شان یہ تھی کہ) نہ لوگوں کو پیٹا جاتا تھا، نہ آگے سے ہٹو بچو کی صدا تھی جیسے کہ سرداروں کی سواری کے آگے کرتے ہیں، نہ ایک طرف ہو جاؤ اور ہٹ جاؤ کی صدا بلند تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کے مقام پر قربانی دی۔ آپ ﷺ کے ساتھ قربانی کے لیے ۱۰۰ اونٹ تھے ان میں سے تریسٹھ ۶۳ آپ ﷺ نے ذبح فرمائے اور باقی جانوروں کو ذبح کرنے کے لیے حضرت علیؓ کو حکم دیا اور اپنی قربانی میں انہیں بھی شریک کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ خانہ کعبہ تشریف لائے اور اس کے سات طواف کیے۔ پھر زمزم پر آئے اور

پانی نوش فرمایا اور منیٰ واپس ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں یوم النحر اور تین روز ایام تشریق میں قیام فرمایا اور ہر روز تینوں ستونوں پر پیدل چل کر سات سات کنکریاں ماریں۔ آپ ﷺ اس ستون سے جو مسجد خیف سے متصل ہے رمی جمار شروع فرماتے، اس کے بعد وسطی اور آخری ستونوں پر رمی جمار فرماتے تھے۔ پہلے اور وسطی ستون کے پاس دعا فرماتے تھے۔

تیسرے روز آں حضرت ﷺ مقام محصب پر تشریف لے گئے، وہاں ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں اور رات کو آرام فرمایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس رات مقام تنعیم پر عمرے کے لیے احرام باندھا اور جب حضرت عائشہؓ نے عمرہ ادا کر لیا تو رسول علیہ السلام نے سامان باندھنے اور سفر کرنے کا حکم دیا۔ پہلے طواف وداع کیا پھر جانب مدینہ طیبہ روانہ ہو گئے۔

مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حج کے لیے قیام دس روز تھا۔ یہ ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حج کی صفت اور اس کا آخر، ان احکام و واقعات کے حوالے سے جو ہمیں دستیاب ہوئے جہاں روائی سے۔ اس میں مدینہ طیبہ سے روانگی اور پھر تشریف آوری کی تفصیلات ہوئے ان عمروں کے بتائی گئی ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے اور یہ تمام کے تمام ذیقعدہ میں واقع ہوئے۔ ان میں ایک عمرہ حدیبیہ مشرکین نے ادا کرنے سے روک دیا تھا۔ جب مشرکین نے صلح کر لی تو یہ شرط رکھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ سال عمرے کے لیے تشریف لائیں۔ مشرکین مکہ تین روز کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے جائیں گے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہیں احرام کھول دیا اور ستر اونٹ جو آپ ﷺ اپنے ہمراہ لائے تھے ان کی قربانی دی۔ جس میں ابو جہل کا اونٹ بھی شامل تھا جس کی ناک میں چاندی کی نتھ تھی۔ اس اونٹ کے ذبح کرنے کے وقت مشرکین نے بڑے غیظ و غضب کا اظہار کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا عمرہ، عمرۃ القضا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے ذی الحلیفہ پر احرام باندھا اور مکہ معظمہ میں تشریف لائے۔ جب عمرے سے فارغ ہو گئے تو آپ ﷺ نے وہاں تین روز قیام فرمایا۔ یہاں حضرت میمونہؓ جن سے آپ ﷺ نے عمرے سے قبل نکاح فرمایا تھا، اور خلوت نہ فرمائی تھی، خلوت فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مشرکین کے پاس اس پیغام کے ساتھ بھیجا کہ اگر تم اجازت دو تو میں یہاں مزید تین روز قیام کروں، ولیمہ کروں اور اپنی زوجہ کے ساتھ خلوت کروں۔ مشرکین نے جواب دیا کہ ہمیں آپ ﷺ کے ولیمے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ ﷺ ہمارے پاس سے چلے جائیں، چنانچہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکے سے باہر تشریف لے آئے اور مقام سرف میں جو مکے سے دس کوس کے فاصلے پر ہے اپنی اہلیہ سے خلوت فرمائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا عمرہ، عمرۃ الجعرانہ ہے۔ یہ ۸ھ ہجری میں ادا فرمایا۔ جب مکہ فتح ہوا، آپ ﷺ

جعرانہ تشریف لے گئے وہاں اہل طائف آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں احرام باندھا اور مکے میں داخل ہوئے اور عمرہ ادا فرمایا۔ ماہ ذی قعدہ کے دو دن رات باقی تھیں جب آپ ﷺ نے رات کو عمرہ ادا فرمایا اور پھر جعرانہ واپس ہوئے اور صبح تک جعرانہ میں رہے۔ اس کے بعد مدینہ طیبہ روانہ ہوئے

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چوتھا عمرہ حج کے ساتھ ادا فرمایا۔

چھٹا شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ کے بیان میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں محمد ﷺ ہوں، احمد ﷺ ہوں ماحی ﷺ ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے سبب سے کفر کو مٹاتا ہے۔ میں حاشر ﷺ ہوں کہ میرے بعد خلائق کا حشر ہوگا۔ میں عاقب ﷺ ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

دوسری روایت میں ہے مقفی ہوں یعنی سب کے بعد آنے والا، میں نبی رحمت ﷺ ہوں، نبی توبہ ﷺ ہوں۔ دوسری روایت میں ہے نبی جنگ یعنی جہاد (والا) ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آں حضرت ﷺ کے یہ نام رکھے۔ بشیر ﷺ نذیر ﷺ سراج منیر ﷺ رؤف ﷺ رحیم ﷺ یعنی امت اور دوستوں پر بہت زیادہ مہربانی فرمانے والے۔ رحمۃ للعالمین ﷺ محمد ﷺ احمد ﷺ یٰسین ﷺ مزمل ﷺ مدثر ﷺ عبداللہ ﷺ، نبی ﷺ، رسول ﷺ۔ تحقیق کہ بہت سے نام بیان کیے گئے ہیں جن میں سے ان میں سے مشہور نام بطور حصر تحریر کیے ہیں ان میں سے کچھ یہ ہیں۔

داعی ﷺ متوکل ﷺ، خاتم ﷺ یعنی توکل کرنے والے اور نبوت کو ختم کرنے والے۔ ضحوک (خندہ پیشانی والے) قتال یعنی راہ حق میں جنگ کرنے والے، ماحی ﷺ، مصطفیٰ ﷺ، رسول ﷺ، نبی ﷺ، امی (مخلوق سے ناخواندہ) قاسم ﷺ یعنی بھلائی تقسیم کرنے والے۔ بہرحال اس طرح بہت سے نام ہیں جن میں سے چند مذکور ہوئے ہیں۔ بعض مشہور کتابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اور نام ہزار بیان کیے گئے ہیں۔ (یعنی) فی الحقیقت ظہور کائنات اور صورتیں سب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسمائے مبارکہ ہیں۔ اس معنی پر مشتمل مشہور رباعی ہے

ذاتے دارد کہ جسم و جاں صورت اوست
چہ جسم و چہ جاں تمام جہاں صورت اوست
ہر صورت خوب کہ آں پیدا شد
کاندر نظر تو آید آں صورت اوست

ترجمہ یہ ہے مجموعہ یہ ہے کہ تمام وجود ان کی صورت پر ہے۔ تمام وجود یعنی تمام مخلوقات ان کی صورت ہے
(نقل) [illegible] یعنی صورت [illegible] یعنی جو تجھے مقصد ہے [illegible] ان کی صورت ہے۔

ساتواں شرف۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک اور ظاہری اوصاف کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ زیادہ لمبا تھا نہ زیادہ پستہ قد تھے اور میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے دونوں ابرو کے درمیان فرق تھا۔ آپ ﷺ کا رنگ سفید مائل بہ سرخی تھا۔ آپ ﷺ کی زلف مبارک نہ بہت زیادہ سیدھی اور نہ گھنگریالی۔ آپ ﷺ کے سر کے بال قدرے لمبے تھے۔ جب کبھی آپ ﷺ بالوں کو بڑھاتے ہوتے تو کانوں کی لو تک پہنچ جاتے اور جب بال کٹواتے تو کانوں تک رہتے۔ آپ ﷺ کے سر اور ریش مبارک میں سفید بال بہت کم تھے۔ گردن مبارک ایسی تھی جیسی تصویر کی گردن ہوتی ہے صفائی میں چاندی جیسی خوب روشن تھی۔ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک گول تھا روشن تھا اور چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا تھا۔ آپ ﷺ کا جسم مبارک حسن و تناسب سے معمور تھا۔ آپ ﷺ صاحب علامت نبی معجزہ تھے۔ خوبصورت اور حسین تھے۔ آنکھیں بہت سیاہ تھیں اور آپ ﷺ کی پلکیں دراز تھیں۔ [illegible] تھی اور آپ ﷺ کی گردن مبارک لمبی اور چمکدار تھی۔ ریش مبارک گھنی تھی اور خوب صورت معلوم ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب ہنستے تو [illegible] معلوم ہوتے تھے آپ ﷺ تبسم فرماتے تھے۔ آپ ﷺ کے کلام میں عجیب شیرینی [illegible] ہوتی تھی۔ آپ ﷺ کا کلام موتیوں کی لڑی کی مانند ہوتا تھا جس میں موتی ایک سلسلے سے پروئے ہوئے ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی۔ بھنویں باریک اور لمبی تھیں۔ دونوں بھنویں جڑی ہوئی نہ تھیں۔ دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت ابھر جاتی تھی۔ آپ ﷺ کی ناک مبارک بلند تھی جس پر ایک نور تھا۔ اگر کوئی غور سے نہ دیکھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونچی ناک والا سمجھتا۔ آپ ﷺ کے دونوں رخسار مبارک ہموار تھے آپ ﷺ کے دندان مبارک میں ریخیں تھیں (دانت الگ الگ ہوئے تھے) آپ ﷺ کے سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک باریک لکیر تھی جیسے کوئی شاخ ہو۔ آپ ﷺ کے شکم مبارک اور سینہ پر اس کے سوا بال نہ تھے [illegible] دونوں بازوؤں (شانوں) پر بال تھے۔ جسم اطہر گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ شکم مبارک اور سینہ برابر تھے۔ سینہ کشادہ تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ مضبوط تھے۔ آپ ﷺ کا بدن چھپا رہتا اور کلائیاں دراز تھیں۔ ہتھیلی کشادہ تھی۔ دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم پر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مناسب (لمبی) تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب چلتے تھے [illegible] دونوں قدم مبارک اس طرح اٹھتے تھے [illegible]

پانی گر جاتا تو پانی ڈھل جاتا (یعنی تلوے پیچیں سے پاک تھے)۔ جب چلتے تو پاؤں مبارک قوت سے اٹھاتے اور قدم اس طرح رکھتے کہ آگے کو جھکنا پڑتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ اور نرمی سے چلتے تھے۔ جب کبھی تیز تیز چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ بلندی سے پستی کی جانب اتر رہے ہیں۔ جب کسی شخص یا چیز کو دیکھنا چاہتے تو پوری طرح سے دیکھتے۔ دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی جیسے چکور یا کبوتر کا انڈا ہوتا ہے۔ اس مہر کا رنگ جسم اطہر کے رنگ سے موافق تھا اور اس پر تل تھے۔ سینہ مبارک موتی کی شکل کا تھا۔ آپ کے پسینے کی خوشبو ایسی تھی جیسی خالص مشک کی خوشبو ہوتی ہے (راوی فرماتے ہیں کہ) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل یا بعد کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے اس قدر اوصاف بیان کیے گئے ہوں۔

حضرت براء بن عازب سے روایت ہے کہ میں نے کوئی بالوں والا سرخ حلہ پہنے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضرت انس نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلی کو چھوا تو وہ دیباج اور حریر سے زیادہ نرم تھی اور کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک سے زیادہ خوشبودار ہو۔ انہی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ شعر پڑھتے تھے۔

امین مصطفیٰ بالخیر یدعو
کضوء البدر زایلہ الظلام

ترجمہ: آپ ﷺ امین ہیں، برگزیدہ ہیں اور مخلوق کو نیکی کی طرف بلاتے ہیں۔ چودھویں کے چاند کی طرح روشن ہیں جو تاریکی دور کرتا ہے

آٹھواں شرف۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معنوی اوصاف کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ رسول علیہ السلام کے خلق کے بارے میں بتائیں، انھوں نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا خلق قرآن تھا۔ اللہ تعالیٰ سے بے ناخوش ہوتے تھے اور اس کی رضا سے خوش ہوتے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے نفس کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیا اور نہ اپنے نفس کے لیے کسی سے ناخوش ہوئے۔ جب یہ ملاحظہ فرماتے کہ کسی نے کسی ایسی بات کی ہے جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے تو اس سے انتقام لیتے تھے۔ تمام لوگوں سے زیادہ شجاع اور سب سے زیادہ باحیا تھے۔

حضرت علی نے بیان کیا کہ جب کبھی ہم سخت خوف میں ہوتے تھے تو آپ کی پناہ میں آ جاتے۔ سب لوگوں سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ دلیر تھے۔ آپ ﷺ نے کسی سے کسی سوال پر نہیں نہ کہا۔ پھر (حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مزید) فرمایا کہ آپ ﷺ رمضان کے مہینے میں اور مہینوں کی نسبت زیادہ سخی ہو جاتے تھے۔ ملکوں سے بے شمار درہم و دینار آتے

تھے، چناں چہ رات ہونے سے پہلے ہی آپ (اللہ کی راہ میں) خرچ فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ صرف ایک سال کے لیے اپنے اہل و عیال کے لیے کچھ رکھ لیتے تھے اور وہ بھی گندم، کھجور، جو، میوہ یا اسی طرح کی چیز پاتے تو وہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ جو کچھ آتا تھا وہ اپنے نفس کے لیے جمع نہیں فرماتے تھے، حتیٰ کہ (وہ خوراک جو) آپ سال بھر کے لیے اہل و عیال کی کفالت کے طور رکھتے تھے وہ خوراک سال کے اندر اندر ختم ہو جاتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اہل و عیال سے کلام میں صادق ترین تھے۔ لوگوں سے زیادہ متحمل اور بردبار تھے۔ آپ ﷺ شرم و حیا میں اس سے بڑھ کر تھے جیسے کوئی کنواری لڑکی پردے میں ہوتی ہے۔ اپنی نگاہ مبارک نیچی رکھتے تھے۔ نظر مبارک زمین پر رہتی تھی۔ آپ ﷺ کی نظر آسمان کی طرف نہیں اٹھتی تھی۔ اگر کسی کو دیکھتے تو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ متواضع تھے۔ ہر کوئی خواہ وہ دولت مند ہو یا مفلس شریف ہو یا ذلیل ہو، آزاد ہو یا غلام، دعوت دیتا تو آپ ﷺ قبول فرما لیتے تھے۔ فتح مکہ کے دن، حضرت ابوبکرؓ اپنے والد کو قبول اسلام کے لیے، آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکرؓ تم نے ایک ضعیف بوڑھے شخص کو یہاں لانے کی تکلیف دی۔ انہیں گھر میں رہنے دیتے، میں خود گھر چلا آتا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا، یہ شخص ان کی بھلائی کے لیے، ان کے باپ اور ماں آپ پر فدا ہوں، زیادہ مناسب یہی ہے کہ یہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ رحم دل اور رحیم تھے۔ ایک روز آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے بچے کے رونے کی آواز سنی۔ اس کی ماں آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز پڑھ رہی تھی۔ آپ ﷺ نے بچے اور اس کی ماں (کے اضطراب) کے خیال سے نماز مختصر کر دی۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ صاحب عفت تھے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے کسی عورت کو نہ چھوا، مگر یہ کہ وہ عورت آپ کی مملوک تھی یا منکوحہ تھی یا محرم تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب لوگوں سے زیادہ عظیم و معظم تھے۔ یہ عظمت آپ کے جسم کی فربہی کی وجہ سے نہ تھی (بلکہ اپنی ذات میں عظیم تھے) اگر کسی مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو ساتھ بیٹھنے والے کو تکلیف نہ دیتے بلکہ اس کے لیے کشادگی پیدا فرماتے اور خود تنگ جگہ تشریف رکھتے۔ اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفعتاً دیکھتا تو اس پر ہیبت طاری ہو جاتی۔ جو شخص آپ سے میل جول رکھتا اور مصاحبت اختیار کرتا اس کے لیے اصحاب رفیق بن جاتے جو لوگوں کو خبردار کرتے کہ خاموش رہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں غور سے سنو۔ اگر آپ ﷺ کسی کام کا حکم فرماتے تو صحابہؓ فوراً اس حکم کی تعمیل کرتے۔ اگر کوئی شخص آپ سے ملاقات کے لیے آتا تو آپ بلند مقام سے اتر آتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ میری تعریف میں حد سے تجاوز نہ کرو جیسے عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ بات اسی قدر ہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں چنانچہ میرے لیے عبدہٗ و رسولہٗ (اللہ کا

[illegible] ہو

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے معاملے کی خبر گیری اپنے طور پر عادت رکھتے تھے اور فرماتے تھے بے شک اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ اس بندہ کو دوست رکھتا ہے جو اپنے بھائیوں سے اس غرض سے ملنے جاتا ہے کہ ان کی خبر گیری اور مدد کرے۔ آپ ﷺ اصحاب کے حالات دریافت فرماتے رہتے تھے۔ اگر کوئی بیمار ہوتا تو اس کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔ اگر ان میں سے کوئی موجود نہ ہوتا یعنی سفر میں ہوتا تو اس کے اہل و عیال کی خبر گیری فرماتے۔ ان میں سے اگر کوئی فوت ہو جاتا تو انا للہ وانا الیہ راجعون[1] (بے شک ہم اللہ ہی کے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں) پڑھتے۔ ان کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی کہ محسوس فرماتے کہ اسے میری جانب سے شکایت ہے تو فرماتے کہ فلاں شخص مجھ سے رنجیدہ ہے یا اس نے میری کوئی تقصیر دیکھی ہے، مجھے اس کے پاس لے چلو چنانچہ آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے جاتے، یہاں تک کہ وہ (خوش ہو کر) آپ ﷺ کے حجرہ مبارک پر حاضر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے باغوں میں جو آپ ﷺ کی دعوت کرتا تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے۔ آپ ﷺ صاحب ہدیہ کی تعریف فرماتے اور اہل علم و فضل کی عزت کرتے تھے۔ اپنا رخ مبارک کسی کی طرف سے نہ پھیرتے تھے اور نہ کسی کے سامنے زانو نکال کر بیٹھتے۔ سب لوگ آپ ﷺ کی نظر میں برابر تھے، مرتبے میں ضعیف و قوی، قریب و بعید یکساں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص سے علیحدہ ہو جاتے جو آپ ﷺ کے پیچھے چلا کرتا اور فرماتے کہ میری پشت کو فرشتوں کے لیے چھوڑ دو اور اس شخص سے علیحدہ ہوتے جو آپ ﷺ کے ساتھ پیدل ہوتا اور آپ ﷺ سوار ہوتے تو اسے بھی سوار کر لیتے۔ اگر وہ انکار کرتا (یا سوار نہ ہو سکتا) تو فرماتے کہ مجھ سے آگے جاؤ، جس جگہ تم جانا چاہو علیحدہ ہو جاؤ۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبا تشریف لے گئے۔ حضرت ابوہریرہ ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہریرہ تم بھی سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں سوار ہونا نہیں چاہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سوار ہونے کے لیے فرمایا۔ حضرت ابوہریرہ نے کوشش کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو جائیں مگر قادر نہ ہو سکے (گرنے لگے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹنے کی کوشش فرمائی (اس کوشش میں) آپ ﷺ اور ابوہریرہ دونوں زمین پر آ رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ سوار ہوئے اور فرمایا اے ابوہریرہ میں تمہیں سوار کرتا ہوں۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں سوار ہونا نہیں چاہتا (حضور کی جو آواز تھی اس لیے سوار ہو گئے) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگ گئے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوہریرہ دونوں زمین پر آ رہے۔ تیسری بار فرمایا اے ابوہریرہ میں تمہیں سوار کروں۔ انہوں نے عرض کیا نہیں قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ ﷺ کو حق و راستی سے

---

[1] پارہ ۲۔ سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۶۔

ساتھ جیسا کیا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ تیری وجہ سے آپ ﷺ کو میری کسی بات پر کوئی زحمت ہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں اور نوکروں پر کھانے اور پہننے کے بارے میں بڑی نرمی فرماتے تھے (بلکہ) اپنے خادموں کی خدمت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو دس برس میں نے آپ کی خدمت کی اتنی ہی آپ نے میری خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی میرے کام کے بارے میں نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا اور مجھ سے تساہل ہوتا تو کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر خود بکری (کا کھانا) درست فرما لیتے تھے۔ (ایک مرتبہ) ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ (بکری کا) ذبح کرنا میرے ذمے ہے۔ دوسرے نے عرض کیا کہ کھال اتارنا میرے ذمے ہے۔ تیسرے نے عرض کیا کہ پکانا میرے ذمے ہے۔ آں رسول علیہ السلام نے فرمایا کہ جنگل سے لکڑیاں جمع کرنا میرے ذمے ہے۔ ان سب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اس کام کے لیے کافی ہیں (لکڑیاں بھی جمع کر لیں گے)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یہ بات اچھی طرح جانتا ہوں کہ تم اس کام کے لیے کافی ہو لیکن میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ اس معاملے میں بھی تم سے جدا اور ممتاز نظر آؤں کیوں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی یہ بات پسند نہیں کرتا کہ وہ اپنے اصحاب میں خود کو سب سے جدا اور ممتاز ظاہر کرے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے اور لکڑیاں جمع کیں۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے۔ جب منزل پر اترے تو آپ نماز کے لیے مصلے کی طرف آگے بڑھے۔ پھر واپس تشریف لائے اور فرمایا کہ میں اپنی اونٹنی کو چارہ کھلانا چاہتا ہوں۔ صحابہ نے عرض کی کہ آپ ﷺ نے اس کام کے لیے ہم کافی ہیں۔ فرمایا اگر تم میں سے ہر ایک شامل ہو جائے تو بھی اونٹنی کو چارہ نہیں کھلا سکتے۔

ایک روز آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں تشریف فرما تھے کہ صحابہ کے ساتھ کھجوریں تناول فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں حضرت صہیبؓ حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے آشوب چشم کے سبب اپنی آنکھ کو چھپا رکھا تھا۔ ان کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور انہوں نے کھجور کھانا شروع کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے صہیب تم کھجوریں کھا رہے ہو حالانکہ آنکھ کے مرض میں مبتلا ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تندرست آنکھ کی جانب سے کھجوریں کھا رہا ہوں۔ رسول علیہ السلام نے اس کی اس بات پر تبسم فرمایا۔

اسی طرح ایک بار آپ ﷺ تازہ تازہ کھجوریں تناول فرما رہے تھے کہ حضرت علیؓ حاضر خدمت ہوئے وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ انہوں نے کھجوریں کھانا شروع کر دیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ علی تم آشوب چشم میں مبتلا ہونے کے باوجود کھجوریں کھا رہے ہو۔ حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک سے بچ کر ایک طرف ہٹ کر کھانے لگے۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک کر کے سات کھجوریں ان کے ہاتھ پر رکھ دیں

تمھیں یہ سات کھجوریں کافی ہیں، اس سے تمھیں کچھ نقصان نہ ہوگا جب کہ تم طاق عدد کھجوریں کھاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت ام سلمہؓ نے ثرید (شوربے میں چوری ہوئی روٹی) کی ایک طشتری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تحفۃً بھیجی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت عائشہؓ نے ثرید کو زمین پر پھینک دیا اور طشتری توڑ دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ثرید اور طشتری کو سمیٹا اور فرمایا تم نے اپنی ماں سے غیرت کی۔ تم نے اپنی ماں سے غیرت کی۔

ایک مرتبہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ازواج مطہرات سے باتیں کر رہے تھے۔ ایک ام المومنین نے کہا یہ کلام، کلام خرافہ ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا جانتی ہو خرافہ کیا ہے؟ خرافہ قبیلۂ عذرہ کا ایک شخص تھا۔ زمانۂ جاہلیت میں وہ مدتوں جن کی قید میں رہا پھر جنوں نے اسے رہا کر دیا۔ چنانچہ یہ خرافہ تھا جو لوگوں سے جنوں کے بڑے قصے جو اس نے دیکھے تھے بیان کرتا تھا۔ لیکن پھر لوگ ایسی باتوں کو خرافہ کہنے لگے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لاتے تو مدت قیام کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے تھے۔ ایک حصہ اپنی عبادت کے لیے اور دوسرا حصہ اپنے اہل بیت کی دلگیری کے لیے۔ پھر اس حصے کو جو آپ اپنے نفس کے لیے مقرر فرماتے دو حصوں میں تقسیم فرماتے۔ ایک اپنے لیے اور دوسرا عام لوگوں کے لیے۔ چنانچہ عام و خاص آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ یہ آپ ﷺ کی سیرت پاک میں شامل تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے حق میں ہمیشہ روا رکھا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل فضل کو ان کے دینی فضل کے اندازے کے مطابق پسند اور اختیار فرماتے۔ ان میں سے کسی کی ایک حاجت ہوتی اور کسی کی زیادہ حاجتیں ہوتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان رہتے۔ ان کے ساتھ نماز پڑھانے میں مشغول ہوتے اور انھیں ہر اس بات کی خبر دیتے تھے جو ان کے لائق ہوتی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تمھیں چاہیے کہ میرا حکم حاضر و غائب کو پہنچاؤ اور مجھے اس شخص کی ضرورت سے آگاہ کرو جو اپنی ضرورت (مجھ تک پہنچانے) کی طاقت نہیں رکھتا۔ بے شک جو شخص بادشاہ کے پاس ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو اپنی حاجت (بادشاہ تک) پہنچانے کی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ قیامت میں اس کے دونوں قدم مضبوط کرے گا۔ آپ کی مجلس مبارک میں یہی باتیں ہوتی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب سے محبت فرماتے اور انھیں ناخوش نہ کرتے تھے۔ آپ ﷺ ہر قوم کے سردار سے جو اس قوم کا حاکم ہوتا تھا تکریم فرماتے تھے۔ نیک کام کرنے میں جو افضل ہوتا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوتا۔ جو شخص تمام مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا وہ آپ ﷺ کی نظر مبارک میں افضل ہوتا۔ جو شخص عام لوگوں کی غم خواری کرتا وہ آپ ﷺ کے نزدیک بزرگ تر ہوتا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب بیٹھتے یا اٹھتے تو اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ جب کبھی کسی مجلس میں تشریف لاتے تو جہاں

صرف حق باتیں ہی زبان سے نکالتے۔ تحمل، وقار اور مروت پیش فرماتے۔ آپ ﷺ اپنے مصاحبین کا پورا حق ادا فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات ناپسند فرماتے تھے کہ آپ ﷺ کا مصاحب کسی دوسرے پر برتری کا اظہار کرے۔ اگر کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس آکر بیٹھتا تو آپ اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ آنے والا خود نہ اٹھ جائے۔ اگر کسی ضرورت مند کا سوال ہوتا تو آپ اسے مطمئن کر کے ہی جاتے تھے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خدمت گار یا عورت کو نہیں مارا (بلکہ) کسی کو بھی سوائے جہاد کے نہیں مارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ دوست کی غیبت میں بولنا پسند نہیں فرماتے تھے (دوستوں کے عیوب کا ذکر ناپسند فرماتے تھے)۔ بدی کا بدلہ بدی سے نہیں دیتے تھے (بلکہ) بالکل معاف کر دیتے تھے۔ بیماروں کی عیادت فرماتے۔ مساکین سے محبت فرماتے اور ان کے ساتھ نشست و برخاست رکھتے اور ان کے جنازوں میں شریک ہوتے تھے۔ کسی شخص کو مفلسی کے باعث حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ کسی بادشاہ سے اس کی دولت و سلطنت کے باعث مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ نعمت کی خواہ وہ کتنی ہی کم ہو تعظیم کرتے تھے۔ کسی نعمت کی برائی ظاہر نہ فرماتے۔ آپ پڑوسی کی نگہداشت فرماتے اور اپنے مہمانوں کی تکریم کرتے تھے۔ ان کے بیٹھنے کے لئے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے تھے۔

(ایک مرتبہ) ایک خاتون جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں چنانچہ آپ نے ان کے لئے اپنی چادر مبارک بچھائی، خوش آمدید کہا اور انہیں اپنی چادر پر بٹھایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوستوں سے کھل کر اور خندہ پیشانی سے ملتے تھے لیکن امت کے خیال سے اکثر رنجیدہ اور متفکر رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات شریفہ اللہ تعالیٰ کے کاموں میں صرف ہوتے تھے یا ان کاموں میں صرف ہوتے جو لوگوں اور اپنے اہل و عیال کے لئے کرنا ضروری ہوتے۔ اگر کسی معاملہ میں اللہ کا حکم نہ ہوتا تو آپ ﷺ دو چیزوں میں سے آسان تر چیز کو پسند فرماتے تھے۔ اگر آپ خلیق و رحیم نہ ہوتے تو لوگ آپ ﷺ سے گریز کرتے، آپ ﷺ سے دور رہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام خود ہی کر لیتے تھے۔ اپنے جوتے اور کپڑے خود ہی ٹانک لیتے تھے۔ گھر کے کاموں میں شریک ہوتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے، اونٹ اور گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اپنے غلام وغیرہ کو اپنے پیچھے بٹھا لیتے تھے۔ اپنی چادر مبارک سر پر سے گھٹنوں تک ملفوف رکھتے۔ آپ ﷺ اپنے عصائے مبارک کو ہمراہ رکھتے اور فرماتے تھے کہ عصا کو ہمراہ رکھنا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکریاں چراتے تھے۔ انبیاء میں سے کوئی بھی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو بچہ آپ ﷺ کے خاندان میں پیدا ہوتا اس کا عقیقہ کرتے تھے۔ مولود کی پیدائش کے ساتویں دن آپ ﷺ اس کے سر کے بال منڈواتے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیک فال کو پسند فرماتے تھے اور بد فالی کو ناپسند کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہم میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو خود کو اپنے لیے تکلیف پیدا نہیں کرتا لیکن اللہ تعالیٰ اس توکل کی برکت سے جو اللہ تعالیٰ پر ہوتا ہے، اس تکلیف کو دور فرماتا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی ایسی چیز پیش کی جاتی جو آپ ﷺ کو پسند ہوتی تو آپ ﷺ **الحمدللہ رب العالمین** (اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے) فرماتے اور اگر کوئی ایسی چیز جو آپ ﷺ کو ناپسند ہوتی تو فرماتے **الحمدللہ علی کل حال** (ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے)۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے سے کھانا اٹھایا جاتا تو فرماتے: **الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا و آوانا و جعلنا من المسلمین** (اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے ہمیں کھانا کھلایا، پانی پلایا، آرام کی جگہ عطا فرمائی اور ہمیں مسلمان (پیدا) کیا)۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ یہ فرماتے: میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں بہت زیادہ شکر اس میں پاکیزہ و برکت اس کی (ذاتی و اپنی) غیر مکفی یا (اپنی ذات سے) نہ رخصت کیا ہوا نہ بے پروا کیا ہوا، اے ہمارے پروردگار۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب چھینک آتی تو آواز کو پست کرتے اور اپنے چہرہ مبارک کو ہاتھ یا کسی کپڑے سے چھپا لیتے اور الحمدللہ کہتے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر قبلے کی جانب رخ فرما کر بیٹھتے اور جب مجلس میں تشریف رکھتے تو دونوں دست مبارک دونوں زانوئے مبارک پر رکھتے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے فرماتے اور لغو میں کم کرتے تھے۔ لایعنی باتیں بالکل نہ فرماتے۔ نماز بہت لمبی فرماتے اور زیادہ طول دیتے اور خطبہ کو کم فرماتے۔ ایک نشست میں سو بار استغفار کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اول شب میں نیند فرماتے، پھر نیند سے اٹھ جاتے اور آخر شب میں نماز وتر ادا فرماتے تھے، پھر آرام کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے اور جب اذان کی آواز سمع مبارک میں آتی تو بستر سے کھڑے ہو جاتے۔ اگر غسل کی حاجت ہوتی تو غسل فرماتے ورنہ وضو کر کے نماز کے لیے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لے آتے اور مسجد میں جماعت قائم نماز ادا فرماتے۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے پاس ہوتے تو شام کو نفل بیٹھ کر پڑھتے تھے اور نماز میں بسبب گریہ آپ ﷺ کی آواز دیگ کی آواز کے مشابہ ہو جاتی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پیر اور جمعرات کو اور ہر ماہ میں تین دن روزہ رکھتے تھے۔ ماہ محرم کو بہت کم روزہ رکھتے تھے۔ جمعے کے دن روزہ کم رکھتے اور شعبان کے مہینے میں کثرت سے روزہ رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں نیند کرتی تھیں لیکن دل نہیں سوتا، قلب میں بیدار رہتا تھا۔ جب نیند فرماتے تو آواز خراٹے لیتے تھے۔ اگر خواب میں کوئی ایسی بات دیکھتے جس سے خوف پیدا ہوتا تو **ھو اللہ لا شریک لہ** کہتے۔ (اللہ وہ جس کا کوئی شریک نہیں)۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت اپنا دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور دعا فرماتے **اللّٰھُمَّ باسمک**

اموت و احیی (اے میرے رب مجھے شب کی [illegible] عذاب سے محفوظ رکھ اور [illegible] میں تیرے نام کے ساتھ جیتا ہوں)۔ اور جب بیدار ہوتے تو فرماتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْر (اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے کہ ہمیں موت دینے کے بعد زندہ کیا اور اسی کی طرف جانا ہے)

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب گفتگو فرماتے تو صاف اور صحیح ہوتی تاکہ مخاطب بات یاد کر لے اور ہر بات تین بار فرماتے تاکہ سامعین آپ ﷺ کے کلام کو اچھی طرح سمجھ لے۔ بے ضرورت زبان مبارک کو حرکت نہ دیتے بلکہ خاموش رہتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو جامع ہوتی تھی جس میں فضول قسم کا کلام نہ ہوتا۔ بطور مزاح کبھی کبھی بات کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے مسکراتے رہتے تھے۔ اور بہت کم ہنسنا ہوتا تھا۔ آپ ﷺ مسکراتے ہوں تو آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ قہقہہ نہیں لگاتے تھے

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں کوئی عیب بیان نہیں کیا۔ اگر خواہش ہوتی تو تناول فرماتے، خواہش نہ ہوتی تو تناول نہ فرماتے۔ آپ ﷺ نے ٹیک کا سہارا لے کر کھانا تناول نہیں فرمایا۔ خوان پر رکھا ہوا کھانا تناول فرمایا۔ آپ ﷺ صاف ستھرے کھانے سے رغبت فرماتے تھے۔ تحفے میں آیا ہوا کھانا تناول فرماتے تھے اور ان کے بدلے میں کچھ نہ کچھ عطا فرماتے تھے۔ آپ ﷺ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے تھے۔ کھانے کو سونگھتے نہیں تھے۔ جو کھانا میسر ہوتا تناول فرماتے۔ اگر گوشت ہوتا تو گوشت، نان ہوتی تو نان اور شہد میسر ہوتا تو شہد ہی تناول فرماتے۔ اگر دودھ میسر آجاتا تو اس پر قناعت فرماتے۔ دودھ پینے کے بعد روٹی تناول نہ فرماتے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک (کھانے پینے کا) یہی طریقہ قائم رکھا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے تشریف لے جانے تک جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں کھائی۔ آپ ﷺ کے اہل و عیال پر کبھی ایک مہینہ کبھی دو مہینے ایسے گزر جاتے کہ دولت کدے میں (طعام کے لیے) آگ روشن نہ ہوتی۔ آپ کا کھانا صرف کھجور اور پانی ہوتا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے جب کہ حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو زمین کے خزانے عطا فرمائے تھے لیکن آپ نے انکار کیا اور قبول نہ فرمایا اور آخرت کو ہی پسند کیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے ہاں اکثر تشریف لاتے تھے اور فرماتے کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ اگر حضرت عائشہ عرض کرتیں کہ کچھ نہیں ہے تو فرماتے میں روزے سے ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لائے۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کسی نے ہمیں تحفہ بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کیا چیز ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حلوہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا خیر، [illegible] میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے ([illegible]) حضرت عائشہ نے عرض کیا کہ تناول فرمائیے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ

... لوکی تناول فرماتے اور فرماتے کہ خوب ترین کھانا سرکہ کے ساتھ روٹی کھانا ہے۔ آپ ﷺ پالتو مرغیوں کا اور سرخاب کا گوشت تناول فرماتے تھے کہ وہ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے دست کا گوشت پسند فرماتے تھے آپ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے روغن زیتون کھایا کرو اور اپنے سروں میں ڈالا کرو کیونکہ یہ بے شک یہ مبارک درخت کا تیل ہے۔ اشعار:

یا حاعل السنن التی شعره ودثاره
ممسکا بحدیثه مستوفیا اخباره

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو بیان کرنے والے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو مضبوط پکڑنے والے سب لوگ آپ ﷺ کی سنتوں کو اختیار کرتے ہیں۔

سنن الشریعة خذ بها متو سما آثاره
وکذا طریق فاقتبس فی سبلها انواره

ترجمہ: شریعت کے طریقوں کو آپ ﷺ سے جاری علامت یقین کر اور ایسے طریقوں پر عمل کرکے آپ کے نور سے روشنی کرنے کا فائدہ حاصل کر۔

هو قدوة لک فاتحوی سنن شعاره
قد کان یقری ضیفهٔ یحفظ جاره

ترجمہ: وہ حصار ہے تیرا جس میں آپ ﷺ کی سنتوں کو بچا جانا ہو۔ بے شک آپ ﷺ مہمان کی عزت فرماتے اور اپنے ہمسایہ کی نگہداشت کرتے تھے۔

وتجالس المسکین یوثر قربه وجواره
الفقر کان رداؤه والجوع کان شعاره ط

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکینوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے تھے۔ ان سے قربت اور ہمسائگی پسند فرماتے تھے۔ فقر آپ ﷺ کی چادر اور بھوک آپ ﷺ کا مستقل ہمراہی تھا۔

ترجمہ: شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو آپ ﷺ سے ملاقات کرنے حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اس کی عزت کرنے کے لیے اپنی چادر مبارک بچھا دیتے۔

[illegible]

ترجمہ شعر ۶: آپ صلی اللہ علیہ وسلم عمرو سے فرماتے تھے کہ اپنے پاجامے کو کھینچیں۔

ترجمہ شعر ۷: بے شک آپ ﷺ اپنے پڑوسی کو جب تو صبح سویرے پڑھتے تھے تو وہ ایک ماہ سے آپ ﷺ کا پڑوسی ہوتا یا ایک رات اور ایک دن کا پڑوسی ہوتا۔

ترجمہ شعر ۸: مسرور بکریوں کا دودھ خریدا، اپنی صفت کے ذریعے میں گرہ لگادی (سنت کو مضبوط فرمایا) تو وہ عمل [illegible] باقی [illegible] تھا

ترجمہ شعر ۹: مسرور بکریوں کا دودھ خریدا، دشمن کا حق ادا کیا، وہ کیسے اچھے مہاجر تھے جن کی انصار عزت کرتے تھے۔

نواں شرف: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان

قرآن مجید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین معجزہ ہے۔ یہ جہاں کے فصیح و بلیغ [illegible] قرآن مجید کی مثل (کتاب) پیش کرنے سے عاجز رہے اور [illegible] دوسری نہیں بنا سکے جیسے [illegible] اگر وہ جمع ہو جائیں تب بھی قرآن کی مثل پیش نہیں کر سکتے۔ قرآن مجید کے نازل ہونے کے بعد [illegible] ان کی سچائی اور حقانیت پر [illegible] اس کے سوال [illegible] مثل [illegible] کامل سورتیں بنا [illegible] لیکن ناکام رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات یہ ہیں۔

ان میں سے ایک حدیث بیان ہے، یہ ایک عالم کا قول ہے جو شام میں ایک بار بیت المقدس آیا تھا (اس نے کہا) بے شک میں جانتا ہوں کہ ملک عرب میں دنیا کا سب سے بڑا عالم مبعوث ہوگا، اگر تو وہاں جائے تو ان سے ملاقات کرے گا۔ ان میں تین خاص باتیں ہیں:

(۱) وہ تحفے کا کھانا تناول فرماتے ہیں۔

(۲) وہ صدقے کا کھانا تناول نہیں فرماتے۔

(۳) ان کے [illegible] کندھے پر [illegible] کے قریب مہر نبوت ہے جو [illegible] کے انڈے کی مانند اور جسم کے ہم رنگ ہے۔ [illegible] جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آپ ﷺ کی ذات بابرکات میں یہ علامتیں پائیں۔

ان میں سے معراج شریف کے جانے کے وقت آپ ﷺ کے سینہ مبارک کا کھولنا ہے۔ ان میں سے بیت المقدس کے [illegible] میں آپ ﷺ کا خبر دینا اور علامات بیان کرنا ہے حالانکہ آپ ﷺ اس وقت مکہ معظمہ میں

پہلے شعر کا صرف مصرع اولیٰ نقل کیا ہے دوسرا مصرع اصل نقل میں تحریر نہیں [illegible] شعر [illegible] کا مصرع [illegible] اس [illegible] اصل کتاب میں [illegible] کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح شعر [illegible] ۸ کا مصرع ثانی لفظ [illegible] ہے [illegible] [illegible] قسیم [illegible] [illegible]

تشریف رکھتے تھے۔ ان میں سے واقعہ شق ہے یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا۔ ان میں سے ایک معجزہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ حنین کے دن کافروں کی جماعت پر مٹی کی مٹھی پھینکی جس سے اللہ تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی۔ ان میں سے وہ واقعہ ہے جب کافروں کی جماعت آپ ﷺ کی تاک میں [illegible] لیکن آپ ﷺ کو دیکھنے سے معذور رہی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ سے خالی دونوں تھنوں پر دست مبارک پھیرا تو وہ دودھ سے بھر گئے۔ آپ ﷺ نے خود دودھ پیا اور حضرت ابوبکر کو بھی پلایا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے [illegible] اللہ تعالیٰ [illegible] شہادت [illegible]۔ ان میں سے حضرت علی ابن ابی طالب سے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انہیں موسم کی گرمی اور سردی سے محفوظ رکھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ [illegible] آنکھوں کی شکایت کی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن حضرت علی کی آنکھوں میں [illegible] جب وہ مرض چشم میں مبتلا تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ حضرت [illegible] غزوہ [illegible] میں زخمی ہو گئے تھے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس کے حق میں دعا فرمائی۔ ان میں سے حضرت جابر [illegible]۔ ان میں سے یہ ہے کہ [illegible] اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت جابر کی کھجوروں میں برکت عطا فرما دی۔ ان میں سے [illegible] حضرت انس کے لیے مال کی فراوانی اور کثرت اولاد کی دعا فرمائی۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ سے [illegible] شکایت کی اور آپ [illegible]۔ ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] کے لیے دعا فرمانا ہے۔ ان میں سے آپ ﷺ کا [illegible] جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت آپ ﷺ کو تلاش کر رہا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ [illegible] درخت [illegible] آپ کی نبوت کی گواہی دی۔ ان میں سے یہ ہے کہ [illegible] (جو [illegible] آپ ﷺ کا [illegible] تھیں)۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ ﷺ نے [illegible] (ایک قبر) [illegible] تو ایک دوسرے سے الگ

[illegible] ۲۰۲ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ہوئے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ سے [illegible] رضی اللہ [illegible] کی جانب جائیں۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تھے [illegible] ایک درخت میں [illegible] کرتا ہوا آیا حتیٰ کہ (صاحب کے لیے) آپ ﷺ کے پاس [illegible] آپ ﷺ مبعوث ہوئے سلام کرتا ہے۔ ان میں سے خشک درخت [illegible] آپ ﷺ خطبہ دیتے رہتے تھے۔ ان میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا ہے۔ ان میں کھانے کا تسبیح کرنا ہے۔ ان میں [illegible] کا [illegible] کرنا ہے کہ [illegible] گیا ہے۔

ان میں سے یہ ہے کہ [illegible] ان میں [illegible] شہید ہونا ہے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible]۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے امام حسین کے بارے میں فرمایا کہ میرا یہ بیٹا شہید کیا جائے گا۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ سے [illegible] دی۔ ان میں یہ ہے کہ آپ ﷺ سے چیز سے [illegible]۔ [illegible] دی گئی چنانچہ میں نے اس کے مشرقوں اور مغربوں کو [illegible] دیا۔ ان میں [illegible] آپ ﷺ کا [illegible] قیس کے لیے [illegible] وہ خیر و خوبی کے ساتھ زندہ رہیں گے ان میں [illegible] آپ ﷺ [illegible] دی گئی چنانچہ سورۃ تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی۔

ان میں سے یہ ہے [illegible] شخص مرتد ہو گیا اور مشرکوں میں شامل ہو گیا۔ ان میں سے یہ ہے کہ ایک شخص اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا تھا۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بہت مرغوب ہوتے۔ ان میں سے یہ ہے کہ [illegible] معصوم [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جانب اشارہ کر رہا تھا۔ ان میں عجیب ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر گواہی دینا ہے۔ ان میں سے یہ ہے کہ آپ

[illegible]

منها ان ظبية [illegible] في شبكة

منها [illegible] الإبل

منها [illegible]

منها [illegible]

منها [illegible]

منها [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

صلی اللہ علیہ وسلم سے [illegible] خندق [illegible] تھے۔ اس میں یہ ہے کہ بہت قلیل [illegible] تھی۔ اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اس میں ہے یہ ہے کہ [illegible] ایک [illegible] اس میں یہ ہے کہ آپ ﷺ کی [illegible] یہ ہے کہ [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کھانا [illegible] اس میں یہ ہے کہ [illegible] اس میں ہے [illegible] اس میں ہے یہ ہے [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تھی۔ اس میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اس میں یہ ہے کہ [illegible] آپ ﷺ کی خدمت میں [illegible] اس میں یہ ہے کہ اس جماعت کے [illegible] پانی اور اس کا [illegible]

اس میں یہ ہے کہ [illegible] لشکر میں [illegible] اس میں یہ ہے کہ [illegible] خندق میں حاضر ہوئے [illegible] اس میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] مقابلہ [illegible]

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] معجزات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و سلام ہو۔

دسواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا ذکر

وہ پہلی خاتون جن سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح فرمایا، حضرت خدیجہؓ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی تھیں۔ وہ آپ ﷺ کی زوجیت میں رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا اور وہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں۔ جب حضرت خدیجہؓ کا آپ ﷺ سے نکاح ہوا تو اس سے قبل وہ دو شخصوں سے نکاح کر چکی تھیں۔ وہ اپنی وفات تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی حیات میں کسی عورت سے نکاح نہیں فرمایا یہاں تک کہ حضرت خدیجہؓ نے وفات پائی۔

روایت ہے کہ حضرت علیہ السلام، حضرت عائشہؓ سے حضرت خدیجہؓ کی اس قدر اوصاف اور خوبیاں بیان فرماتے تھے کہ جنھیں تفصیل سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کا ذکر کرتے نہیں تھکتے تھے حتیٰ کہ حضرت عائشہؓ غیرت کے جوش میں آ جاتیں۔ حضرت خدیجہؓ پہلی خاتون تھیں جنھیں آپ ﷺ نکاح میں لائے۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ بنت زمعہ سے نکاح کیا۔ یہ نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے قبل ہوا تھا۔ اس سے قبل حضرت سودہ سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلاق دینی چاہی لیکن انھوں نے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو دے دی اور کہا کہ مجھے مردوں سے رغبت نہیں ہے لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کا شرف چھوڑنا نہیں چاہتی۔

حضرت سودہؓ کے بعد آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر صدیقؓ سے نکاح کیا۔ یہ نکاح مکہ معظمہ میں ہجرت سے دو سال قبل ہوا اور بعض کہتے ہیں سات سال قبل ہوا۔ حضرت عائشہؓ نے مدینہ طیبہ میں ۵۷ ہجری میں وفات پائی اور بعض ۵۸ ہجری کہتے ہیں۔ انھیں رات کے وقت جنت البقیع میں دفن کیا گیا اور نماز جنازہ حضرت ابوہریرہؓ نے پڑھائی۔ ان کے سوا کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ایسی نہ تھیں جن سے کنوارپن (بیوہ کا نہ) میں نکاح ہوا ہو۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ بنت عمرؓ سے نکاح کیا۔ نکاح سے پہلے وہ خنیس بن حذافہ سہمی کے عقد میں تھیں۔ حضور ﷺ نے انہیں طلاق دی تھی جب جبرئیل علیہ السلام آئے اور ان کی طرف سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان سے رجوع کیجیے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ عبید اللہ بن جحشؓ کے نکاح میں تھیں اور حبشہ ہجرت کی تھی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ بنت ابی امیہ سے نکاح فرمایا۔ اس سے پہلے وہ ابو سلمہ کے نکاح

میں تھیں۔ وہ رسول علیہ السلام کی آخری بیبیوں سے تھیں اور سب سے آخری بی بی حضرت میمونہؓ سے پہلے نکاح میں آئیں۔ حضرت ام سلمہؓ بعد کی بیبیوں میں سے بھی تھیں اور ازواج مطہرات میں سب سے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب بنت جحش سے نکاح فرمایا۔ وہ یعنی حضرت زینب حضور علیہ السلام کی پھوپھی کی دختر تھیں جن کا نام امیمہ تھا۔ حضرت زینبؓ حضور علیہ السلام کے غلام زیدؓ بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زیدؓ نے انھیں طلاق دی جس کے بعد خدائے تعالیٰ نے آسمان میں ان کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ صحیح روایت میں ہے کہ حضرت زینبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجؓ سے کہتی تھیں کہ آپ کے والدوں نے آپ کا عقد کیا ہے لیکن میرا نکاح اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان کے اوپر کیا ہے۔ حضرت زینبؓ نے ۱۶ ہجری میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جویریہؓ بنت حارث سے نکاح فرمایا جو غزوۂ بنی مصطلق کے مال غنیمت میں حاصل ہوئی تھیں

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہؓ بنت حیی سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی ۷ ہجری کے غزوۂ خیبر میں بطور لونڈی حاصل ہوئی تھیں۔ حضور علیہ السلام نے انھیں اپنے لیے منتخب فرمایا اور انھیں آزاد کیا۔ یہی آزادی ان کا مہر تھا۔ (اس سے قبل) وہ کنانہ بن ابی الحقیق کی زوجیت میں تھیں۔ (نکاح کے وقت) چھتیس سال کی تھیں بعض کہتے ہیں بیس سال کی تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہؓ بنت حارث سے نکاح فرمایا۔ یہ بی بی خالد بن ولیدؓ کی خالہ تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے موضع سرف میں نکاح پڑھایا۔ اس موضع کی بنیاد دریا نے رکھی تھی۔ ان کی (حضرت میمونہؓ کی) وفات موضع سرف میں ہوئی اور وہیں دفن کی گئیں۔ ازواج مطہرات میں سے جس کا سب سے آخر میں انتقال ہوا وہ یہی بی بی تھیں۔ یہ پہلے میرہ معاہری کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت میمونہؓ نے ۶۳ ہجری میں انتقال فرمایا۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (مذکورہ) بیبیوں سے حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد نکاح کیا تھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے نکاح فرمایا۔ مساکین کو کثرت سے کھانا کھلانے کے باعث انھیں ام المساکین

[illegible] مطبوعہ کے ص ۳۰۹ [illegible] یہ عبارت ہے۔

[illegible]

[illegible] پہلے جملے میں ابہام ہے۔ غلطی ترجمہ ہوگا

اور عبداللہ بن عباسؓ نے نکاح [illegible] کو موضع سرف میں

[illegible] ہوتی ہے۔ شاید مراد یہ ہو کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے نکاح پڑھایا۔ واللہ اعلم [illegible] کیا گیا ہے۔ اسی عبارت کا دوسرا حصہ [illegible] حضرت میمونہؓ کی وفات تمام امہات کے آخر میں بتائی گئی ہے جب کہ حضرت ام سلمہؓ سے متعلق بھی [illegible] صفحے پر [illegible] گیا ہے۔ [illegible]

ہو چکی تھی۔ حضور علیہ السلام سے نکاح کرنے سے پہلے حضرت زینب عبداللہ بن جحش کے عقد میں تھیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ طفیل بن حارث کے نکاح میں تھیں۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ بنت ضحاک، اسماء بنت [illegible]، [illegible] الکلبی، اور اسماء بنت کعب الجونیہ، عمرہ بنت یزید سے نکاح کیا۔ ان کے علاوہ قریش کی ایک خاتون سے نکاح کیا لیکن ہم بستری سے قبل انہیں طلاق دے دی۔ ان کے علاوہ ایک خاتون سے نکاح فرمایا۔ جب ان خاتون کے کپڑے اتارے تو ان کے جسم پر سفید داغ (برص کے داغ) نظر آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ تم ایک عورت سے نکاح کیا اور جب اس کے ساتھ خلوت ہوئی تو اس نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ سے پناہ مانگتی ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے تم [illegible] فرمایا تم اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔ آپ ﷺ نے بہت حسینوں سے نکاح کیا مگر عدت میں طلاق دے دی۔ آپ ﷺ نے [illegible] صحبت سے نکاح فرمایا لیکن وہ آپ سے پہلے فوت ہو گئیں۔ آپ ﷺ نے ملیکہ بنت [illegible] سے نکاح کیا۔ جب داخل ہوئے تو [illegible] عرض کیا کہ میں اپنے نفس کو ہبہ کرتی ہوں۔ آپ ﷺ نے ایک مرہ عورت (مرہ کی عورت) کے پاس پیغام بھیجا۔ اس کے والد نے کہا اس کے جسم پر برص کے نشان ہیں حالانکہ ایسا نہیں تھا [illegible] اس نے مجھے جھوٹ کہا تو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ارادہ ترک فرما دیا۔ وہ عورت واقعی مبروص ہو گئی۔ آپ ﷺ نے ایک خاتون کو نکاح کا پیغام بھیجا [illegible] کہ وہ بڑی عمر کی ہو چکی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عورت جو [illegible] کی [illegible] سے چاہی پھر آپ ﷺ نے اس سے نکاح کا ارادہ ترک فرما دیا۔ یوں کیا گیا ہے کہ بے شک آپ ﷺ نے ان خاتون سے نکاح کیا تھا۔ اس کے بعد جب ان کے والد نے یہ بات کہی تو آپ ﷺ نے انہیں طلاق دے دی اور [illegible] یہ واقعہ ابو سعید نے کتاب "شرف المصطفیٰ" میں بیان کیا ہے۔

مختصر یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اکیس (۲۱) ازواج تھیں۔ ان میں سے چھ کو آپ ﷺ نے طلاق دی اور پانچ نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ آپ ﷺ نے اپنی وفات کے بعد نو (۹) ازواج چھوڑیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] ان کے مہر میں پانچ پانچ سو درہم ادا کیے تھے۔ جو [illegible] گیا ہے کہ [illegible] حضرت صفیہ کے [illegible] بے شک ان کا مہر [illegible] میں [illegible] کی۔ ان کے علاوہ حضرت ام حبیبہ کا مہر نجاشی نے ادا کیا۔

گیارہواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادوں کا ذکر

حضرت خدیجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے قبل از نبوت پیدا ہوئے اور بعد از نبوت حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ ان کی ولادت کی بنا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت "ابو القاسم ﷺ" ہوئی۔ پھر عبداللہ پیدا ہوئے جن کا لقب

"طیب و طاہر ہوا۔ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ طیب اور طاہر دو صاحبزادے ہیں۔ ان کے بعد حضرت زینب، حضرت رقیہؓ حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں"

محمد بن اسحاق سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں قبل اسلام پیدا ہوئیں اور صاحبزادے جو قبل اسلام پیدا ہوئے وہ قبل اسلام ہی بحالت شیر خوارگی وفات پائی۔ بعض نے کہا ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال بعمر دو سال ہوا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ حضرت قاسم کا انتقال اس عمر میں ہوا کہ سواری پر سوار ہو جاتے تھے (یعنی سن تمیز کو پہنچ گئے تھے) لیکن صاحبزادیوں نے اسلام کا زمانہ پایا۔ انہوں نے اسلام قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہجرت کی۔

بیان کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادیں سوائے حضرت عبد اللہ کے زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے پھر طیب اور طاہر کی ولادت ہوئی۔ صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت زینبؓ تھیں پھر حضرت رقیہؓ پیدا ہوئیں۔ یہ روایت بھی ہے کہ سب سے بڑی صاحبزادی حضرت رقیہؓ تھیں پھر حضرت زینبؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ پیدا ہوئیں۔ کہا گیا ہے کہ حضرت فاطمہؓ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔

یہ تمام اولادیں حضرت خدیجہؓ کے بطن سے مکہ معظمہ میں پیدا ہوئیں اور مدینہ طیبہ میں آپ ﷺ کی بیوی ماریہ قبطیہؓ سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کے ساتھ ستر راتیں گزار کر وفات پائی۔ ایک روایت میں ہے کہ وفات کے وقت سات مہینے کے تھے۔ بعض روایتوں میں اٹھارہ مہینے عمر بتائی گئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولادوں میں سوائے حضرت فاطمہؓ کے سب نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال آپ کی وفات کے چھ ماہ بعد ہوا۔

بارھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کا ذکر۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ ایک حضرت زینبؓ جن کا نکاح ابو العاصؓ بن ربیع سے ہوا۔ ابو العاصؓ کی والدہ ہالہ بنت خویلد تھیں اور وہ اہل مکہ میں شمار ہوتے تھے۔ ان کا اکثر مال تجارت اور امانت میں لگا رہتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو کفار مکہ ابو العاصؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم اپنی بیوی کو طلاق دو ہم تمہارا نکاح اس عورت سے کر دیں گے جسے تم پسند کرو گے۔

ابو العاصؓ نے جواب دیا کہ میں اپنی بیوی کو ہرگز طلاق نہیں دوں گا اور مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ قریش کی کوئی عورت میری بیوی سے افضل ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ حضرت زینبؓ اور ابو العاصؓ میں علاحدگی کی وجہ اسلام تھی جب حضرت زینبؓ اسلام لائیں۔ بے شک رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے درمیان علاحدگی کے سلسلے میں قادر نہ تھے، آپ ﷺ مکہ میں مغلوب تھے۔

اور حضرت رقیہ ایمان [illegible] میں تو ابولہب [illegible] بیٹوں [illegible] کا نام [illegible] اور عتبہ [illegible] تھا اپنے [illegible] مجبور کیا اور کہا کہ رقیہ تمہارے خاندان [illegible] چنانچہ عتبہ نے حضرت رقیہ [illegible] حضرت عثمان [illegible] عفان [illegible] نکاح [illegible] جاہلیت میں [illegible] حضرت عثمان نے حضرت رقیہ کے ساتھ حبشہ ہجرت کی۔ حضرت رقیہ کی وفات [illegible] مسلمانوں [illegible] وقت حضرت عثمان حضرت رقیہ کی [illegible] میں مصروف تھے۔ حضرت رقیہ [illegible] حضرت عثمان [illegible] اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت رقیہ [illegible] تعزیت کی اور فرمایا الحمد للہ اور [illegible]

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] بیٹیوں میں ایک ام کلثوم تھیں۔ حضرت رقیہ کی وفات کے بعد حضرت عثمان سے [illegible] نکاح [illegible] عتبہ [illegible] جب تبت یدا ابی لہب نازل ہوئی تو ابولہب [illegible] محمد صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] بیٹیوں [illegible] طلاق [illegible] چنانچہ ابولہب کے بیٹوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی [illegible] رخصتی نہیں ہوئی [illegible] جس وقت عتبہ نے حضرت [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] اور بولا میں نے آپ ﷺ [illegible] آپ ﷺ [illegible] اللہ علیہ وسلم [illegible] حضور علیہ السلام نے فرمایا [illegible] اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو تجھ پر [illegible]

(اس کے بعد) عتبہ [illegible] قریش کے قافلے کے ساتھ [illegible] شام میں [illegible] (اس صورت [illegible] محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) [illegible] ابو کبشہ کہاں ہے وہ مکے میں ہے اور میں ملک شام میں ہوں۔ [illegible] مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) [illegible] (قافلے [illegible]) [illegible] عتبہ کو [illegible]

[illegible]

حضرت عثمان سے حضرت [illegible]

۔ رہیں اور حضرت عثمان سے حضرت رقیہ [illegible] ہوئی۔ حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عثمان [illegible] شعبان ۹ ہجری میں وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] بیٹی [illegible] تو میں اس کا نکاح بھی عثمان سے [illegible] روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام کلثوم کی قبر پر تشریف فرما ہوئے۔ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

تیرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں اور پھوپھیوں کا ذکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عبدالمطلب کی اولاد سے گیارہ چچا تھے۔ ان میں سے ایک حارث تھے [illegible] حضرت عبدالمطلب کی کنیت [illegible] حارث سب سے بڑے بیٹے تھے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تھے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible] عبدالمطلب [illegible] وفات پائی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت [illegible]

[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

[illegible]

[illegible] شہید ہوئے۔

[illegible] (اور دوسرے قول [illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible] تھے۔

[illegible] نبی علیہ السلام کے والد عبداللہ اور عاتکہ کے حقیقی [illegible] واقعہ [illegible] خواب میں دیکھا تھا ماں جایا [illegible] فاطمہ بنت عمرو تھی۔ [illegible]

[illegible]

اس طرح (ایک چچا) ابولہب تھا۔ اس کا نام عبدالعزی تھا۔ خوبصورت ہونے کی وجہ سے (عبدالمطلب نے) اس کی [illegible] کے لیے صحبت کا شرف بھی [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی چھ پھوپھیاں تھیں

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] تھیں۔

ان میں سے [illegible] تھیں۔ [illegible] تھیں اور [illegible] سے [illegible] میں [illegible] کا نکاح [illegible] سے [illegible] اور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ [illegible] تھیں۔ [illegible] نکاح عمیر بن وہب سے ہوا، ان سے ایک فرزند عمرو پیدا ہوئے [illegible] سب سے پہلے [illegible] میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ [illegible] بمقام اجنادین شہید ہوئے۔ ان میں سے آمنہؓ بنت عبدالمطلب تھیں، جن کا نکاح جحش سے [illegible] ان سے [illegible] جو [illegible] احد میں شہید ہوئے۔ [illegible] شاعر تھے اور ان کا نام عبداللہ تھا۔ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تھیں۔ [illegible] شرف صحبت حاصل [illegible] تھے [illegible] اور [illegible] میں [illegible] وفات پائی۔

ان میں سے ایک [illegible] تھیں [illegible] سے [illegible] جن کا نام عبداللہ تھا پیدا ہوئے۔ ابو [illegible] حضرت ام سلمہ [illegible] سے [illegible] حضرت ام سلمہ کا نکاح نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔

[illegible] سے [illegible] ہے۔

ان میں سے ایک [illegible] تھیں [illegible] کا نکاح [illegible] سے [illegible] حضرت عثمان بن عفان [illegible] تھیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] بہر حال اصل [illegible]

[illegible]

[illegible]

چودھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں، خادموں، آزاد خدمت گزاروں، قاصدوں، کاتبوں اور رفیقوں کا ذکر

مردوں میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس ۳[illegible] خادم تھے (تفصیل یہ ہے) ان میں ایک زید بن حارثہ بن [illegible] [illegible] تھے

ثوبان تھے جو آپ ﷺ کے [illegible] تھے۔

ابو [illegible] تھے جو مکے کے [illegible] تھے۔ ان کے والد قیدی تھے چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خرید کر آزاد کردیا۔

ان میں سے ایک رباح سوڈان [illegible] اور شقران تھے۔ ان کا نام صالح تھا۔ کہا گیا ہے کہ وہ اپنے والد یسار کے وارث ہوئے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش [illegible] میں پہنچے تھے (شریک تھے)۔

ان میں سے ایک ابورافع تھے۔ ان کا نام اسلم تھا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ ان کا نام ابراہیم تھا

ان میں سے ایک [illegible] ابو مویہبہ تھے، جنھیں آپ ﷺ نے خرید کر آزاد کردیا تھا

ان میں سے ایک فضالہ تھے جو ملک شام میں منتقل ہوگئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی ان میں رافع ہیں جو سعید بن عاص کے غلام تھے پھر ان کے بیٹے کے وارث ہوئے چنانچہ بعضوں نے انھیں معاف کردیا اور بعض نے قید رکھا۔ اس کے بعد رافع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر مدد کے طالب ہوئے چنانچہ انھیں معاف فرمادیا۔ (اسی [illegible] رافع [illegible] تھے۔ مدعم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام [illegible] مدعم بھی انہی میں سے ایک ہیں۔

[illegible] ہیں جنھیں [illegible] نے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا تھا۔ آپ نے عبدالرحمٰن کو عوض [illegible] سے [illegible] شام و قید سے چھڑایا۔ ان میں ابو ضمیرہ [illegible] اور [illegible] بھی ہیں۔ سفینہ ابو [illegible] ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے حق میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا [illegible] سے نکاح کرو۔ [illegible] غلام سے انھیں خرید [illegible] تھا۔

ان میں ایک قبیلہ [illegible] معروف ہیں۔ آپ ﷺ نے انھیں آزاد کردیا تھا۔

ان میں ایک ابو [illegible] ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] کے غلام تھے۔ حضور علیہ السلام نے انھیں ہبہ کردیا تھا پھر آزاد کردیا۔

ان میں ایک [illegible] ہیں جن کا تعلق [illegible] سے تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں آزاد کردیا تھا۔

یہ بات تحقیق سے کہی گئی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیس غلام اور دو کنیزیں تھیں۔ [illegible] سلمیٰ، ام رافع، برکہ ام ایمن، ماریہ، ریحانہ، میمونہ، خضرہ اور رضویٰ

[illegible] آپ کے [illegible] کتب [illegible] اسباب و وراثت [illegible] کے [illegible]
[illegible] ج ۲ [illegible]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ آزاد خادم تھے۔ [illegible] اور ہند [illegible] دونوں حارثہ کے بیٹے تھے۔ (ان کے علاوہ) ربیعہ [illegible] عبد اللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر جہنی، بلال بن رباح مؤذن اور سعد، حضرت ابوبکر صدیق کے غلام۔ ذو مخمر [illegible] ابوذر غفاری بھی خدمت گزار تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصدوں کا ذکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حضرات کو بطور قاصد وسفیر دوسرے ملکوں میں بھیجا وہ گیارہ ہیں۔ عمرو بن امیہ، دحیہ بن خلیفہ کلبی، عبد اللہ بن حذافہ سہمی، حاطب بن ابی بلتعہ لخمی، عمرو بن العاص سہمی، سلیط بن عمرو عامری، شجاع بن وہب اسدی (یہ سب [illegible] میں سے تھے۔ [illegible] میں ابو مسعود مخزومیؓ، العلاء الحضرمی اور ابو موسیٰ اشعری صحابہ تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھنے والوں کا ذکر

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب (وحی اور خطوط لکھنے والے) تیرہ حضرات تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، عامر بن فہیرہ، عبد اللہ بن ارقم، ابیؓ بن کعب، ثابت بن قیس، خالد بن سعید، حنظلہؓ بن ربیع، زید بن ثابت، معاویہ بن ابی سفیان اور شرحبیلؓ بن حسنہ۔ ان میں معاویہؓ اور زید بن ثابت کو [illegible] اور خصوصی اہمیت حاصل تھی۔ [illegible] اوصاف کے حامل رفیق تھے۔ ابوبکرؓ، عمرؓ، علیؓ، حمزہؓ، جعفرؓ، ابوذرؓ، مقدادؓ، سلمانؓ (فارسی) حذیفہؓ، ابن مسعودؓ، عمار بن یاسر اور بلالؓ۔ حضرت علی، زبیر، محمد بن مسلمہؓ، عاصمؓ بن افلح اور مقدادؓ [illegible] مارنے والوں میں سے تھے۔

پندرھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے جانوروں اور مویشیوں کا ذکر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس گھوڑے تھے۔ سب سے پہلے سکب نام کا گھوڑا آپ ﷺ کی ملکیت میں آیا۔ آپ ﷺ [illegible] دوسرا مرتجز، تیسرا [illegible] چوتھا لحیف، پانچواں ظرب، چھٹا ورد، ساتواں قرقر، [illegible] تھا۔

[illegible] کی گئی ہے۔ اس میں [illegible] میں حضرت معاویہؓ کا نام [illegible] معلومات میں فرق [illegible] ہیں۔ [illegible] مترجم نے جہاں ضرورت [illegible]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک خچر تھا جسے دلدل کہتے تھے دوسرے کو فضہ کہتے تھے ایک اور خچر تھا جسے ایلیہ کہتے تھے۔ ایک دراز گوش تھا جس کا نام یعفور تھا اور اسی کو عفیر بھی کہتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشیوں کے بارے میں منقول ہے کہ آپ ﷺ کے پاس ایک گائے تھی جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سرمایہ حاصل فرماتے تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیس دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں کہ ان سے ہر رات دو بڑی بستیاں ان کی اولاد سے بھر جاتیں۔ ان میں اونٹنیاں یہ تھیں: الحناء، السمراء، العریش، السعدیہ، البغوم، الیسیرہ، الدباء، بردہ، المروہ، الریہ اور القصویٰ تھی۔ القصویٰ، حضرت ابوبکرؓ نے بنی قشیر سے آٹھ سو درہم میں خریدی تھی یہ وہی اونٹنی تھی جس پر سوار ہو کر ہجرت فرمائی تھی۔ یہ وہی تھی جس پر آپ ﷺ سوار تھے تو وحی نازل ہوتی تھی۔ یہ عضباء اور جدعاء کہلاتی تھی۔ اگرچہ یہ بات کہی گئی مگر اس میں مسلمہ دلیل نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے فیصلوں میں سے یہ ہے کہ وہ جس چیز کو دنیا سے اٹھانا چاہتا ہے اسے کم حیثیت کر دیتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ عضباء کا نام مسوف بھی تھا اور یہ قصویٰ کے علاوہ تھی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سو بکریاں تھیں۔ سات بکریاں فقراء کے لیے وقف تھیں جن کا دودھ وہ پیتے تھے۔ ایک بکری آپ ﷺ کے دودھ پینے کے لیے مخصوص تھی جسے عیشہ کہتے تھے۔ ایک سفید رنگ کا مرغ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔

سولھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا بیان

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تریسٹھ ۶۳ سال ہوئی اور ایک دوسری روایت میں ہے پینسٹھ ۶۵ سال کی ہوئی لیکن صحیح ترین روایت یہی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر تریسٹھ سال بارہ ربیع الاول کو پیر کے دن وفات پائی اور منگل کی رات میں یہ دفنائے گئے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ منگل کے دن پہر ڈھلے دفنائے گئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی مدت بارہ روز تھی۔ ایک دوسری روایت ہے کہ بیماری کی مدت چودہ دن تھی۔ بیماری سر کا درد تھی۔ روایتوں میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض سورۃ اذا جاء نصر اللہ کے نازل ہونے کے بعد شروع ہوا۔ اپنی موت کی خبر دینے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جمعرات کے روز باہر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے اپنے سر مبارک کو پٹی سے جکڑ کر عمامہ باندھا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حضرت بلالؓ کو طلب فرما کر حکم

[illegible]

☆ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مویشیوں کی تعداد اور ان کے نام

[illegible] وصیت [illegible] قتل ہو جائیں [illegible] آخری وصیت [illegible] محصور اور طویل تھا [illegible] آپ ﷺ کا [illegible] آپ ﷺ [illegible]

[illegible] آپ ﷺ کی خدمت میں [illegible] آپ ﷺ [illegible] پانی [illegible] چہرہ مبارک پر اسے پھیرتے۔ اس کے بعد [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو (یہ خبر) سن کر لوگوں کا ہجوم [illegible] آپ ﷺ [illegible] کا انکار [illegible] مستقل [illegible]

[illegible] آپ ﷺ [illegible] غسل [illegible] معصیت [illegible] جو شخص [illegible] پانی [illegible] معصیت [illegible]

[illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] غسل [illegible] میت [illegible] غسل [illegible] کوئی شخص [illegible] سو ایک کہنے والے نے کہا، ہم نہیں جانتے کہ ہم

[illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ملائکہ [illegible]

[illegible]

[illegible] رسول ﷺ نے [illegible] فرمایا [illegible] بے شک [illegible]

[illegible] تھے (جس سے [illegible]) آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے ساتھ [illegible] (خچر [illegible]) آپ ﷺ وقت [illegible] دیتے تھے جن آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] تھے۔ [illegible] کے ساتھ [illegible] (ظر [illegible]) کی [illegible] سے متی تھی، پانی ڈالو، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کافی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ ﷺ کے چچا عباسؓ اور ان کے بیٹے فضل اور [illegible] آپ [illegible] شامل تھے۔ [illegible] بھی [illegible] سکتے۔ جب آپ ﷺ نے [illegible] رحمت [illegible] آپ [illegible] حالت حیات میں بھی اور حالت وفات میں بھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] عمامہ [illegible] اور [illegible] شامل تھے [illegible] تھیں [illegible] کافی [illegible] تھی۔

[illegible] قریب [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ ﷺ کی [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] آپ ﷺ [illegible] آپ ﷺ نے [illegible] آپ ﷺ نے [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] حضرت [illegible] حضرت عمر رضی اللہ عنہ [illegible]

[illegible] ﷺ آپ ﷺ [illegible] آپ ﷺ [illegible] رحمت [illegible]

سترھواں شرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسلحے اور لباس کا ذکر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس [illegible] تھے [illegible] آپ ﷺ [illegible] تھے۔ [illegible] آپ کے پاس ایک چمکدار [illegible] "مسبوق" [illegible] تھیں جو [illegible] (درختوں کی شکل میں) [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک [illegible] ایک ڈھال اور نو تلواریں تھیں [illegible] آپ ﷺ [illegible] وہی تلوار ہے جس کے متعلق آپ ﷺ نے خواب دیکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں [illegible] تلوار میں [illegible] تھی [illegible] شکست ہوئی۔

ان سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] سے تلوار [illegible] حاصل ہوئی تھی۔ آپ ﷺ کو بنی قینقاع سے جو مال [illegible] میں ایک تلوار [illegible] ایک نام مخذم تھا ایک اور تلوار تھی جسے 'رسوب' کہتے تھے۔ ایک تلوار وہ تھی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد سے ورثے میں ملی تھی جسے قضیب کہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس [illegible] تھی ایک 'ذات [illegible]' اور دوسری 'قلعہ' بیان کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت [illegible] تھی [illegible] رخصت [illegible] سے وفات و قتل کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] پاس [illegible] ایک پرچم تھا [illegible] 'عقاب' کہا گیا ہے۔ پرچم کا [illegible] ﷺ [illegible] کی رحمت اور سلام ہو۔

لباس اور آثار کا ذکر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے دن چھوڑا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] پاس [illegible] تھی۔ [illegible] کرتے تھے۔ یمنی جبہ اور [illegible] تھا۔ [illegible] والے بال تھے۔ لنگی کی لمبائی پانچ ہاتھ ہوتی تھی۔ چادر [illegible] رنگ کی تھی۔ آپ ﷺ [illegible] بھی تھی۔ [illegible] اور [illegible] آپ نے پاس [illegible] تھی۔ آپ ﷺ کا [illegible] تھا۔ [illegible] کا بیان ہے کہ یہ پتھر کا طشت [illegible] صدقۃ اللہ [illegible] تھے۔ ایک تخت [illegible] ورثے کا [illegible] تھا۔ چاندی کی ایک انگشتری تھی جس پر 'محمد رسول اللہ' (صلی اللہ علیہ

[illegible] السحر [illegible] السمعي [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] کی وجہ سے وفات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

وسلم) مدد تھا۔ ایک روایت ہے کہ لوہے کی انگوٹھی تھی جس کو چاندی سے منڈھ دیا تھا۔ اسے نجاشی نے آپ کی خدمت میں بھیجی تھی۔ موزے سادہ ہوتے تھے۔ سادہ لباس زیب تن فرماتے تھے۔ سیاہ عمامہ تھا جسے سحاب کہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ ابن ابی طالب کو پہناتے تھے۔ شعر:

فربما طلع علی فیها
فیقول اتاکم علی فی السحاب

ترجمہ: کبھی کبھی علیؓ اس (عمامے) میں نکلتے تھے سو لوگ کہتے کہ علی بادل میں چھپے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو جوڑے کپڑے کے تھے۔ ایک خاص جمعے کے لئے اور دوسرا عام دنوں میں زیب تن فرماتے۔ ایک رومال تھا کہ اس سے وضو کے بعد چہرۂ مبارک خشک فرماتے یا جب کبھی پسینہ آ جاتا تو چادر کا کنارہ چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔

امام حسنؓ اور حسینؓ کی اولاد کا ذکر اور ان میں سے بعض کے سلسلۂ نسب کا بیان

جاننا چاہیے کہ مشہور قول کے مطابق حضرت امیر المومنین علیؓ کے چھتیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں۔ شیخ شرف الدین صاحب نے کہا ہے کہ حضرت علیؓ کے انیس بیٹے تھے، جن میں سے چھ بیٹوں نے ان کی حیات میں وفات پائی۔ وہ محسن، یحییٰ، عبداللہ اور تین دوسرے بیٹے تھے۔ تیرہ بیٹے امیر المومنین کے بعد باقی رہے۔

(۱) حسن، (۲) حسین، (۳) محمد حنفیہ، (۴) ابوبکر، (۵) عمر (۶) عباس (۷) عثمان (۸) عون، (۹) جعفر اور (۱۰) عبداللہ۔ چھ فرزندوں نے کربلا میں شربت شہادت نوش کیا۔ ابوبکر جن کا نام محمد اصغر (۱) تھا، (۲) عثمان، (۳) عون، (۴) جعفر، (۵) عبداللہ اور (۶) عباس اور دوسرے قول کے مطابق محمد بن علی بھی اس جنگ میں شریک تھے اور شہادت سے مشرف ہوئے۔ ان کے پانچ بیٹے باقی رہے۔

(۱) حسن (۲) حسین، (۳) محمد اکبر، (۴) محمد حنفیہ کہے جاتے ہیں (۵) عباس شہید اور (۶) عمر اطرف۔

یہاں سبطین سیدین (امام حسنؓ اور امام حسینؓ) کی مشہور اولاد میں سے ایک جماعت کا ذکر کیا جاتا ہے ان دونوں حضرات پر سلام ہو۔ میں بطور اجمال دو شجروں کا ذکر کرتا ہوں۔

شجرۂ اول سبط شہید ابو محمد حسن بن علی بن ابی طالب کی اولاد۔ یہ حضرت امیرؓ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ ان کی سولہ اولادیں تھیں جن میں گیارہ صاحبزادے تھے۔ (۱) زید (۲) حسن مثنیٰ، (۳) حسین، (۴) طلحہ، (۵) اسمٰعیل، (۶) عبداللہ، (۷) حمزہ، (۸) یعقوب، (۹) عبدالرحمٰن، (۱۰) عمر، اور (۱۱) قاسم۔ ان میں عبداللہ اور قاسم اپنے بزرگوار چچا

[illegible]

[illegible]

[illegible] چار صاحبزادے باقی رہے۔ (۱) زید، (۲) حسن مثنیٰ، (۳) حسین اثرم اور (۴) [illegible] امام حسن بن علیؓ کے دو [illegible] حاصل ہوئی اور ان کا اختیار و اقتدار آفتاب نصف النہار کی مثل [illegible] معزز ہوئے اور جن کا ذکر مشہور ماہرین [illegible] ہیں

شعبہ اوّل۔ حضرت زید بن حسنؓ کا ذکر

[illegible] ابو محمد تھی [illegible] سات بیٹے چھوڑے [illegible] محمد، قاسم [illegible] ابوالحسن علی، ابو طاہر زید [illegible] چوتھے [illegible]

[illegible]

تھے۔

شعبۂ دوم۔ حسن مثنیٰ کی اولاد کا ذکر

حسن مثنیٰ کی [illegible] کہتے ہیں۔ حسن مثنیٰ کو ابو محمد بھی کہتے تھے۔ [illegible] حضرت حسینؑ [illegible] تھے ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کریں۔ حضرت امام حسینؑ کی دو بیٹیاں [illegible] تھیں ایک فاطمہ اور دوسری سکینہ۔ حسن مثنیٰ نے اپنی خواہش پیش کی۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا اے بھتیجے ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کو چن لو۔ حسن مثنیٰ نے شرم کے باعث سر جھکا لیا اور خاموش کھڑے رہے۔ حضرت حسینؑ نے فرمایا اے بھتیجے میں نے تمہارے لیے فاطمہ کو منتخب کیا ہے جو میری ماں فاطمہؑ سے بہت زیادہ مشابہت رکھتی ہیں۔ چنانچہ اپنی بیٹی فاطمہ کو حسن مثنیٰ کے نکاح میں دے دیا۔

شادی کے بعد فاطمہ بنت حسینؑ سے حسن مثنیٰ کو تین فرزند عطا فرمائے۔ ایک عبداللہ محض، دوسرے ابراہیم غمر اور تیسرے حسن مثلث۔ یہ تینوں حضرات تمام سادات پر فخر کرتے تھے کہ ہماری والدہ امام حسینؑ کی صاحبزادی ہیں۔

حسن مثنیٰ کے دو لڑکے اور تھے۔ ایک داؤد اور دوسرے جعفر۔ ان کی ماں رومی کنیز تھیں۔ داؤد کو سلیمان [illegible] منصور دوانقی نے قید خانے میں ڈال دیا۔ ان کی والدہ نے امام جعفر صادقؑ سے اپنے بیٹے کی رہائی کی درخواست کی۔ امام نے انہیں ایک دعا [illegible] استفتاح (مدد چاہنے) کے روز پڑھنا آپ کا فرمان [illegible] پڑھی۔ ان کے بیٹے داؤد رہائی پا گئے [illegible] استفتاح کے [illegible] اسے "دعائے ام داؤد" کہتے ہیں۔

داؤد کی اولاد ان کے بیٹے سلیمان سے چلی۔ مصر میں [illegible] سب سلیمان کی نسل سے ہیں۔

جعفر بن حسن (مثنیٰ) مشہور بزرگ تھے۔ سادات [illegible] محمد [illegible] کی نسل سے ہیں [illegible] تھے۔ محمد [illegible] سب محمد [illegible] کی نسل سے ہیں۔

حسن مثلث اپنے زمانے کے اکابر میں سے تھے۔ [illegible] میں حسین [illegible] شہید [illegible] تھے۔ [illegible] ہادی کے عہد خلافت میں [illegible] ہادی نے اپنے کسی [illegible] میں [illegible]

کر دیے شہید ہوئے۔ امام محمد تقی سے منقول ہے کہ واقعہ کربلا کے بعد اہل بیت کے لیے کوئی واقعہ اس واقعے سے زیادہ مصیبت انگیز نہ تھا۔

بہر حال عبداللہ محض اور ابراہیم شیخ الاولاد تھے اور ان کی نسل میں بہت سے بزرگ پیدا ہوئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ (حسن) مثنیٰ کی اولاد سب پر فوقیت رکھتی تھی اور یہ فقیر اگرچہ سادات حسینی سے ہے تاہم سادات مثنیٰ کے زمانے سے [illegible] کے پایۂ سلطنت سلطان ابراہیم کی ذات سے حزین اور بلند ہوا ہے ہمارے اور ان کے درمیان تازہ نسبتیں اور تعلقات قدیم سے جاری ہیں۔ ہم یہاں ہر ایک کی جلیل القدر اولاد کا مختصر حال بہ عنوان شعوب بیان کرتے ہیں۔

شعبۂ سوم۔ عبداللہ محض کا ذکر

عبداللہ محض اپنے زمانے میں بنی ہاشم کے سردار تھے۔ بڑی حد تک آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شبیہ تھے۔ ان کے چھ بیٹے تھے۔ محمد، ابراہیم، موسیٰ، یحییٰ، سلیمان اور ادریس۔ محمد [illegible] کے حامل تھے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم تھی اس زمانے کے اکابرین نے انھیں مہدی کا لقب دیا تھا کیوں کہ ان کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم تھی۔ عبداللہ نے انھیں "نفس زکیہ" کا لقب دیا تھا۔

نفس زکیہ کی اولاد میں ان کے بیٹے ابو محمد عبداللہ اشتر الکابلی تھے جو اپنے والد کی شہادت کے بعد ولایت سندھ کی طرف فرار ہو گئے اور کابل میں شہید ہوئے۔☆

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے، ہندوستان میں جہاں جہاں سادات حسنی آباد ہیں ان میں اکثر خاندان انھی کی (ابو محمد عبداللہ اشتر کابلی کی) اولاد ہیں۔ نقیب کوفہ ابو جعفر، ابو الرضا حسن، ابو البرکات محمد اور ابو طالب محدث ہمدان یہ سب عبداللہ اشتر کی اولاد ہیں ان میں ابراہیم شہید باخمری تھے۔ ان کی کنیت ابوالحسن تھی وہ بہت جسمانی قوت کے مالک تھے۔ منقول ہے کہ اگر وہ چلتے ہوئے اونٹ کی دم پکڑ لیتے تو ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا تھا یا یہ کہ اس کی دم ہی اکھڑ جائے۔ وہ کبار علما میں سے تھے۔ انھوں نے عشرۂ رمضان میں پیر کی شب بصرے میں خروج کیا۔ بہت سے اکابر جیسے امام اعمش اور عباد بن منصور نے ان سے بیعت کی اور ایک صحیح روایت کی رو سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان سے بیعت کی تھی۔ اس خروج میں ان کی مدد کی اور ان کی نصرت کا فتویٰ دیا۔ اپنے بیٹے حماد کے ہاتھ انھیں چار ہزار درہم بھجوائے اور تحریر کیا۔ اس مقام پر حضرت نے امام اعظم کے مکتوب کے الفاظ دیے لیکن یہاں ترجمے میں صرف بتایا گیا کہ امام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ وہ چار سو

☆ مؤلف نے سید محمد [illegible] مصنوی کے حوالے سے [illegible] جلیل منشدی سے "تحفۃ [illegible]" [illegible] ص ۳۴ میں [illegible] یہ لکھا ہے کہ آپ والد کے قریبی کے ساتھ [illegible] جا کر شہید ہو گئے۔ یہاں آپ عبداللہ شاہ غازی کہلاتے ہیں۔ (ناصر الدین)

درہم میں نے اپنے پاس رکھ لیے ہیں جو میری ضرورت کو کافی ہیں۔ یہ حق تعالیٰ کی دوستی میں آپ کی ڈھارس بندھانے کے لیے ہیں۔

یہ مکتوب دوانقی کے ہاتھ پڑ گیا اور وہ ابو حنیفہ کا دشمن ہو گیا۔ انھیں سخت ایذائیں پہنچائیں جو ان کی موت کا سبب بن گئیں۔ بیان کرتے ہیں کہ اسی زمانے میں ایک بڑھیا امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور گلہ کیا کہ آپ نے خروج کا فتویٰ دیا تو میرا بیٹا جوش میں آ کر ابراہیم کے خروج میں شامل ہوا اور مارا گیا۔ امام نے فرمایا اے کاش میں تیرا بیٹا ہوتا (اور مجھے یہ سعادت ملتی)۔

القصہ دوانقی نے ابراہیم سے جنگ کرنے کے لیے اپنا لشکر روانہ کیا، ادھر ابراہیم (اپنے ساتھیوں کے ساتھ) بصرے سے نکلے اور دوانقی کے لشکر سے جنگ کی۔ شکست کھانے کے بعد دوانقی کے لشکر کی طرف سے آنے والا ایک تیر ابراہیم کی پیشانی پر لگا اور کوفے کے قریب قریہ باخمری میں انھوں نے شہادت پائی۔

ابراہیم کی اولاد میں ان کے فرزند حسن تھے۔ موسیٰ الازرق اور صاحب خاتم ازرق حسن کا لقب جدیلیں تھا اس کی نسل سے ہیں، البتہ موسیٰ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ چوں کہ اس کا رنگ تھوڑا سیاہی مائل تھا اس کی والدہ نے جون لقب دیا تھا۔

ان کی اولاد میں دو بیٹے تھے۔ بڑے بیٹے کا نام عبد اللہ تھا، جنھیں شیخ صالح بھی کہتے تھے۔ لوگوں نے انھیں رضا کا لقب بھی دیا تھا۔ مامون (عباسی خلیفہ) چاہتا تھا کہ انھیں ولی عہد بنائے لیکن انھیں یہ بات پسند نہ تھی اس لیے فرار اختیار کر کے ایک گاؤں کو اپنی جائے قیام بنایا اور [illegible] ولی [illegible] کو پیش کیا۔ چھوٹے بیٹے کا نام ابراہیم تھا، ابراہیم کی اولاد میں یوسف اخضر تھے، ان کی کنیت ابی سکین تھی۔ حکام ینبع اور بنو حیدہ سب انہی کی نسل سے ہیں۔

شیخ صالح کی اولاد میں پانچ بیٹے تھے۔ موسیٰ ثانی، سلیمان، محمد، یحییٰ اور صالح۔ صالح کی اولاد میں آل ابی نمی، آل حسن اور آل ہذیم ہیں، البتہ یحییٰ کا لقب سویقی تھا اس لیے ان کی اولاد کو سویقیون کہتے ہیں۔ ابوالغنائم اور آل ابی الحمد یحییٰ کی نسل سے ہیں لیکن ان کا لقب [illegible] جو جنگ میں سواروں کے بعد نمایاں ہوتے ہیں اس لیے ان کی اولاد کو حربون کہتے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے، وہ سب اہل ریاست ہیں اور ان کی حکومت مستحکم (مضبوط) ہے۔

آل عطر، آل قمر، آل کریمین، آل عرفہ، آل حمادہ، آل سلمہ اور بنی السراج یہ سب احمد کی نسل سے چلے ہیں۔ سلیمان وجیہ سید تھے۔ انھیں دلیر اور صاحب سطوت و سخاوت و شجاعت بیان کیا گیا ہے ان کے ایک بیٹے تھے جن کا نام داؤد تھا۔ داؤد کے پانچ بیٹے ہوئے۔ ابو [illegible]، عبداللہ، حسین شاعر، حسن محترق، علی اور محمد مشعشع۔

محمد مشعشع کی اولاد بہت کم رہی۔ علی بن سلیمان کی اولاد میں عابد شہید تھے۔ حسن محترق مصر میں رہتے تھے ان کی اولاد بھی

---

[1] مطبوعہ نسخہ میں ۳۲۳۔ مترجم نے کتابت شدہ عطا کی نقل کی ہے۔ واللہ اعلم یہ کیا نام ہے۔

زیادہ نہ پھیلی۔ حسین شاعر کی اولاد بہت ہوئی تھی، ان میں سے ایک عبدالملک بن الاسدی تھے۔ ابو فاتک کی اولاد کو فاتکیون کہتے ہیں۔ سادات حسنی میں انھیں صاحب ریاست ہونے کا تقدم حاصل تھا۔ ابو فاتک ایک سو چھبیس سال زندہ رہے، ان کی اولاد یمن کے علاقوں کی حاکم رہی۔ ابو فاتک کے آٹھ صاحبزادے تھے۔ اول اسحاق جنھیں فارس بن حسن کہتے ہیں۔ بخشش، کرم، جرأت و سطوت ان کی خصوصیت تھیں۔ ان کی اولاد میں محمد، علی، ادریس اور قاسم تھے۔ دوسرے بیٹے محمد تھے، بغداد اور طرابلس میں بنو امجاری انھی کی نسل سے ہیں۔ تیسرے احمد تھے جن کی کنیت ابو جعفر تھی۔ انھوں نے ایک سو ستائیس سال کی عمر پائی۔ ان کی اولاد بھی بہت ہوئی۔ وہ سب نقیب اور رئیس تھے۔ ابو طالب، عباس اور قاسم ان کی اولاد تھے۔ چوتھے صالح ابی فاتک تھے اور یہ بات درست ہے کہ ان کی اولاد باقی نہیں رہی۔ پانچویں جعفر تھے آل مقدم انھی کی نسل سے ہیں۔ چھٹے قاسم نسابہ تھے۔ ان کی بھی اولادیں تھیں۔ ان کے دو بیٹے وہاج اور سراج نام کے تھے۔ ساتویں داؤد تھے۔ موسیٰ فارس اور حسین جنداد ان کی اولاد میں تھے۔ آٹھویں عبدالرحمن ابی فاتک تھے۔ وہ ایک سو بیس برس زندہ رہے اور انھوں نے اکیس فرزند اپنی اولاد میں چھوڑے۔

ابو الطیب داؤد بن عبدالرحمن جن کی اولاد کو آل ابو الطیب کہتے ہیں۔ بنو ہاشم، بنو علی، بنو حسان، بنو قاسم اور بنو یحییٰ یہ سب ابو الطیب کی اولاد ہیں۔ بنو شرخ اور بنو ملکوان ان کی اولاد ہیں۔

رماس بن ابو الطیب کے چھ بیٹے تھے۔ محمد، حازم، منکر، مختار، صالح اور حمزہ۔

امیر تاج المعالی شکر بن ابو الفتوح کی وفات کے بعد حمزہ بن رماس مکۂ مبارکہ کے والی مقرر ہوئے۔ ان کی اولاد میں چار بیٹے تھے۔ عمارہ، محمد ابو القاسم، یحییٰ امیر المخلاف اور عیسیٰ۔ ان عیسیٰ کے ایک بیٹے علی نام کے تھے، بعض انھیں وہاج نام (یعنی پرجوش اور اسلام پر رہبر) وہ مکۂ معظمہ کے حاکم اور صاحب اختیار تھے۔ ان کے عہد حکومت میں امام جار اللہ شکر اللہ سعیہ نے مکے میں ایک کتاب "کشاف" ان کے نام پر تصنیف کی اور ان کی مدح میں بہت سے قصیدے تحریر کیے۔ انھوں نے بھی[1] زمخشری کی تعریف میں شعر لکھے ہیں۔ ان کی اولاد بہت ہے۔

موسیٰ بن الشیخ الصالح جنھیں موسیٰ ثانی کہتے ہیں، اور جن کی کنیت ابو عمرو تھی ۲۵۶ ہجرۃ، نبی علیہ السلام میں شہید کر دیے گئے۔ یہ عباسی خلیفہ معتز کی خلافت کا زمانہ تھا۔ ان کی اولاد کو موسویون کہتے ہیں حجاز کی امارت ان کے سپرد تھی۔ ان کے اٹھارہ فرزند تھے۔ ان کی اولاد بھی زیادہ باقی نہ رہی صرف سات افراد اپنے پیچھے چھوڑے۔ ادریس موسیٰ ابو الرقاع اور ابو دسولکات ان کے بیٹے تھے۔ جدے کے امیر اور رقاع کے نقیب ان کی نسل سے ہیں۔ آل عقبہ حسن ادریس کی نسل سے ہیں۔ یحییٰ بن موسیٰ کا لقب بعیہ تھا۔ عبداللہ ابی ج ان کے بیٹے تھے۔ آل ابی الجیل، احمد بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ صالح

---

[1] جار اللہ شکر اللہ زمخشر کے رہنے والے تھے اس نسبت سے انھیں زمخشری کہا جاتا ہے۔

بن موسیٰ کا لقب بارق تھا۔ کہتے ہیں کہ ان کے سات بیٹے تھے ان میں سے تین کی اولاد ہوئی۔ حسن بن موسیٰ کی اولاد رے اور اس کے نواح میں آباد ہوئی۔ صاحب [illegible] یہ محمد بن حسن کی نسل سے ہیں اور آل مدرک بھی اسی نسل سے ہیں۔ علی بن موسیٰ کے ایک بیٹے تھے جن کا نام محمد [illegible] تھا۔ محمد بن موسیٰ کی اولاد بہت تھی۔ آل اشرفی، آل [illegible]، آل یحییٰ اور آل عطیہ انہی کی نسل سے ہیں۔

قطب [illegible] سید و شیخ الثقلین محی الدین والملت عبدالقادر قدس سرہ کی نسبت عبداللہ بن یحییٰ، بن محمد الروی، بن داؤد امیر محمد [illegible] بن موسیٰ الثانی کی [illegible] سے [illegible] تھے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ فرزند عزیز اشرف الآفاق سید عبدالرزاق کا نسب بھی حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی تک پہنچتا ہے۔ جس زمانے میں یہ فقیر گیلان گیا تھا تو سید عبدالغفور حسن سے سید عبدالرزاق کو لے کر بصد اعزاز واکرام اپنی فرزندی میں لیا۔ اس تقریب کی جہت سے سادات حسنی اور حسینی کے اشراف واکابر مدعو کیے گئے اور ماہرین انساب بھی فراہم کیے گئے جنہوں نے سید عبدالرزاق کے نسب کی تحقیق کی۔ سب کی اس جانچ پڑتال کے دوران سادات حسنی اور حسینی اور سادات حسینی کی [illegible] ہوئیں۔ خاص طور پر بہت قریب یہ تھی کہ ہمشیرہ عقیدہ صاحبہ کا رشتہ حضرت سید بہلول سے سید حسن عبدالغفور کے بزرگوں نے بیاہ دیا تھا۔ فرزند عزیز سید عبدالرزاق کا نسب [illegible] تک پہنچتا ہے۔ موسیٰ ثانی نے خلیفہ معتز کے زمانے میں مدینے میں خروج کیا تھا۔ ان کی اولاد میں پانچ افراد تھے۔ اول (۱) عبداللہ ابو [illegible] ان کی نسل سے دو فرزند حسین شدید تھے۔ دوم (۲) حسین امیر جن کی اولاد میں تین صاحبزادے ابو ہاشم، ابو جعفر اور ابوالحسن تھے۔ یحییٰ میر ابوالحسن کی اولاد میں سے تھے اور حسن محدث ابوجعفر کی نسل سے تھے۔

دو بیٹے شمس جو کہ [illegible] سے ملقب ہوئے، دو یحییٰ تھے۔ ابو شمس کی اولاد کو [illegible] کہتے ہیں اور انہیں امیر بھی کہا جاتا ہے۔

سوم (۳) علی تھے جن کی اولاد موصل میں ہے۔ (ان کی علاوہ) [illegible] اور [illegible] بھی علی کی نسل ہیں۔ چہارم (۴) قاسم تھے۔ پنجم (۵) قاسم کے چھوٹے بھائی حسن تھے جن کی اولاد کو حرانی کہتے ہیں (اس خاندان نے) حران میں [illegible] سے جنگ کی تھی۔ حسن کی اولاد سلیمان و محمد سے آگے بڑھی اور سلیمان کی اولاد ہاشم سے چلی۔ حضرت قاسم حرانی کی اولاد کثرت سے ہوئی۔ آل [illegible]، آل ادریس اور آل الطیب الحسنی میں سے ہیں۔

خود ملک کا شجرہ یہ ہے:

ملک بن الحسن بن حسین، بن کامل، بن احمد، بن اسمٰعیل، بن علی، بن عیسیٰ، بن حمزہ، بن داؤد، بن محمد بن شکر یحییٰ، بن محمد، بن ہاشم بن قاسم احمر بن محمد [illegible] بن موسیٰ ثانی بن عبداللہ الشیخ الصالح بن موسیٰ الجون، بن عبداللہ المحض، بن حسن

---

[1] لطیفہ [illegible] صفحہ ۳۲۵ [illegible] صفحہ ۳۲۶ [illegible]
[illegible]

المثنی، بن الحسن بن علی بن ابی طالب علیہم التحیۃ والسلام۔ یحییٰ بن عبداللہ محض کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ صاحب تاج (و تخت) تھے اور بعض نے یمن میں خروج کیا تھا۔ ان کی اولاد بھی کثرت سے تھی۔

ان سلیمان بن عبداللہ کے بیٹے محمد کی اولاد مغرب میں آباد ہوئی۔ ان (خاندان) کے حالات معلوم نہیں ہیں۔ لیکن ادریس بن عبداللہ کے بیٹے ادریس کی اولاد [illegible] میں سے تھے۔ ان ادریس بن ادریس کے آٹھ فرزند تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس مغرب میں ایک الگ حکومت تھی۔ حمزہ بن ادریس، [illegible] اور عمر [illegible] رسول ؎ (صلی اللہ علیہ وسلم) ور علی ناصری جو سلطان مصر کی طرف سے سلطان محمود غازی کے پاس قاصد بن کر آئے وہ بھی یحییٰ بن ادریس کی نسل سے تھے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ ہماری سلطنت کا سلسلہ ہمیں اپنی والدہ کی میراث سے ملا تھا کیوں کہ ہماری والدہ کے اجداد سلاطین سامانیہ سے تھے جنھوں نے دو سو سال تک عراق و خراسان میں حکومت کی۔ سلاطین سامانیہ کی جہاں گیری اور فتوحات ملکی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سلطان محمود غازی انار اللہ برہانہ، خاندان اصلیہ سامانیہ کے نامزد ملوک نیز خادموں اور مجازی خوانین میں سے تھے۔ ان کی ذات سے اسلام کے آثار و ثمرات تمام ملکوں بالخصوص ہندوستان میں (ابھی تک) باقی ہیں۔

غمر ابراہیم بن حسن المثنیٰ کی کنیت ابو اسمٰعیل تھی۔ جود و سخا کی زیادتی کی وجہ سے انھیں غمر کا لقب دیا گیا تھا۔ ان کی اولاد میں ایک بیٹے اسمٰعیل دیباج تھے۔ ان کی اولاد میں حسن تج اور ابراہیم طباطبا تھے۔ حسن تج کی اولاد ان کے فرزند حسن سے چلی۔ ان کا نسب [illegible] ہے۔ ابو جعفر [illegible] تھے ولی تا علی بن معروف کی اولاد میں آل معیہ صاحب تھے۔ عبداللہ صوفی بھی آل معیہ میں سے تھے۔ آل معیہ میں بہت سے اکابر گزرے ہیں۔ ان میں نقیب اور خطیب بھی تھے۔ ان سب میں تاج الدین جعفر بے حد مشہور ہوئے۔ بے حد فصیح ہونے کے باعث انھیں [illegible] حسن کہتے تھے۔ ابراہیم طباطبا اپنی قوم کے پیشوا تھے۔ انھوں نے اپنے پیچھے تین فرزند چھوڑے۔ ایک قاسم دوسرے احمد اور تیسرے حسن۔ حسن طباطبا کی اولاد سے ابو محمد رسول مصری، ابراہیم اور ابو حسن تھے جن کا لقب جمل تھا۔ بنو اسعد اور بنو سکر بھی اسی حسن کی نسل سے ہیں۔ احمد طباطبا کو ابو عبداللہ کہتے تھے۔ ان کی اولاد میں ابو جعفر اور ابو اسمٰعیل تھے۔ ابو البرکات اور ابو المکارم احمد (طباطبا) کی نسل سے تھے۔

قاسم رسی کی کنیت ابو محمد تھی۔ ان کی [illegible] سات بیٹوں میں سے یحییٰ رسی والی یمن تھے۔ ان کی اولاد وہاں آباد ہے۔ حسن رسی [illegible] ادریس بن محمد کی اولاد تھے۔ اسمٰعیل رسی کی اولاد ان کے فرزند ابو عبداللہ محمد شعرانی سے چلی۔ دور مصر کے بعد اسمٰعیل کی اولاد میں سے ان کے فرزند قضاۃ کے منصب پر مامور رہے ابو القاسم احمد نقیب اور تمام مصری نقبا شعرانی کہلاتے تھے۔ سلیمان رسی [illegible] ان کی اولاد میں سے تھے۔ مصر کے [illegible] آباد [illegible] محمد بن ابراہیم بن سلیمان کی اولاد ہیں۔

؎ [illegible] واللہ اعلم۔

حسن رضی کریم الطبع سید تھے، لوگ انھیں عبداللہ کہتے تھے۔ ان کے فرزند ابوالحسین یحییٰ ہادی زیدیہ اماموں میں بزرگ امام تھے۔ خلیفہ معتضد کے زمانے میں یمن سے ظہور کیا۔ ان کا لقب ہادی الی الحق تھا۔ ان کی اولاد یمن میں بادشاہ اور امام رہی۔ حسن قتیل ان کے بیٹے تھے۔

آل بنی دعیان مرتضیٰ بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ احمد بن الناصر بن الہادی کا لقب ناصر الدین اللہ تھا۔ ناصریہ کی اولاد کثرت سے ہے۔ ان کی باقیات یمن اور طبرستان میں آباد ہے۔ محمد رسی اور شیراز کے نقیب اور قضاۃ ان کی اولاد میں سے تھے۔ ابن طباطبا صاحب فضل و علم اور مال و اسباب کے مالک تھے۔ ان کی اولاد میں قاسم رسی بن محمد تھے، اور موسیٰ رسی مصر میں تھے۔ ان کی اولاد مصر میں آباد تھی۔ ان کے آخری افراد (جو باقی رہ گئے ہیں) انھیں میں سے ہیں۔ یحییٰ رسی ابراہیم طباطبا کی اولاد کے آخری لوگ ہیں۔ اسی طرح یحییٰ رسی بن اسمٰعیل دیباج کی اولاد کے آخری فرد ہیں۔ اسمٰعیل دیباج ابن ابراہیم غمر ابن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ تھے۔ سبط اکبر (یعنی امام حسنؓ) کی یہ شجرہ بار تفصیل تھی (جو اوپر مذکور ہوئی)

ابی عبداللہ الحسین شہید کی اولاد کا ذکر

ان کو ام الفضل زوجہ عباسؓ بن عبدالمطلب نے دودھ پلایا تھا جو قثم بن عباسؓ کی ماں تھیں۔ حضرت حسینؓ کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ علی اکبر، علی اوسط، جنھیں زین العابدین کہتے ہیں، علی اصغر اور عبداللہ۔ ایک دوسری روایت ہے کہ چھ بیٹے تھے، چار تو یہی جو مذکور ہوئے اور دو دوسرے محمد اور جعفر۔ تواریخ میں عمر کا نام بھی تحریر میں آیا ہے۔ واللہ اعلم۔ بہر صورت ان کے صاحبزادوں میں صرف امام زین العابدین باقی رہے تھے۔ مکمل بارہ اماموں میں ان حضرت سے امام مہدی تک نو امام ہیں، بنا بریں ہم نے یہ شجرہ نو شعبوں (شاخوں) میں بیان کیا ہے۔

شعبۂ اوّل، امام زین العابدین کی اولاد

امام زین العابدین کی والدہ شاہ زناں تھیں۔ عرب نے انھیں شہربانو کہا ہے۔ وہ بیٹی تھیں کسریٰ یزدجرد بن شہریار بن پرویز بن ہرمز بن نوشیروان عادل کی۔ اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ امام زین العابدین میں نبوت و سلطنت کی خصوصیات جمع

یہاں متن عبارت میں نسخے سے کچھ [illegible] عبارت مسخ ہوگئی ہے۔ مکمل عبارت یہ ہے (ص ۲۳ سطر ۱۴ اور ۱۵) "مرضعہ او ام الفضل بود زوجہ عباس بن عبدالمطلب ام قثم بن عباس"

یہ اس طرح نقل ہوا ہے: عبدالمطلب قثم بن عباس سے [illegible] حالانکہ قثم کا باپ [illegible] عبدالمطلب کے بعد کاتب نے [illegible] سہواً چھوڑ دیا ہے۔ مترجم نے اسی قیاس کے مطابق اردو ترجمہ کیا ہے۔

تھیں۔ امام زین العابدین کی بہن کا نکاح جو شہربانو کے بطن سے تھیں حسن بن حسن سے ہوا۔ اس اعتبار سے حسن مثنی کی اولاد میں بھی پیغمبری اور بادشاہی (کی خصوصیات) مجتمع ہوئیں۔

ان کے نو بیٹے اور دو بیٹیاں ہوئیں۔ ان کی اولاد چھ بیٹوں سے چلی۔ محمد باقر، عبداللہ باہر، زید شہید، عمر اشرف، حسین اصغر اور علی اصغر۔

علی اصغر کی اولاد ان کے بیٹے حسن سے تھی (چلی) نسب والوں کا اس بارے میں اختلاف ہے۔ ان اختلافات میں سے جعفر نساب کا ایک قطعہ ہے جس کا مصرعہ اولی یہ ہے

الطیون انتم اسکروا لا تکتموا

حقیقت یہ ہے کہ اس بارے میں ان کے اور امام جعفر صادق کے درمیان ایک مباحثہ بھی ہوا تھا۔ (یہ مباحثہ) طعن کے سبب سے ہوا نہ کہ از روئے نسب۔

ان کی اولاد میں پانچ فرد تھے۔ ان میں [illegible] حسین۔ محمد علی بن حوری کے بیٹے تھے اور محمد کے بھی اولاد تھی۔ تاج الدین حسن [illegible] قرار کے قاضی القضاۃ تھے۔ ابوالفضل [illegible] کے نقیب [illegible] تھے۔ [illegible] بھی حسن کی نسل سے ہیں۔ دوسرے عمر بن حسن تھے، قاضی امین الدولہ ابو جعفر نساب ان کی نسل سے تھے۔ ان کی بھی اولاد بہت تھی۔ تیسرے حسین تھے۔ [illegible] ان کی نسل سے ہیں۔ علی دینوری ان حسین افطس کے فرزند حسن کے بیٹے تھے۔ ابو ہاشم زکی جو [illegible] نساب تھے، ان کی نسل سے تھے۔ سلطان بہلول کے عہد حکومت میں ابو ہاشم کا منصب نقابت سادات [illegible] کے پاس تھا۔ حمزہ بن حسن مکفوف کی اولاد [illegible] سے وابستہ ہے۔ [illegible] اور [illegible] سے بھی الافطس میں شریف ترین خاندان ہے، عبید اللہ بن حسن مکفوف کی نسل سے ہیں۔ پانچویں عبداللہ شہید کی اولاد و اقربا بہت زیادہ ہیں۔ ان میں ابو طالب محمد قاہر، ابو [illegible] اور ابو محمد حسن مدائنی، [illegible] بن عبداللہ کی نسل سے ہیں۔ مدائنی کے جتنے بیٹے سب کا نام علی تھا [illegible] سے [illegible] روشنی اختیار کی تھی۔ [illegible] علی بن حسن مدائنی کی نسل سے ہیں۔

امام حسین اصغر بن زین العابدین کی اولاد میں پانچ فرد تھے۔ سید عبداللہ اعرج جن کی کنیت ابو علی تھی۔ ان کے پاؤں میں تھوڑا سا لنگ تھا، اس لیے "اعرج" (لنگڑے) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی اولاد سے متعلق البتہ تفصیل کی

یہاں سے مطبوعہ نسخے سے صفحہ ۳۲۸ سطر ۵ یہ عبارت نقل کی گئی ہے

مدائنی (مدائنی) [illegible]

عربی املاء [illegible] ایک کے معنی [illegible] یہاں [illegible] لفظ [illegible] ہے۔ [illegible]

[illegible] مطابق [illegible]

صورت سے یوں کہ وہ بہت سے خاندانوں قبیلوں اور صالح اولادوں میں منقسم ہے۔

ان کی اولاد میں چار افراد تھے۔ جعفر اخیر، علی صالح، محمد صوفی اور حمزہ۔ حمزہ کی اولاد کم تھی۔ بنو میمون حسین بن حمزہ کی نسل سے ہیں۔ محمد مغفول کی نسل سے محمد، اسعد اور ابو جعفر تھے۔ علی صالح بزرگ شخص تھے۔ ریاست عراق ان کی اولاد سے متعلق تھی۔ علی صالح کی کنیت ابوالحسن تھی اور ان کی دعائیں بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتی تھیں۔ ان کی اولاد عبداللہ، داؤد اور ان کے بیٹے ابراہیم سے پھیلی۔ مصر کے علاقے میں بنو طوط اور بنو الخراق ابراہیم کی نسل سے ہیں۔ عبداللہ ثانی کے ایک بیٹے تھے ان کا نام علی تھا۔ علی کے بیٹے حمید اور داؤد تھے اور ان کے بیٹے میر موسیٰ ابو الحسن محمد تھے۔ وہ ابو الطیب کے ہمراہ تھے۔ ان کے کئی فرزند تھے۔ سب بزرگ اور معزز تھے۔ داؤد کے لقب ابو علی، ابو المعالی اور ابو الفضائل ان کی اولاد میں تھے۔ بنو مکانس، بنو ابرام، بنو صالح، بنو مطلق، بنو ابو الاشام، بنو احمد، بنو طلحہ نیز عراق کے قم اور حاجیوں کے قافلوں کے امیر نقیب ابو احمد کی نسل سے ہیں۔ ابو العلاء مسلم امیر الحاج حسن کی کنیت ابو محمد تھی۔ وہ امیر الحاج ابو علی محمد کے فرزند تھے۔ طاہر محمد امیر مدینہ ان کے بیٹے تھے۔ بنی مہنا جو سادات مدینہ کے نقیب ہیں ان کی اولاد ہیں۔ جعفر سادات حجاز کے آبا و اجداد تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حسن اور حسین بن جعفر۔ حسین کی اولاد یحییٰ بن حسین یحییٰ بن نسابہ سے پھیلی۔ بنو عقبہ، بنو جوہر، بنو قاسم، بنو علیان اور بنو ابو الحرث علی بن یحییٰ کی اولاد ہیں۔ بنو حسن کلہ، بنو شقاق، بنو مرعی اور بنو مہنا حسن بن یحییٰ کی نسل سے ہیں۔ حمزہ بن عمرو بن مالک بن حسن متانہ کی نسل سے [illegible] میں بنو حمزہ بھی اسی نسل سے ہیں۔

حسین اصغر کی اولاد سے دوسرے عبداللہ تھے۔ ان کے بیٹے جعفر صحیح تھے۔ ان کی اولاد میں تین بیٹے تھے محمد عقیقی جن کی اولاد کو عقیقیوں کہتے ہیں۔ بنو موسیٰ ان کی نسل سے ہیں۔ محمد اسمٰعیل منقذی جو مدینے میں رہتے تھے۔ ان کی اولاد بہت تھی جسے منقذیوں کہتے ہیں۔ علی بادشاہوں سے دور رہے۔

سلسلہ سادات نوربخشیہ

سادات نوربخشیہ کا سلسلہ جو اس عالی خاندان سے ہے افطس سے جا ملتا ہے۔ ان خاندانوں جو دمشق سے نقل ہیں ان کی نسل سے ہیں۔ دوسرے محمد منقذی تھے۔ ان کی اولاد ابراہیم، جعفر، حسن اور حسین سب ان کی اولاد تھے۔ قاسم علی تھے۔ ان کی بھی اولاد بہت تھی۔ حسن عقید اور ان کے بیٹے حسین تقی، موسیٰ بن علی کی اولاد تھے۔ بنو مرتضیٰ، بنو عقیل، بنو اصیر، عیسیٰ کوفی بن علی کی اولاد سے تھے۔ چوتھے ابو محمد حسن تھے۔ ان کے بیٹے عبد اللہ محمد تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ ایک محمد سیف حسن جنگا۔ ان کی اولاد تھے اور سیف کی اولاد تھے۔ دوسرے علی مرعش، شیراز کے نقیب ان کی اولاد سے تھے۔

عبداللہ مصری بھی ان کی نسل سے تھے۔ وہ عم سلیمان تھے۔ ان کی اولاد مصر میں آباد تھی جنھیں بنوم علو علم کہتے ہیں۔ عمر الاشرف بن زین العابدین ان سے شہید[1] کے پدر مادری کے بھائی تھے۔ ان کی اولاد سے ایک بیٹے علی اصغر محدث تھے جو اپنے عم زاد جعفر صادق سے روایت کرتے تھے۔ ان علی کی اولاد میں چار بیٹے تھے۔ قاسم، عمر شجری اور ابو محمد حسن۔ قاسم کی اولاد میں ان کے بیٹے ابو جعفر محمد صوفی تھے۔ انھوں نے خلیفہ معتصم کے زمانے میں، بمقام طالقان خروج کیا گرفتار ہوئے اور شہید کر دیے گئے۔ قم کے نقیب اور شعرنیان عمر شجری کی نسل سے ہیں۔ حسن کے بھی اولاد تھی۔ کریم طبری، احمد اعرابی کی اولاد میں تھے اور احمد (اعرابی) ابو جعفر بن حسن کے بیٹے تھے۔ ابو جعفر محمد نقیب طبری بھی جعفر دشاج بن حسن کی نسل سے تھے۔ بنو مہران (بھی) اس نسل سے ہیں۔ ناصر کبیر جو طبرستان میں دیلم کا بادشاہ تھا اور حسن کا لقب ناصر الحق تھا وہ علی بن حسن کا بیٹا تھا۔ ان کے بھی اولادیں تھیں۔ گیلان اور ان کی باقیات علاقے کے بادشاہ اور حاکم تھے۔

زید شہید کی کنیت ابوالحسین تھی۔ ان کے مناقب و فضائل بے حساب ہیں۔ انھوں نے کوفے میں خروج کیا۔ زید شہید کے چار بیٹے تھے۔ یحییٰ اور حسین انھیں ذوالدمعہ اور ذوالعبرہ بھی کہتے ہیں، اور عیسیٰ موتم الاشبال۔ محمد یحییٰ اپنے والد کی شہادت کے بعد خراسان میں مقام جوزجان فرار ہو گئے تھے اور وہاں انھوں نے بڑی جمعیت فراہم کی لیکن شہید کر دیے گئے۔ ان کی کوئی اولاد باقی نہ رہی۔

حسین ذوالدمعہ کے تین بیٹے تھے۔ پہلے یحییٰ جن کے سات بیٹے تھے۔ دوسرے قاسم جن کی اولاد کم تھی تیسرے حسن زاہد تھے، ان کی اولاد بھی کم تھی۔ بنی نک اور بنی خالص ان کی نسل سے ہیں۔

حمزہ بن یحییٰ کی بہت اولاد تھی۔ بنو الامیران کی اولاد ہیں۔ محمد بن جعفر اقساسی سے اقساس منسوب ہیں عیسیٰ بن یحییٰ کی اولاد مختلف ملکوں اور اطراف میں منتشر ہوگئی۔ یحییٰ بن یحییٰ اور عمر بن یحییٰ کی اولادیں اپنے دوسرے بھائیوں کی بہ نسبت زیادہ تھیں۔ ان کے بیٹے یحییٰ نے مستعین کے عہد حکومت میں خروج کیا اور مرتبۂ شہادت حاصل کیا۔ بنی القعدان، آل سیبان، مشہد کے عمری نقیب اور بنی سابہ قم کے تمام محمد عمر زید کی نسل سے ہیں۔ دوسرے حسن قعد ذوالدمعہ، اکثر سادات فارس ان کی نسل سے ہیں۔ عیسیٰ موتم الاشبال کی کنیت ابو یحییٰ تھی احمد مختفی بن عیسیٰ بزرگ اور وجیہ شخص تھے۔ ان کے بیٹے محمد، عرب کے نسب دانوں میں امام العصر کی حیثیت رکھتے تھے۔ علی بن عیسیٰ کی اولاد کرمان اور خراسان میں آباد تھی۔ ان میں زید بن عیسیٰ کی اولاد بھی کثیر تھی۔ احمد، مکی، علی معصد اور ابو تراب صابونی انھی کی اولاد میں تھے۔ بنو عفروں اور بنو بکا جک حسن عصار بن عیسیٰ سے منسوب ہیں۔ محمد بن زید شہید، زید کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ انھیں ابو جعفر کہتے تھے۔ عالی درجے کے کامل اور فاضل بزرگ تھے۔ انھیں خلیفہ مامون نے زہر دے کر شہید کر دیا۔ ان کی اولاد میں ان کے بیٹے

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۲۹ پہلی سطر میں شہید کا نام تحریر نہیں ہوا ہے۔ ویسے بھی یہ عبارت، ابو محمد الاشرف ابن زین العابدین برادر پدر مادری شہید بود، مبہم معلوم ہوتی ہے۔ مترجم نے عملی ترجمہ کر دیا ہے۔

ابوعبداللہ جعفر شاعر تھے۔ محمد خطیب اور حسین اور قاسم ان کی اولاد میں تھے اور صاحب دار الہجرہ ان کی باقیات میں ہیں۔ ان کے بیٹے بھی نقیب تھے۔ عبد اللہ ارقط (رقش) کے جسم مبارک سے صاف ظاہر ہوتی تھی چنانچہ لقب ظاہر ہو گیا۔ وہ (امام) محمد باقر کے حقیقی بھائی تھے۔ ان کی اولاد میں ان کے بیٹے محمد ارقط تھے۔ ارقط کی اولاد اسمٰعیل سے چلی۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ حسن عشی اور محمد۔ اسمٰعیل بن حسین ان کی نسل سے تھے۔ ان کی اولاد قم میں آباد تھیں محمد کوکی ان کی اولاد سے تھے۔ شام اور مصر میں جو نقیب محمد اسمٰعیل کی نسل سے ہیں۔ رے کے نقبا سمنان و گرگان کے ملوک ارقط کی نسل سے ہیں۔

شعبہ دوم۔ امام محمد باقر کی اولاد

امام محمد باقر کی والدہ ام عبد اللہ فاطمہ بنت حسن بن علی تھیں۔ وہ سادات حسینی میں پہلے فرد تھے جن کی ذات کے توسط سے امام حسن اور حسین کی اولاد جمع ہوتی ہیں اور حسنیوں میں ایسے پہلے شخص عبداللہ محض جیسا کہ مذکور ہوا۔ ان کے سات بیٹے بیٹیاں تھیں۔ جن میں چار بیٹے تھے۔ جعفر، عبد اللہ، ابراہیم اور علی۔ ان کی (صاحب امامت) اولاد جعفر سے چلی۔

شعبہ سوم۔ امام جعفر صادق کی اولاد

امام جعفر صادق کے سات بیٹے تھے۔ اسمٰعیل، عبد اللہ، موسیٰ، اسحٰق، محمد، عباس اور علی۔ ان کی اولاد پانچ بیٹوں سے تھی۔ موسیٰ کاظم، اسمٰعیل، علی عریضی، محمد دیباج اور اسحٰق موتمن۔ یہ موسیٰ کاظم کے حقیقی بھائی تھے اور صورت و ہیئت میں حضرت رسالت علیہ السلام کے مشابہ تھے۔ ان کی باقیات تین بیٹے تھے، محمد، حسین اور حسن۔ بنو الحارث محمد اسحٰق کی نسل سے ہیں۔ محمد دیباج کی وراثت نہ تھی۔ حسن (بن) اسحٰق کی اولاد مصر اور نصیبین میں تھی۔ میمون بن عبد اللہ نصیبین میں سے تھے۔ حسین بن اسحٰق حران چلے گئے تھے۔ ان کی اولاد رقہ اور حلب میں کثرت سے ہوئی۔ محمد حرانی ابن احمد حوری اور حلب کے نقیب انہیں کی اولاد میں ہیں۔ محمد، جنہیں ان کے حسن و جمال کی وجہ سے محمد دیباج بھی کہتے تھے ان کی اولاد میں تین بیٹے تھے۔ ایک حسین جن کی اولاد مختلف علاقوں میں منتشر ہوئی اور دوسرے قاسم تیسرے علی عریضی تھے۔ ان کی اولاد میں دو بیٹے تھے جن کے نام حسن اور حسین تھے۔ ان دونوں بیٹوں کی بہت اولاد تھی۔ ابو لیلیٰ محمد عریضی بن ابی طالب اور حمزہ ضراب، حسین بن علی بن محمد عریضی کی نسل سے تھے۔ محمد بن حسین جن کا لقب جوزہ تھا، حسین عریضی کی اولاد میں سے تھے۔ علی خریفی کے جن

مخطوطے کے صفحہ ۳۳۰ سطر ۵ سے ۹ تک [illegible] عربی نقل [illegible] یہاں مترجم نے عربی کو ترک [illegible]

[illegible]

کی کنیت ابو الحسن تھی، چار بیٹے تھے، جن کے نام محمد، احمد شعرانی، حسن اور جعفر صغر تھے۔ جعفر اصغر کی اولاد میں ان کے بیٹے علی تھے۔ موسویہ، واسدین، بنو قی راور بنو یحییٰ حسن کی نسل سے ہیں۔ بنو احمد و محمد شعرانی کی باقیات ہیں۔ صاحب اسی دو حمزہ الدکل ور ابو العش ان کی اولاد میں تھے محمد بن علی حریض کی اولاد بہت تھی جو مختلف شہروں میں آباد ہوئی۔ یحییٰ محدث کی باقیات، بنو ثواب اور بنو مختص عیسیٰ رومی اکبر کی نسل سے ہیں جو محمد حریض کے بیٹے تھے۔

اسمٰعیل جن کی کنیت ابو محمد تھی، ان کی کنیت اعرج اکبر تھی، امام جعفر کی اولاد تھے۔[1] اسمٰعیل کی باقیات ان کے دو بیٹوں محمد اور علی سے تھی۔ محمد کی اولاد میں اسمٰعیل ثانی اور جعفر شاعر تھے۔ بنو لعیص جعفر شاعر کی اولاد ہیں۔ ان کی اولاد مغرب میں آباد تھی۔

شعبہ چہارم۔ امام موسیٰ کاظم کی اولاد

امام موسیٰ کاظم کے ساٹھ بیٹے بیٹیاں تھیں، جن میں اڑتیس بیٹیاں اور تئیس لڑکے تھے۔[2] ان کی اولادوں میں سے بعض کی اولادیں باقی نہیں رہیں۔ اس کے علاوہ ان کی اولادوں کے بارے میں بھی اختلافات ہیں لیکن بحالت موجودہ ماہرین کے نسب کے مطابق صورت حال یہ ہے کہ ان کی اولاد میں تیرہ بیٹے تھے جن میں چار بیٹوں کی اولادیں کم تھیں باقی کی زیادہ تھیں۔ چار بیٹوں کی اولاد کا وسطی حس پانچ افراد سے کم بنتا ہے۔ ان کی تفصیل بعنوان شعوب دی جاتی ہے۔

شعب اول۔ پانچ افراد جن کی اولاد تھوڑی تھی یہ تھے۔ عباس، ہارون، اسحاق، اسمٰعیل اور حسن۔

۱۔ حسن کے ایک بیٹے جعفر نام کے تھے۔ ان کی اولاد کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جعفر بن حسن کے تین بیٹے تھے۔ علی عوری کی باقیات ان کی نسل سے ہیں۔

۲۔ اسمٰعیل موسیٰ کے ایک بیٹے تھے ان کا نام موسیٰ تھا۔ ان کی اولاد ان کے بیٹے جعفر سے چلی۔ بنی ابی السالف اور بنو الوارق ان کی نسل سے ہیں۔

۳۔ اسحاق بن موسیٰ کو امیر کہتے تھے۔ ان کی اولاد میں ان کے بیٹے عباس تھے اور اسحاق معیوں ان کے بیٹے تھے جو

---

[1] صفحہ ۲۲۰ پر فارسی عبارت یہ ہے "اسمٰعیل کنیتش ابو محمد لقبش اعرج اکبر اولاد امام جعفر بود" اس عبارت میں کچھ سقم معلوم ہوتا ہے۔ بہر حال عبارت کے مطابق ترجمہ کیا گیا ہے۔

[2] صفحہ ۲۲۰ پر یہ عبارت ہے

شصت فرزند بود سی و هشت دختر و بیست و سه پسر

یہاں بھی کچھ کتابت کی غلطی ہے۔ عبارت کے اعتبار سے "شصت و یک فرزند" ہونا چاہیے تاکہ بیٹیاں ۳۸ اور بیٹے ۲۳ کی گنتی پوری ہو۔ مترجم نے تحریر کردہ عبارت کے مطابق ترجمہ کیا ہے۔

اصطبوس ان کی باقیات سے ہیں۔ محمد کی اولاد شیراز اور خوزستان میں تھی (لیکن) بہت کم۔ ابو جعفر حسن بن اسحاق صورانی، اسحاق بن موسیٰ کی اولاد سے تھے جو ورث صورانی کی نسل سے ہیں۔

۳۔ ہارون بن موسیٰ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کے کوئی اولاد نہ تھی لیکن ابن طباطبا نے کہا ہے کہ احمد بن ہارون ان کی اولاد تھے اور ابو [illegible] ان کی نسل سے تھے۔

۵۔ عباس بن موسیٰ کی اولاد بہت ہی کم تھی۔ قاسم عباس ان کی اولاد تھے۔

شعبہ دوم۔ زید کی اولاد میں مشہور شخص نامور ہیں۔ عبد اللہ، عبید اور حمزہ۔ حمزہ کو ابوالقاسم کہتے تھے۔ ان کی اولاد بلادِ عجم میں بہت زیادہ تھی۔ وہ سب قاسم بن حمزہ کی باقیات میں تھے۔ حمزہ بن حمزہ کی اولاد شیراز اور بعض خراسان کے علاقوں میں آباد تھی۔ ابوجعفر قاسم بن حمزہ کی اولاد میں تھے۔ ابوجعفر، بدیع ہمدانی کے ممدوح تھے۔ ان کی اولاد سے آل سامانیہ کے بادشاہوں کا سلسلہ جن میں وزارت جاری تھی۔ احمد ان ہی کی نسل سے تھے۔

عبداللہ کی اولاد میں تین بیٹے تھے۔ محمد یمانی، قاسم اور جعفر یمانی۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ابراہیم ان کی اولاد تھے۔ ابراہیم کی اولاد سے ابوجعفر اور احمد شعرانی تھے۔ ابوجعفر کی اولاد دجیار میں آباد تھی۔ ابوالطاہر جو شیراز میں عضد الدولہ کے ساتھ تھے، ابوجعفر کی نسل سے تھے۔ احمد شعرانی بھی صاحب اولاد تھے اور قاسم بن عبد اللہ کے بھی اولادیں تھیں۔ عبد شرف انہی کی نسل میں سے تھے۔ عبد اللہ بن موسیٰ کی اولاد محمد سے پھیلی۔ موسیٰ علی بن حسن الاحول عبد اللہ کی نسل سے تھے۔ جعفر اسود، موسیٰ بن عبداللہ کی اولاد تھے جو اصفہان کی نسل سے ہیں۔ جس زمانے میں زید نظار بصرے کا والی تھا اس نے ابن عباس کے گھروں کو جلا دیا تھا اور ان سے کعبتا [illegible] اور قتل کروا دیا تھا۔ اسی (ظلم کی) بنا پر اسے "زید النار" کہتے ہیں۔ بعد میں انہیں گرفتار کر کے مروا دیا گئے اور [illegible] سے ثابت شہادت پائی۔ ان کے چار بیٹے تھے جن سے ان کی اولاد آگے چلی۔ حسین اور ان کی اولاد کا قیام قیروان میں تھا۔ حسین محدث بھی ان کی اولاد میں سے تھے۔ تقروین، جعفر بارجان، یوسف اور ابو [illegible] موسیٰ [illegible] محمد کی نسل سے ہیں۔

شعبہ سوم۔ امام موسیٰ کاظم کے چار بیٹے مشہور تھے۔ امام علی رضا، ابراہیم مرتضیٰ، محمد عابد اور جعفر۔

جعفر کو خواری کہتے تھے۔ ان کی اولاد کو خواریوں اور شجریوں بھی کہتے ہیں۔ موسیٰ اور حسن سے جعفر کی اولاد پھیلی۔ موسیٰ کی اولاد میں حسن اتق تھے اور حسن، محمد معیط کے والد تھے۔ علیہ کو عددی غلبہ حاصل ہوا، گویا اہل ایران سب عرب تھے، جنہیں [illegible] عرب کی قوت وشوکت حاصل تھی۔ محمد عابد کی اولاد ابراہیم مجاب سے پھیلی۔ ان کے تین بیٹے تھے۔ محمد حائری، محمد مقصر اور علی۔ [illegible] اور کرمان میں آل ابی [illegible] ابی القاہر اور ابو حسن علی کی باقیات تھے۔ آل ابی الحرث

احمد بن محمد جابری سے ہیں اور آل بنی عمر محمد کی نسل سے ہیں۔ محمد اور علی کی اولاد ایک دوسرے سے علاحدہ ہوگئیں۔ ابراہیم اصغر کے جن کا لقب مرتضیٰ تھا، دو بیٹے تھے۔ موسیٰ ابوسبحہ اور جعفر۔ موسیٰ، محمد اور علی سے جعفر کی اولاد چلی جو بدو دیہات میں منتشر ہوگئی تھی۔ (ابراہیم اصغر کے پہلے بیٹے) ابوسبحہ موسیٰ کے آٹھ بیٹے تھے۔ چار بیٹوں کی اولادیں قلیل اور چار کی کثیر تھیں۔ مقلوں میں (کم اولاد والوں میں) عبیداللہ اور ان کی اولاد بصرے اور مکے میں تھی۔ عیسیٰ کی اولاد فارس میں آباد ہوئی۔ علی کی اولاد بیورد اور شیراز میں تھی۔ ابوعلی صبیح اور ابوالفضل انہی کی نسل سے تھے۔ جعفر کی اولاد تریذ میں تھی۔ مکثروں میں (کثیر اولاد والوں میں) ایک محمد اعرج تھے ان کی اولاد موسیٰ ابرش سے چلی۔ ان کی باقیات میں ان کے تین بیٹے تھے۔ ابوطالب محسن جن کی اولاد بصرے میں تھی۔ ابواحمد حسین موسیٰ ابرش بغداد کے نقیب النقباء تھے۔ ان کے دو بیٹے تھے، محمد رضی اور علی مرتضیٰ علم الہدیٰ۔ علم الہدیٰ کا مرتبہ علوم میں نہایت بلند تھا۔ تاریخ کی متعدد کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ علم الہدیٰ کے کتب خانے میں اسی ہزار مجلد کتابیں تھیں۔ ابوعبداللہ احمد کی اولاد بھی بہت تھی۔ شام کے نقیب ابو برکات نجم اشرف اور کئی موسوی کے جد ابومظفر ہبۃ اللہ ان کے اہل بیت تھے۔ دوسرے احمد الموصوف الاکبر تھے، ان کی باقیات حسین قطعی سے تھی۔ ابراہیم اور علی احول تھے، علی احول کی نسل سے واسط تھے۔ بنی المدرف، ابراہیم کی نسل سے تھے۔ حسین قطعی کی اولاد میں ابن طقطقی تھے۔ سید محمد حمد رفاعی انہی حسین کی نسل سے تھے تیسرے ابراہیم عسکری تھے۔ موسیٰ کی بھی باقیات ہیں۔ مشہد کے ابوالحسن بھی ان کی نسل سے ہیں۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ جس زمانے میں یہ فقیر مشہد میں امام رضا علیہ السلام کے روضۂ متبرکہ کے طواف سے مشرف ہوا اس زمانے میں سید اجل نقیب ممالک اعظم تھے۔ ان سے پہلے سید رضی الملت والدین نقیب تھے، ان کے بعد نقابت منتقل ہوگئی، جن کے وہ پوتے سید آملی تھے۔ پھر سید مذکور سے سید تاج الدین کے بھائیوں کو ملی، ان سے سید شہاب الملت والدین کو پہنچی۔ آخر میں سید محمد دقدی سے اس امر کا آغاز کیا۔ مشہد کے نقیبوں نے فرزند عزیز قدوۃ الآفاق سید عبدالرزاق کے نسب کے بارے میں دریافت کیا۔ ان کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ سادات جیل عبدالرزاق سلسلے سے ہیں۔ سید تاج الدین نقیب نے فرمایا، جی ہاں! ہماری والدۂ عفیفہ کی نسبت بھی سادات صالحون تک پہنچتی ہے پھر اس نسبت کی تفصیل بیان کی جو لطیفہ سابق میں مذکور ہو چکی ہے۔

ابراہیم کی اولاد کے بعض لوگ برقوہ میں تھے۔ چوتھے حسین قطعی تھے۔ ان کی نسل بہت تھی اور مشہور بھی تھی۔ ابوالحسن علی دمشق کی اولاد علی عارث محمد سے چلی۔ حسین شتر، حسن برک، ابوالبقیں بھی بر و آب ابوالسعادات ابی الحارث کی نسل سے ہیں۔ حسین اقطع کی نسل سے حیدر بن حسن تھے۔ ہبۃ اللہ جو دمشق میں تھے حسن برک کی اولاد میں سے تھے۔

شعبہ چہارم[1] امام علی رضا رضی اللہ عنہ کی اولاد

آٹھویں امام کے جس قدر مناقب اور مراتب ہیں ان کی تفصیل بارہ اماموں کے ذکر میں وقت کی مناسبت سے آئے گی۔ بیت

ورثہ [illegible] در [illegible] خدوندیش
کس [illegible] تو [illegible] اند کہ بجا آورد

ترجمہ: آپ کی آقائی کے لائق جو آداب ہیں انھیں بجا لانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔

حضرت کے پانچ بیٹے تھے۔ محمد، حسن، جعفر، ابراہیم اور حسین۔ ان بزرگوار نامدار فرزندوں میں ان کے جانشین محمد تقی تھے۔

شعبہ پنجم۔ امام محمد تقی کی اولاد

خلیفہ مامون (عباسی) نے جب امام محمد تقی کی ذات میں علم وادب اور فضل وکرم کا کمال دیکھا تو اپنی بیٹی ام الفضل کو ان کے نکاح میں دے کر مدینہ طیبہ بھیج دیا۔ ان کی کرامتیں اور ان کی مراتب حد بیان سے باہر ہیں۔

ان کے دو بیٹے تھے۔ علی ہادی اور موسیٰ مبرقع۔ موسیٰ مبرقع نے بمقام قم وفات پائی۔ ان کی اولاد کو رضوی کہتے ہیں اور یہ حضرات زیادہ تر قم ہی میں آباد ہیں۔ فی زمانہ ان میں سے ایک جمعیت الگ ہوگئی ہے موسیٰ مبرقع نے کہا تھا جب زیارت کرنے والے جمع ہو جائیں تو میری اولاد کو مشہد مقدس لے جائیں۔ اس کے باشندوں پر سلام ہو۔ احمد ان کی (موسیٰ کی) اولاد تھے۔ مشہور نساب کہتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ بھی ان کی باقیات میں تھے۔ یہی حساب کے نسب نامے ان ہی سے پیوستہ ہیں۔ محمد اعرج احمد بن موسیٰ کی اولاد میں تھے اور بقیہ اولاد بھی ان کی نسل سے ہے جو سبزوار کے قریوں میں آباد ہے۔

شعبہ ششم۔ امام علی ہادی کی اولاد

حضرت امام علی ہادی کے تین بیٹے تھے۔ حسن، حسین اور جعفر۔ ان کی اولاد دو بیٹوں حسن اور جعفر سے آگے بڑھی۔ جعفر کی

---

[1] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۳۰ سطر ۱۳ میں شعبہ چہارم کا عنوان امام موسیٰ کاظم کی اولاد کے لیے قائم کیا ہے۔ یہاں صفحہ ۳۳۲ پر دوبارہ شعبہ چہارم کا عنوان امام علی رضا کی نسبت سے قائم کر دیا ہے حالانکہ اس کا عنوان 'شعبہ پنجم' ہونا چاہیے تھا۔ یہ غلطی آخری امام تک قائم رہتی ہے۔ شعبہ اول امام زین العابدین سے شروع ہوتا ہے اس اعتبار سے بارہویں امام تک نو شعبے ہوں گے۔ بہر حال مترجم نے کسی ردوبدل کے بغیر اصل متن کی عبارتوں اور عنوانات کا ترجمہ کیا ہے۔

کنیت ابو عبداللہ تھی اور کذاب کے لقب سے ملقب ہوئے کیوں کہ انھوں نے اپنے بھائی کی وفات کے بعد امامت کا دعویٰ کیا تھا۔ انھیں ابوالکرین کہتے ہیں۔ ان کے ایک سو بیس بیٹے بیٹیاں تھیں۔ ان کی اولاد چھ فرزندوں سے تھی، جن میں بعض قلیل الاولاد اور بعض کثیر الاولاد تھے۔ ان کے بیٹے اسمٰعیل حریفہ، طاہر، یحییٰ صوفی، ہارون، علی اور ادریس تھے۔ ناصر اور ان کے بھائی محمد ابوالبقا، اسمٰعیل کے فرزند تھے۔ طاہر کے بیٹے ابوالغنائم دقاق اور ابو یعلی دلال تھے۔ ابوالفتح نساب، یحییٰ صوفی کی نسل سے تھے۔ ان کے بعض بندگان مصر میں تھے۔ چند سادات کے گھرانے بلاد شام میں تھے جو ہارون بن جعفر کی اولاد تھے۔ محمد ناروک جس کی اولاد کو بنی ناروک کہتے ہیں علی بن جعفر کی نسل سے ہیں۔ ادریس بن جعفر کی اولاد کو قوامم کہتے ہیں جو قاسم بن ادریس (بن جعفر) کی باقیات ہیں۔ قاسم بن ادریس کی نسل سے ابوقلنات، بدر دار، بنی کعب اور مواجد ہیں۔

شعبۂ ہفتم۔ امام حسن ذکی کی اولاد کا ذکر جو گیارہویں امام تھے۔

ان کے فضل وادب اور کمالات کی تشریح حدود سے دور ہے

مصرع:

ہرچہ گویند صفت او در جنب او کمتر بود

(جو کچھ اس کی تعریف میں کہا جائے، اس کی ذات کے اعتبار سے کم ہی ہوگا)

تاہم ان کے فضائل بارہ اماموں کے ذکر میں بیان کیے جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ان کے ایک بیٹے محمد مہدی تھے اور حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے کہ جب یہ فقیر سلطان السلاطین ابراہیم خلد اللہ ملکہ کے عہد حکومت میں جونپور آیا اور وہاں کے اکابر واشراف نے اس فقیر کو اپنی تشریف آوری سے مشرف فرمایا تو حضرت میر صدر جہاں نے بعض سادات کے نسب سے متعلق استفسار کیا۔ وہ سادات ہند کی اکثریت کو مجہول النسب کہتے تھے اس کے ساتھ ساتھ بعض خاندانِ سادات کے صحیح النسب ہونے پر بے حد اصرار کرتے تھے۔

ہندوستان میں بشمول دیگر خاندان، قصبہ کنتور کے سادات کو صحیح النسب کہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت میر سید ماہرو جو اودھ کے خطے میں مدفون ہیں ان کی اولاد اور باقیات اودھ کے علاقے میں آباد ہے۔ علاقہ بہرائچ کے دونوں طرف کے ایک سلسلے سے منسلک ہیں۔ جونپور کے نواح میں مہوہ گاؤں کے سادات معروف ہیں۔ موضع سکندر پور کے سادات کے بارے میں، جہاں حضرتؒ کبھی کبھی تشریف فرما ہوتے تھے، زیارت مزارات کے وقت فرماتے تھے کہ اس قصبے کے سیدوں کی سیادت وطہارت کی خوشبو مزار کی روحانیت سے آتی ہے۔ سادات بخاریہ کے حسب ونسب میں کسی کو کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ مصرع:

نیست کسے در لطافت او سخن

(اس کی پاکیزگی میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے)

حضرت میر سید عماد الدین جیوری کا سلسلہ نسب نہایت پاکیزہ اور صحیح ہے۔ سادات گردیز ہندوستان کے بعض قریوں میں آباد ہیں۔ کڑہ اور مانک پور کے سید اسی خاندان سے ہیں۔ ایک خانوادہ سرہند میں ہے۔ دیگر سادات ہندوستان کے اطراف واکناف میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی اس کی حقیقت جانتا ہے۔ البتہ سادات حسینیہ کے سلسلے سے ایک جماعت جونپور میں ہے، اللہ تعالیٰ نقصان سے اس کی حفاظت کرے۔ فرزند اعز ارشد علی الاطلاق مشہور النسب سید عبد الرزاق سے متعلق یہ تحقیق معرض تحریر میں آئی۔

شعبۂ ہشتم۔ امام محمد بن الحسن کے ذکر میں

امام محمد بن الحسن بارہویں امام ہیں۔ مشہور اقوال کے مطابق ان کی کنیت ابو القاسم ہے۔ امامیہ حضرات کے واضح قول کے مطابق ان کا لقب، حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزماں ہے۔ ان ہی کے مذہب کے مطابق وہ بارہ اماموں کے خاتم ہیں اور سرداب میں مستور (پوشیدہ) ہیں۔ وہ اپنے مقررہ وقت پر خروج کریں گے لیکن اہل سنت وجماعت کے ائمہ کا مذہب یہ ہے کہ مہدی آخر الزماں اپنے وقت پر سلسلۂ اطہر حیدریہ سے متولد ہوں گے۔ ان کی ولادت کے زمانے میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہوں گی جیسے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں ظاہر ہوئیں۔ بہرحال ان کی ہدایت کے ثمرات نمایاں ہوں گے حتی کہ ساری دنیا کے اطراف اور ملک ان برج فلک کو اٹھائیں گے اور ان کی سلطنت قائم ہوگی جس کی شرح تفصیل سے لطیفہ اول میں مذکور ہوچکی ہے۔"

لطیفہ ۵۳

خلفائے راشدین، بعض صحابہ اور تابعین
نیز بارہ اماموں کے ذکر میں

تذکرہ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام حواس، اقوال اور افعال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے شاہد ہیں اور تمام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہیں۔

جس وقت حضور ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا تو آپ ﷺ نے جبریل سے دریافت کیا کہ میرے ساتھ کون ہجرت کرے گا تو جبریل نے عرض کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ اس روز سے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیق اکبر کر دیا۔

ابومسعود انصاری کا قول ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اسلام وحی کے مشابہ ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے، ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم روشنی آسمان سے نازل ہوئی اور مکے کا کوئی گھر ایسا نہ بچا ہوگا جس میں اس روشنی کا کوئی نہ کوئی حصہ نہ پہنچا ہو۔ پھر وہ تمام انوار یکجا ہوگئے اور جیسا کہ میں نے پہلے دیکھا تھا ایک نور کی صورت اختیار کر گئے۔ پھر وہ نور میرے گھر میں داخل ہوگیا اور میں کھڑا رہا۔ صبح میں نے یہ خواب ایک یہودی سے بیان کیا اور اس کی تعبیر چاہی۔ اس نے کہا کہ یہ پراگندہ خوابوں میں سے ہے اور ایسے خوابوں کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی۔ اس واقعے کو ایک زمانہ گزر گیا تا آنکہ میں کسی تجارتی سفر کے دوران بحیرا راہب کے کلیسا میں پہنچا اور میں نے اس سے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو۔ میں نے کہا کہ میں قبیلہ قریش سے ہوں۔ بحیرا نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے درمیان ایک پیغمبر مبعوث فرمائے گا اور تم اس کے ایام حیات میں اس کے وزیر رہو گے اور اس کی

وفات کے بعد تم اس کے خلیفہ ہو گے۔ اس کے بعد رسول ﷺ مبعوث ہوئے۔ آپ ﷺ نے مجھے اسلام لانے کے لیے فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ ہر نبی کے پاس اس کی نبوت کی دلیل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے پاس کوئی دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور تمہیں یہ بتایا گیا تھا کہ تمہارے خواب کی کوئی تعبیر نہیں ہے۔ آخر کار بحیرا نے تمہیں بتایا کہ تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے وہ یہ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اس واقعے کی خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا جبریل نے۔ اس جواب پر میں نے عرض کیا کہ میں اس سے زیادہ دلیل کا طلب گار نہیں ہوں کہ اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له واشهد ان محمداً عبده ورسوله (میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی مستحق عبادت نہیں سوائے اللہ وحدہ کے جس کا کوئی شریک نہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں)

رسول علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے جس شخص کو اسلام کی دعوت دی اس نے میری دعوت کو قبول کرنے میں تردد اور توقف کیا سوائے ابوبکرؓ کے۔ جونہی میں نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے فوراً میری تصدیق کی اور کہا کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ وہ صدیق اکبر ہیں۔

امیر المومنین ابوبکرؓ نے بیان کیا کہ زمانہ جاہلیت میں میں ایک روز ایک درخت کے سائے میں بیٹھا تھا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ اس درخت کی ایک شاخ میری طرف بڑھی۔ میں نے حیرت سے دیکھا اور اپنے دل میں کہا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ میرے کان میں آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کے رسول فلاں وقت ظاہر ہوں گے۔ تمہیں چاہیے کہ اس وقت تم سب سے زیادہ سعادت مند لوگوں میں شامل ہو جاؤ۔ میں نے اس آواز سے کہا کہ واضح طور پر بتاؤ کہ وہ رسول کون ہے اور اس کا نام کیا ہے۔ آواز آئی کہ وہ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہیں۔ میں نے کہا وہ تو میرے ساتھی، ہم نشین اور دوست ہیں۔ پھر میں نے اس درخت سے عہد کیا کہ جس وقت وہ مبعوث ہوں مجھے بشارت دینا۔ جب آپ ﷺ مبعوث ہوئے تو اس درخت سے پھر آواز آئی۔ اے ابوقحافہ کے بیٹے کوشش اور اہتمام کرو کہ ان صاحب پر وحی نازل ہو چکی ہے۔ موسیٰ کے رب کی قسم! کوئی شخص اسلام میں تم پر سبقت نہ لے پائے گا۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ اے ابوبکر! میں تمہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلاتا ہوں۔ میں نے کہا اشهد انک رسول الله بعثک بالحق سراجاً منیراً (میں گواہی دیتا ہوں بے شک آپ حق کے ساتھ خدا کے رسول ہیں اور روشن چراغ ہیں) پس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی۔

حضرت امیر المومنین ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل میں ایک مرتبہ تجارت کی غرض سے یمن گیا۔ وہاں کے ایک قبیلے کے سردار سے میری ملاقات ہوئی جو آسمانی کتابوں کا عالم تھا اور اس کی عمر چار سو سال تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا، میرا گمان ہے کہ تم حرم مکہ سے آئے ہو۔ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے دریافت کیا، کیا تم قریشی ہو؟ میں نے جواب میں ہاں کہا۔ اس نے پھر دریافت کیا، کیا بنو تیم سے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ عالم نے

ہوں کہ ایک علامت معلوم ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا ہے۔ اس نے کہا تم اپنا پیٹ برہنہ کرو۔ میں نے کہا جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گے کہ تمہارے سوالات کا مقصد کیا ہے میں پیٹ برہنہ نہیں کروں گا۔ اس نے کہا کہ میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ حرم میں اللہ کا ایک رسول پیدا ہوگا جس کے دو مددگار ہوں گے۔ ایک جوان اور دوسرا ادھیڑ عمر کا۔ جوان کی خصوصیت یہ ہے کہ مشکلات و مصائب میں مدد کرے گا۔ ادھیڑ عمر والا گورا پتلا ہوگا اور اس کے پیٹ پر سیاہ تل ہوگا۔ میں نے اپنا پیٹ برہنہ کر دیا تو اسے میرے پیٹ پر سیاہ تل نظر آیا۔ اس نے کہا، کعبے کے رب کی قسم تم وہی ادھیڑ عمر کے شخص ہو۔ پھر اس نے مجھے نصیحت کی کہ احتیاط کرنا۔ ہدایت کا راستہ اختیار کرنا اور اس افضل طریقے سے قائم رہنا جو اللہ تعالیٰ نے کی بخشش میں بیان کی ہیں جو تمہیں عطا کی جائے گی۔ جب یمن میں میں اپنے کاموں سے فارغ ہو گیا تو اس سے رخصت ہونے کے لیے اس کے پاس گیا۔ اس نے چند شعر میرے سپرد کیے کہ ان کو نبی ﷺ تک پہنچا دینا۔ جب میں مکے پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے تھے۔ سرداران قریش مجھ سے ملنے کے لیے آئے۔ میں نے ان سے دریافت کیا کہ تم لوگوں کے درمیان کوئی عجیب واقعہ تو رونما نہیں ہوا۔ انہوں نے کہا کہ اس سے زیادہ اور کون سا واقعہ عجیب ہو سکتا ہے۔ کہ یتیم ابو طالب نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا ہے۔ ہم تمہارے منتظر تھے۔ اب جبکہ تم آ گئے ہو تو اس معاملے کو نمٹا دو گے۔ بہرطور میں نے ان لوگوں کو واپس کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں معلوم کیا انہوں نے بتایا کہ (حضرت) خدیجہؓ کے گھر میں ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور مکان کے دروازے پر دستک دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے۔ میں نے عرض کیا، یا محمد! میں نے آپ کے بارے میں اہل قبیلہ کے گھروں میں دریافت کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اپنے آبائی دین کو چھوڑ دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے تمہاری اور سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اس پر آپ کی دلیل کیا ہے؟ فرمایا، وہ بوڑھا شیخ جس سے تم نے یمن میں ملاقات کی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کن شیخ کے بارے میں فرما رہے ہیں، میں تو وہاں کے بہت سے مشائخ سے ملا تھا۔ فرمایا وہ شیخ جنہوں نے تمہیں چند ابیات دی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اے میرے حبیب یہ خبر آپ کو کس نے دی؟ فرمایا، اس عظیم فرشتے نے جو مجھ سے پہلے دوسرے نبیوں کے پاس آتا رہا ہے۔ میں نے آپ کا دست مبارک تھام لیا اور کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وانک رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی حق معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ابوبکرؓ فرماتے ہیں آپ ﷺ کی خدمت سے واپس ہوا اس وقت مکہ میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ خوش نہ ہوگا کیونکہ مجھے اسلام کی توفیق حاصل ہوئی تھی۔

[illegible] یتیم کی نسبت والد سے ہوتی ہے۔ اس اعتبار سے [illegible] ﷺ [illegible] یتیم [illegible] میں لفظ یتیم [illegible] معروف معنوں میں استعمال ہوا ہوگا [illegible]

آخری بیماری میں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: رات میں نے خلافت تفویض کرنے کے معاملے میں کئی بار استخارہ کیا اور حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ الٰہی جو کچھ تیری رضا کے مطابق ہو مجھے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما۔ تم جانتے ہو کہ میں جھوٹ ناپسند کرتا ہوں اور وہ کون غافل شخص ہوگا کہ حق تعالیٰ سے ملاقات کے وقت جھوٹ بات کہے گا اور جھوٹی بات کو وہ مسلمان فریقوں کے لیے جائز رکھے گا۔ سب حاضرین نے کہا اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب! کسی کو آپ کی سچائی میں شک نہیں ہے۔ جو آپ کو فرمانا ہے (بے تکلف) فرمائیں۔ آپ نے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے) کہا کہ آج شب مجھ پر نیند نے غلبہ کیا، میں نے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ میں بائیں سمت سے چاروں طرف پھرا۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جامہ ہائے مبارک سے سبز اور چمک دار ہونا شروع کیا، یہاں تک کہ اس نور نے دیکھنے والے کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جانب دو بلند قد شخص کھڑے تھے جو بے حد حسین و جمیل تھے۔ ان کے لباس سے نور جھلک رہا تھا اور ان کا دیدار سرمایۂ سرور تھا۔ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا اور شرف مصافحہ سے آپ کو مشرف کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھا جس سے میرے اندر جو اضطراب اور خفقانی کیفیت تھی اسے سکون حاصل ہوگیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابوبکر! تم سے ملاقات کرنے کا اشتیاق ہے۔ زیادہ وقت نہ گزرے گا کہ تم مجھ سے آملو گے۔ خواب میں مجھ پر اس قدر گریہ طاری ہوا کہ میرے اہل خانہ نے میری آواز سنی پھر مجھے حالت گریہ کے بارے میں بتایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ مجھے بھی آپ کی زیارت کا اشتیاق ہے۔ فرمایا بس تھوڑا وقت باقی ہے پھر یہ وصال حاصل ہوگا جس میں جدائی کا وہم تک نہ ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تفویض خلافت کے معاملے میں حق تعالیٰ نے اختیار دیا ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اختیار فرمایئے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رعیت کا والی بہت زیادہ عامل، صادق اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ آسمان و زمین میں پسندیدہ شخصیت یادگار روزگار ہستی ہے یعنی عمرؓ بن الخطاب (ان اوصاف کا حامل ہے)۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ دو شخص تمہارے وزیر ہیں۔ یہ دنیا اور آخرت میں تمہارے مددگار اور بہشت میں تمہارے انیس ہوں گے۔ بعد ازاں ان دونوں نے مجھے سلام کیا اور کہا۔ آپ نے مکروہ سے خلاصی پائی، آپ آسمان میں صدیق ہیں فرشتوں کے درمیان صدیق ہیں اور زمین میں مخلوق کے درمیان صدیق ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، یہ دو شخص کون ہیں کہ میں نے ان کی مثل کوئی شخص نہ دیکھا۔ فرمایا کہ یہ دو کریم فرشتے جبریل اور میکائیل ہیں۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام تشریف لے گئے اور میں جاگ گیا۔ میرے رخسار آنسوؤں سے تر تھے اور اہل خانہ میرے سرہانے رو رہے تھے۔

حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ (حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد) بعض لوگوں نے کہا کہ ہم ابوبکرؓ کو مشہد (شہیدوں کے قبرستان) میں دفن کریں گے اور بعض نے کہا کہ بقیع لے جائیں گے، (لیکن) میں نے کہا کہ میں نے

تجھ سے میں اپنے حبیب کے سامنے ایک دن عرض کی۔ تم تو جانتے ہو ہمارے درمیان اختلاف رہا۔ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا اور اس حالت میں میں نے کسی کے کہنے سے سنا، اوصلوا الحبیب الی الحبیب (دوست کو دوست تک پہنچاؤ) جب میں جاگی (تو مجھے معلوم ہوا کہ) دوسرے لوگوں نے بھی یہی آواز سنی تھی حتیٰ کہ مسجد میں موجود لوگوں نے بھی یہ آواز سنی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی تھی کہ میرے جنازے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کے دروازے پر لے جانا اور کہنا السلام علیک یا رسول اللہ، یہ ابوبکر ہے آپ کے آستانے پر حاضر ہوا ہے۔ چنانچہ اگر روضہ کا دروازہ کھل جائے تو مجھے اندر لے جا کر دفن کر دینا ورنہ میرا جنازہ بقیع کے قبرستان لے جانا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ ابھی وصیت کردہ کلمات پوری طرح ادا نہ ہوئے تھے کہ دروازے کا پردہ خود بخود اٹھ گیا اور کانوں میں آواز آئی کہ دوست کو دوست کی طرف لاؤ۔

حضرت ابوبکرؓ کی مدت خلافت دو سال اور عمر شریف تریسٹھ سال تھی۔ آپ کی وفات ۸ رجب سنہ ۱۳ھ کو ہوئی۔ مرض الموت میں اپنی اولاد کے متعلق حضرت عائشہ سے خطاب فرمایا کہ تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں تھیں حالانکہ سوائے حضرت عائشہؓ اور ایک دوسری بہن کے آپ کی تیسری بیٹی نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ میری تو صرف ایک بہن ہے دوسری کہاں سے آگئی۔ فرمایا کہ میری بیوی حاملہ ہے اور میرا گمان ہے کہ بیٹی پیدا ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب وضع حمل ہوا تو بیٹی پیدا ہوئی۔

تذکرہ دوم۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مناقب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں محدث ہوتے تھے جن سے اللہ تعالیٰ بات کلام کرتا تھا۔ اگر میری امت میں بھی ایسی صفت والا کوئی ہے تو عمرؓ بن خطاب ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تائید میں ابن عمرؓ کا یہ قول ہے کہ جب کبھی نبی کریم ﷺ صحابہ سے مشورہ فرماتے تھے تو حضرت عمرؓ کی بات حکم الٰہی کے موافق ہوتی تھی۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ کنویں پر ہوں اور ڈول سے پانی نکال رہا ہوں۔ میں نے جس قدر اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا۔ پھر ابن ابی قحافہ (ابوبکرؓ) نے ڈول کھینچا اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کرے۔ انہوں نے ڈول کھینچنے میں دقت محسوس کی۔ پھر ڈول بڑا ہو گیا اور عمر ابن خطاب نے اپنے ہاتھ میں لیا۔ میں نے لوگوں میں سے کسی کو ان جیسا قوی شخص نہیں دیکھا یہاں تک کہ لوگوں نے پانی پیا اور اونٹوں کو پلایا حتیٰ کہ سب سیراب ہو گئے۔ یہ قول حضرت عمرؓ کی خلافت سے متعلق ہے۔

حضرت عمرؓ کے فضائل بہت ہیں اور آپ سے جو خوارق ظہور میں آئے وہ بھی بے شمار ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ جمعے کے دن منبر پر چڑھے اور خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ یکایک آپ نے خطبہ روک دیا اور بلند آواز سے تین بار فرمایا "یاساریۃ الجبل"

[illegible]

(اے ساریہ پہاڑ) یہ کہنے کے بعد خطبہ دینے لگے۔ حاضرین حیرت میں تھے کہ شاید عمرؓ دیوانے ہو گئے ہیں۔ حضرت عبد الرحمن بن عوف بعد میں آپ کے پاس آئے اور کہا کہ عمر آپ نے یہ کیا کیا کہ خطبے کے درمیان آپ نے یہ بات کہی اور لوگوں کو ہنسنے کا موقع دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دوران خطبہ میں نے دیکھا کہ ساریہ اپنی قوم کے ساتھ کافروں سے لڑ رہے ہیں اور کافر آگے بڑھتے جا رہے ہیں یہ منظر دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے یہ کلمات نکل گئے تاکہ پہاڑ کی طرف مڑ جائیں اور کافروں کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ کہتے ہیں کہ مدینہ طیبہ سے ساریہ کی لشکرگاہ ایک مہینے کے راستے پر تھی۔ فتح حاصل کرنے کے بعد جب قاصد آیا اور بیان کیا کہ جمعہ کا دن تھا ہم صبح سے شام تک کافروں سے مصروف جنگ تھے۔ اچانک ہم نے ایک منادی کرنے والے کی آواز سنی یا ساریۃ الجبل۔ ہم نے پہاڑ کی طرف رخ کر کے اسی کی بدولت فتح کی کہ بہت سے کافر مارے گئے اور جو باقی بچے وہ بھاگ گئے۔ ان لوگوں نے جنہوں نے حضرت عمرؓ کو پاگل پن کا طعنہ دیا تھا، تو انہوں نے کہا کہ عمرؓ کو اپنے حال پر چھوڑ دو وہ اسی کام کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یوں کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے اسی قصے کے دوران یہ بات امیر المومنین علیؓ سے کہی تو انہوں نے فرمایا عمرؓ کوئی ایسا کام نہیں کرتے یا کوئی بات نہیں کہتے جس کے لیے ان کے پاس سند نہیں۔

یہ اسی وقت میں ایک واقعہ ہے کہ ایک شخص کو ایک مہم میں بھیجا تھا۔ ایک روز مدینہ طیبہ میں یہ آواز سنی گئی ہائے عمراہ (دو مرتبہ یہ آواز آئی) کسی کو پتہ نہ چلا کہ یہ کیا بات ہوئی۔ بہر حال لشکر مدینے میں واپس آیا امیر لشکر کی فتوحات کا بیان ہوا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں ارزانی فرمائی تھیں۔ امیر المومنین عمرؓ نے ان باتوں کو چھوڑ کر اس آواز کی بابت پوچھا تو بتایا کہ ایک سپاہی کو پانی میں بھیجا تھا یہ بتا کر امیر لشکر نے کہا کہ امیر المومنین اس موسم میں اس کے ساتھ کوئی نہیں جاتا تھا۔ ہم ایک دریا پر پہنچے مجھے اس کی گہرائی کا پتہ تھا لیکن وہاں بڑی سردی تھی۔ ہم نے اسے پانی میں اتارا، سرد ہوا چل رہی تھی وہ اس کے جسم میں سرایت کر گئی۔ وہ پکارنے لگا واعمراہ واعمراہ۔ اس کے بعد سردی کی شدت سے مر گیا۔ لوگوں نے سمجھا کہ یہ آواز جیسے اس مظلوم کی فریاد کے جواب میں تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا اس واقعے کے بعد اگر خدا کا خوف نہ ہوتا تو میں تمہیں بدلے میں قتل کروا دیتا۔ جاؤ اور اس کے اہل خانہ کو دیت ادا کرو اور تم سے کہتا ہوں کہ میں دوبارہ تمہیں یہاں نہ دیکھوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا قتل بہت سے کافروں کی ہلاکت سے زیادہ بڑا ہے۔

اسی طرح ایک واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے میں مصر فتح ہوا اور عمرو بن العاص وہاں کے والی بنے تو اہل مصر عجمی مہینوں میں سے چوتھے مہینے میں ان کے پاس آئے اور کہا کہ دریائے نیل کی ایک عادت ہے جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتا اور پانی خشک ہو جاتا ہے۔ عمرو بن العاص نے دریافت کیا کہ وہ کیا عادت ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی عادت یہ ہے کہ اس مہینے میں جب بارہ راتیں گزر جاتی ہیں تو ہم کسی کی ایک کنواری لڑکی کو اس کے ماں باپ کو راضی کر کے

میں عورتوں کے ماں باپ کو اس قدر مال دیتے ہیں کہ وہ اس لڑکی کو ہمارے سپرد کرنے پر راضی ہو جاتے ہیں۔ پس ہم اس لڑکی کو مال اور زیور سے آراستہ کر کے دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔ جب حضرت عمرو بن عاص نے یہ بات سنی تو کہا کہ اسلام میں ایسی رسموں کا کوئی گزر نہیں ہے بلکہ یہ اپنی آمد سے قبل تمام بری رسموں کو مٹاتا ہے۔ اس تاریخ سے تین ماہ گزرنے کے بعد دریائے نیل کا تمام پانی خشک ہو گیا اور لوگ وہاں سے دوسرے علاقوں میں جانے لگے۔ حضرت عمروؓ بن عاص نے جب یہ حالت دیکھی تو اس کی کیفیت لکھ کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کی خدمت میں روانہ کی۔ جب یہ مکتوب حضرت عمرؓ کو ملا تو آپ نے اس کے ایک حصے پر یہ عبارت[1] لکھ کر واپس بھیج دیا کہ دریائے نیل میں ڈال دیا جائے۔

' یہ تحریر اللہ کے بندے عمرؓ کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کی طرف ہے۔ پس بے شک اگر تو اپنی مرضی سے جاری رہتی ہے تو جاری نہ ہو۔ اگر تو خدائے واحد قہار کے حکم سے جاری ہوتی ہے تو میں خدائے واحد القہار سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری کر دے۔ '

حضرت عمروؓ بن عاص نے کاغذ کا وہ ٹکڑا دریائے نیل میں ڈال دیا۔ دوسرے روز سولہ گز پانی چڑھ گیا۔ اس زمانے سے اہل مصر سے وہ بری رسم بھی جاتی رہی۔

حضرت عمرؓ کی خلافت دس سال قائم رہی۔ آپ کی وفات ۲۹ ذی الحجہ☆ ۲۳ ہجری کو شب جمعہ میں ہوئی آپ کی قبر مبارک سلطان الانبیاء ﷺ کے روضہ مبارکہ میں ہے۔ منقول ہے کہ جس روز آپ کو قتل کیا گیا تو تمام روئے زمین پر تاریکی چھا گئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے (خوف سے) ماؤں سے لپٹ گئے اور کہنے لگے شاید قیامت آ گئی ہے۔ ماؤں نے (ڈھارس دیتے ہوئے) کہا نہیں بچو قیامت نہیں آئی بلکہ عمرؓ بن خطاب شہید کر دیے گئے ہیں۔ جس روز یہ واقعہ رونما ہوا، کوئی شخص یہ اشعار پڑھتا تھا اور لوگ اسے دیکھ نہ سکتے تھے۔

رباعی،

لیبک علی الاسلام من کان باکیا
فقد او شکوا اهلکوا وما قدم العهد
و ادبرت الدنیا و ابردها
وقد ملها من کان یوقن بالوعد

(جو شخص رونا چاہے وہ اسلام کے حال پر گریہ کرے۔ پس تحقیق وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئے۔ نہ زمانہ دراز ہوا نہ دنیا

---

[1] عربی عبارت مع فارسی ترجمے کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے عربی عبارت نقل کرنے کے بجائے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ ص ۳۳۔

☆ عام طور پر ہمارے ہاں یکم محرم کو یوم شہادت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منایا جاتا ہے۔ تاریخ خلفاء السیوطی میں درج ہے آپ کا یوم تدفین یکم محرم قرار دیا ہے۔ (ناصر الدین)

نے چھوڑ دی۔ اس کی تمام عزت وحرمت برباد ہوگئی۔ بے شک اس نے دنیا کو برطرف کر دیا جو وعدے پر ایمان لایا تھا)

تذکرہ سوم۔ رافضیوں کے فرقے پر عذاب کا ذکر

روافض کی بدگوئی پر عذاب کے بارے میں روایات ہیں۔ کتاب "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ہم تین شخص یمن کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ہم میں ایک شخص کوفے کا رہنے والا تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے حق میں بدگوئی کرتا تھا۔ ہم نے ہر چند اسے نصیحت کی لیکن وہ (اپنی بدی سے) باز نہ آیا۔ جب ہم یمن پہنچے تو ایک جگہ قیام کر کے سو گئے۔ جب کوچ کرنے کا وقت ہوا تو ہم نے وضو کیا اور اس کوفی کو جگایا۔ وہ بیدار ہو کر کہنے لگا۔ افسوس! کاش میں اس سوتے میں تم سے باز رہتا۔ اس وقت جبکہ تم نے مجھے جگایا رسول ﷺ میرے سرہانے تشریف فرما تھے اور فرما رہے تھے، اے بدکار! اللہ تعالیٰ بدکار کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔ اس سفر میں تیری صورت مسخ ہو جائے گی۔ تجھ پر افسوس ہے۔ اٹھ اور وضو کر۔

جب وہ شخص وضو کرنے بیٹھا اور پیر درست کیے تو جابجا ہم نے دیکھا کہ اس کے پاؤں کی انگلیوں نے مسخ ہونا شروع کر دیا۔ اس کے دونوں پاؤں بندر کی مانند ہو گئے۔ پھر یہ حالت زانوں تک پہنچی۔ پھر اس کے سینے کے نیچے تک۔ اس کے بعد اس کا سینہ مسخ ہوا۔ آخر اس کا چہرہ اور سر بالکل بندروں جیسا ہو گیا۔ ہم نے اسے پکڑ کر اونٹ کے اوپر باندھ دیا اور روانہ ہوئے۔ غروب آفتاب کے وقت ہم ایک جنگل سے گزرے، وہاں چند بندر اور آ گئے۔ ان بندروں کو دیکھ کر یہ بندر بہت ہی بے تاب اور مضطرب ہوا اور رسی کو اپنے دانتوں سے کاٹ کر خود کو آزاد کیا اور جنگلی بندروں میں جا ملا۔ پھر اس نے ہماری جانب رخ کیا۔ جنگلی بندروں نے بھی اس کی موافقت میں اپنے رخ ہماری طرف کر لیے۔ ہم نے کہا کہ ہم مشکل میں پڑ گئے ہیں کیونکہ ایک وقت یہ بندر آدمی تھا۔ اس کی صحبت نے ہمیں ایذا پہنچائی۔ اب جبکہ جنگل کے بندر اس کے دوست ہو گئے ہیں خدا جانے یہ کیا کرے گا۔ وہ بندر (رفیق سفر) ہمارے نزدیک آیا اور اپنی دُم پر بیٹھ گیا پھر ہماری جانب دیکھا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کچھ دیر بعد بندروں کی جماعت چلی تو وہ بھی اس کے تعاقب میں روانہ ہو گیا۔

شیخینؓ کی توہین کرنے والے شخص کا چہرہ مسخ ہو جانا

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ کوفے کا رہنے والا ایک شخص تھا جو حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کے حق میں ناروا باتیں کہتا اور گالیاں دیتا تھا۔ وہ ہمارا ہم سفر ہو گیا۔ ہم نے اسے کئی بار نصیحت کی بالآخر صاف کہہ دیا کہ وہ ہم سے جدا ہو جائے۔ سفر سے واپسی پر اس کا غلام ہمیں ملا۔ ہم نے غلام سے کہا کہ تم اپنے آقا سے کہو کہ وہ ہمارے ساتھ واپسی کا سفر کرے۔ غلام نے کہا کہ میرے آقا کے ساتھ عجیب حادثہ رونما ہوا۔ اس کے ہاتھ پاؤں خنزیر کے جیسے ہو گئے ہیں۔ ہم اس کے پاس گئے اور ساتھ سفر کرنے کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ میں عظیم حادثے میں مبتلا ہوں۔ پھر اپنے ہاتھ آستین سے باہر نکالے جو خنزیر کے

ہاتھوں کی مانند تھے۔ اس کے بعد وہ ہمارے ساتھ باہر نکلا اور ہم اس جگہ پہنچے جہاں بہت سے خنزیر رہتے تھے۔ وہاں اس نے خود کو سواری سے گرا دیا اور خنزیر کی صورت اختیار کر لی اور یہ بھی ان میں شامل ہو گیا حتیٰ کہ ہم پہچان نہ سکے۔ ہم اس کے مال اور غلام کو کوفے میں لے آئے۔

اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک مجاہد نے کہا کہ ہم ایک لشکر کے ساتھ جہاد کے لیے جا رہے تھے۔ بنو تمیم میں سے ایک شخص جس کا نام ابو حسان تھا ہمارے ساتھ تھا۔ وہ شخص حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کو گالیاں دیتا اور نازیبا باتیں کہتا تھا ہم نے ہر چند اسے منع کیا لیکن وہ ہماری نصیحت سے باز نہ آیا۔ ہم اسے اہل اقتدار میں سے ایک صاحب کے پاس جو ہمارے امیر بھی تھے لے گئے۔ انہوں نے حکم دیا کہ اس شخص کو میرے سامنے حاضر کیا جائے۔ ہم اسے اس مقام پر چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک عرصہ گزر جانے کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ ہمارے پیچھے آ رہا ہے۔ اس نے سب سے پیچھے رہ کر اپنی سواری کو گھوڑا دیا۔ جب ہمارے پاس پہنچا تو بہت خوش ہوا۔ ہم نے اسے دشمنوں کے خوف سے کہا کہ تم ہمارے ساتھ رہو۔ وہ شخص ایک جانب چلا اور ہم دوسری جانب چل دیے۔ چونکہ وہ راستے سے ہٹ کر قضائے حاجت کے لیے بیٹھا۔ ہم نے دیکھا کہ اس پر بھڑوں کی ٹکڑیوں نے حملہ کر دیا۔ وہ ہم سے مدد کا خواستگار ہوا تاکہ اسے بھڑوں کی ٹکڑیوں سے نجات دلائیں۔ بھڑوں نے ہم پر حملہ کر دیا اور ہم لوٹ آئے۔ ہم نے اس کی جانب کوئی دھیان نہ دیا۔ بھڑوں نے اس کا گوشت نوچ ڈالا تھا یہاں تک کہ گوشت سے اس کی سفید ہڈیاں چمکنے لگی تھیں۔ ہم نے منادی کی کہ بنو تمیم میں سے کوئی ہے جو ابو حسان کا ترکہ حاصل کرے۔

ایک عجیب حکایت

حضرت قتادہ بیان کرتے تھے کہ اہل بصرہ میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ ہم مکہ سے کوفہ کے تاجروں میں سے ایک شخص کے ساتھ چلے تھے۔ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ شخص رافضی ہے اور شیخینؓ کو گالیاں دیتا ہے اور نازیبا باتیں کہتا ہے۔ جب میرا اس کے پاس آنا جانا ہوا تو ایک دن میں اس کے پاس بیٹھا تھا۔ یکایک اس نے شیخینؓ (حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ) کی نسبت ناپسندیدہ باتیں کہنی شروع کر دیں۔ میں آزردگی کی حالت میں اس کے پاس سے اٹھ کر چلا آیا۔ اس رات افطار بھی افسردہ دلی کے ساتھ کیا۔ اس رات مجھے رسول ﷺ کی زیارت ہوئی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فلاں شخص کو دیکھتے ہیں کہ وہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی شان میں کیا کہتا ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں اے اللہ کے رسول۔ فرمایا جاؤ اسے میرے سامنے حاضر کرو۔ میں گیا اور اسے لے آیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اسے لٹاؤ۔ میں نے اسے لٹا دیا۔ پھر حضور ﷺ نے مجھے ایک چھری عنایت فرمائی اور حکم دیا کہ اس کو مار دو۔ میں نے عرض کیا کہ میں اسے نہیں ماروں گا۔ میں نے تین بار سوال کیا کیونکہ کسی کو قتل کرنا میرے نزدیک بڑی بات تھی۔ تیسری بار حکم فرمایا

تھوڑا [illegible] ہے۔ [illegible] ڈال دیا [illegible] نے سب دے دیا۔

جب [illegible] وہاں تو میں نے [illegible] کہ ان کی میت کے پاس جاؤں ان کا حال معلوم کروں۔ جب میں ان کے محلے میں پہنچا تو میں نے محلہ سے رونے دھونے کی آواز سنی تھی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہاں کیا حادثہ ہوا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ گزشتہ رات فلاں شخص اپنے بستر پر مقتول پایا گیا۔ میں نے کہا وہ شخص میں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے قتل کیا ہے۔ اس کے [illegible] مجھ سے [illegible] آپ چاہیں [illegible] کرے چاہیں اور مجھے چھوڑیں تاکہ میں تجہیز و تکفین کا انتظام کروں۔ میں نے [illegible] سامان لیا اور وہاں سے چلا آیا۔

کتاب فتوحات میں شیخین کی کرامات کا ذکر

کتاب فتوحات[1] میں تحریر کیا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے جنہیں 'رجبیون'[2] کہتے ہیں یہ چالیس افراد ہیں۔ یہ [illegible] ہیں [illegible] رہا کرتے ہیں۔ ان کی کیفیت یہ ہے کہ رجب کی پہلی تاریخ سے اس قدر بوجھل ہو جاتے ہیں گویا آسمان ان کے سر پر آ پڑا ہے۔ یہ خود سے حرکت نہیں کر سکتے۔ ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتے بلکہ پلک بھی نہیں جھپکا سکتے۔ ماہ رجب کے [illegible] یہی کیفیت رہتی ہے، پھر رفتہ رفتہ ہلکے پھلکے ہوتے جاتے ہیں۔ جب ماہ شعبان شروع ہوتا ہے تو کسی قسم کی گرانی باقی نہیں رہتی گویا [illegible] بوجھ سے [illegible] چکے ہوں۔ ماہ رجب میں ان پر بہت زیادہ کشف اور مکاشفات وارد ہوتی ہیں اور غیب کی باتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔ ماہ شعبان میں یہ کیفیت سلب کر لی جاتی ہے اور کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ بعضوں سے [illegible] پورے سال [illegible] قائم رہتے ہیں۔

صاحب فتوحات فرماتے ہیں، میں نے ان حضرات میں سے ایک بزرگ کو دیکھا تھا۔ انہیں رافضیوں کے بارے میں کشف ہوتا تھا اور رافضی کو خنزیر کی صورت میں دیکھتے تھے جو وہ اسے اپنے پاس بلاتے اور اس سے کہتے کہ تم خدا سے ڈرو اور توبہ کرو کیونکہ تم رافضی ہو۔ اس شخص کو بڑی حیرت ہوتی مگر توبہ کر لیتا اور اپنے رجوع کرنے میں سچا ہوتا تو اس کی صورت [illegible] ان سے کہتے کہ تم اپنی توبہ میں صادق ہو۔ اگر وہ توبہ میں جھوٹا ہوتا تو اس کی صورت اسی طرح خنزیر جیسی نظر آتی تو اس سے کہتے کہ تم جھوٹ کہتے ہو تم نے توبہ ہی نہیں کی۔

ایک مرتبہ دو [illegible] کرنے والے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کسی کو ان کے عقیدے کے بارے میں معلوم نہ تھا [illegible] ان کا تعلق شیعہ جماعت سے تھا۔ انہوں نے خود غور و فکر کے بعد ایک مذہب اختیار کیا تھا۔ حضرت بزرگ [illegible]

---

[1] [illegible] شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ م ۶۳۸ھ کی تصنیف "فتوحات المکیہ" ہے [illegible] [illegible] فتوحات [illegible]

[2] [illegible] کشف المحجوب [illegible]

نسبت ان کا اعتقاد درست نہ تھا اور حضرت علیؓ کی شان میں بہت غلو رکھتے تھے جب یہ دونوں مولوی اس کے روبرو آئے تو اس بزرگ نے فرمایا ان دونوں کو باہر لے جاؤ۔ انہوں نے سبب دریافت کیا تو بزرگ نے فرمایا کہ میں تم دونوں کو خنزیر کی صورت میں دیکھ رہا ہوں اور یہ ہمارے اور تمہارے عقیدوں کے درمیان مناسبت ہے کہ دو رافضی کو مجھے خنزیر کی صورت میں دکھایا گیا ہے۔ ان دونوں نے سچے دل میں اپنے (باطل) مذہب سے توبہ کی تو اسی وقت اس بزرگ نے فرمایا کہ تم نے ابھی ابھی توبہ کی ہے پس اب میں تمہیں اپنی صورت انسانی دیکھ رہا ہوں۔ دونوں کو بہت حیرت ہوئی اور دونوں نے مکمل طور پر اپنے باطل مذہب سے توبہ کی۔

تذکرہ چہارم۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفانؓ کے مناقب کا بیان

آپ کی کنیت ابو عبداللہ اور لقب ذو النورین تھا کیونکہ رسول خدا ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں آئیں۔ پہلی حضرت رقیہؓ اور دوسری حضرت ام کلثومؓ۔ حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے تیسری بیٹی ہوتی تو اسے (حضرت) عثمانؓ سے نکاح میں دیتا۔ روایتوں میں آیا ہے کہ (سوائے حضرت عثمانؓ کے) یہ نعمت کسی کو حاصل نہیں ہوئی کہ رسول ﷺ کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔ یہ فضل و بزرگی انہی کا حصہ ہے۔

آپ کے مناقب میں سے ایک یہ ہے کہ اصحاب میں سے ایک شخص آپ کے گھر کی طرف آ رہے تھے۔ انہوں نے راستے میں ایک نامحرم عورت کو بنظر شہوت دیکھا۔ جب وہ حضرت عثمانؓ کے مکان پر آئے تو آپ نے فرمایا، معلوم نہیں کیا معاملہ ہے آپ لوگوں میں سے ایک شخص میرے مکان پر آتا ہے اور اس کی آنکھوں سے زنا کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس شخص نے پوچھا کیا حضرت رسول خدا ﷺ کے بعد وحی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا یہ وحی نہیں ہے بلکہ فراست ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے اس رات جس کی صبح شہید ہوئے رسول ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ اے عثمان! تم ہمارے پاس افطار کرو گے۔ دوسرے یہ کہ حضرت عثمانؓ نے کسی شخص کو اپنے پاس نہ رکھا کہ وہ آپ کی حفاظت کی خاطر کسی سے مقابلہ کرے اور شہادت پائی۔

---

[۱] حضرت رقیہؓ کی [illegible] صورت [illegible] یہاں حضرت ام کلثومؓ کی وفات کا ذکر ہونا چاہیے تھا۔ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے کے صفحات ۳۱۲، ۳۱۳ سے [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] حضرت رقیہؓ کی وفات ہوئی (ص ۳۱۲، سطر ۲۰) حضرت ام کلثومؓ کی وفات [illegible] ہوئی (ص ۳۱۳ سطر ۲۲) [illegible] رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر میرے [illegible] بیٹی ہوتی تو میں اسے (حضرت) عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا (ص ۳۱۳ سطر ۲۲ تا ۲۳) [illegible] سے صورت حال مختلف ہو گئی ہے۔

[illegible] ازالۃ الخفاء، مقصد ۲ ص ۲۲۷ پر "بنظر شہوت دیکھنے" کے الفاظ سے بیان کی گئی ہے [illegible]

([illegible])

ایک تابعی بیان کرتے ہیں کہ میں طواف میں مصروف تھا میں نے ایک نابینا شخص کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا۔ وہ دوران طواف کہہ رہا تھا۔ اے خدا مجھے بخش دے۔ اگرچہ میرا گمان یہی ہے کہ تو مجھے نہیں بخشے گا۔ میں نے اس سے کہا کیا خوب تم ایسے مقام پر ایسی (مایوسی) کی بات کہہ رہے ہو۔ اس نے کہا اے شخص مجھ سے گناہ عظیم سرزد ہوا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ ایسا کون سا گناہ ہوا ہے۔ اس نے بتایا کہ جب حضرت عثمانؓ کا محاصرہ کیا گیا تھا میں نے اپنے ایک ساتھی سے قسم کھائی تھی کہ اگر عثمانؓ شہید ہو گئے تو میں ان کے کٹے ہوئے چہرے پر طمانچہ ماروں گا۔ جب انہیں شہید کر دیا گیا تو ہم ان کے مکان میں داخل ہوئے۔ ان کی بیوی ان کے سرہانے ایک طرف تھی۔ دشمنی رکھنے والے نے ان کی بیوی سے کہا کہ شہید کا چہرہ دکھاؤ۔ ان کی بیوی نے کہا کہ چہرہ کھلوانے سے تمہارا مقصد کیا ہے۔ میں نے کہا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ ان کے منہ پر طمانچہ ماروں گا۔ ان کی بیوی نے کہا کیا تمہیں ان کی صحابیت کے حق کا کچھ پاس و لحاظ نہیں ہے۔ خاص طور پر یہ حقیقت کہ رسول ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں دی تھیں۔ اس کے علاوہ بھی منقول دوسرے فضائل ہیں۔ اللہ سے شرم کرو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ میں نے ان کی بیوی کی باتوں پر توجہ نہ دی اور شہید کے منہ پر طمانچہ مارا۔ ان کی بیوی نے کہا خدا تیرے گناہ نہ بخشے اور تیرے ہاتھ کو خشک کر دے۔

خدا کی قسم ابھی میں حضرت عثمانؓ کے مکان سے باہر نکلا تھا کہ میرا ہاتھ خشک ہو گیا اور میری آنکھوں کی بینائی جاتی رہی۔ (لہٰذا اب) مجھے یقین نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے گا۔

جب حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے تو تین دن تک مسجد نبوی کی چھت پر کچھ جنات نوحہ کرتے رہے اور شہید کے درجات سے متعلق شعر پڑھتے رہے۔ عدی بن حاتمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے روز میں نے سنا کہ (کوئی) کہنے والا کہتا تھا

ابشر ابن عفان
بروح و ریحان
(ابن عفان نے بشارت پائی، رحمت، آرام اور خوشبو کی)

ابشر ابن عفان
برب غیر غضبان
(ابن عفان نے غضب نہ کرنے والے رب سے بشارت پائی)

[illegible] ملاحظہ ہو [illegible] ص ۳۴۱ [illegible]

البشر ابن عفان
لغفران و رضوان

(ابن عفان نے مغفرت اور رضوان کے ساتھ بشارت پائی)

پھر کہتے ہوئے وہ گھر سے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ شہید ہونے کے بعد آپ کی نعش کو تین دن تک دفن نہیں کیا، چونکہ غیب سے آواز آئی، ادفنوه ولاتصلوه علیه فان ملائکة الله عزوجل قد صلی علیه (یعنی اسے دفن کردو اور ان پر نماز نہ پڑھو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتے ان پر نماز پڑھ چکے ہیں)۔ جب آپ کا جنازہ دفن کرنے کے لیے بقیع کی طرف لے جا رہے تھے تو لوگوں نے عقب میں ایک گروہ دیکھا اور خوف زدہ ہو گئے۔ جب وہ گروہ نزدیک آیا تو لوگوں نے دیکھا اور خوف زدہ ہو کر منتشر ہو گئے۔ کسی نے آواز دی مطمئن رہو اور خوف نہ کرو۔ ہم اس لیے آئے ہیں کہ تمہارے ساتھ دفن میں شریک ہوں۔ تب معلوم ہوا یہ حضرات کہتے تھے کہ وہ ان کی قسم کے فرشتے تھے۔

تاریخ میں ہے کہ ایک دن جب قافلہ جا رہا تھا تو ایک شخص نے بطور حقارت اور بد عقیدگی یہ کہا امیر المومنین عثمان کے مشہد سے دور رہو۔ تمام قافلہ چلا گیا اور پھر سب ساتھ واپس ہوئے (بجز اس شخص کے) تو قافلے میں ایک درندہ گھس آیا اور اس نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا چنانچہ قافلے والے جان گئے کہ یہ (عذاب) حضرت عثمان کی بے ادبی کی وجہ سے تھی۔

حدیث شریف جو ابوذر سے مروی ہے اس میں مذکور ہے کہ جب حضرت ابوذر غفاری کے سامنے حضرت عثمان کا ذکر کیا جاتا تو فرماتے میں عثمان کے بارے میں ہمیشہ خیر ہی کہوں گا۔ چنانچہ ایک روز رسول ﷺ حجرہ مبارک سے نکل کر چلے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک موضع میں پہنچے اور وہاں تشریف فرما ہوئے۔ میں آپ ﷺ کے سامنے گیا سلام عرض کیا اور بیٹھ گیا۔ دریافت فرمایا تم کس لیے آئے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر آگئے اور رسول ﷺ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم کس لیے آئے؟ ابوبکر نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں اس کے بعد عمر آئے اور وہ ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر سے بھی یہی سوال کیا جواب بھی وہی تھا (جو ابوبکر نے عرض کیا تھا)۔ اس کے بعد حضرت عثمان آئے اور دائیں جانب بیٹھ گئے۔ رسول ﷺ کے سامنے سات یا نو سنگریزے تھے آپ نے دست مبارک میں لے لیے سنگریزوں نے تسبیح پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے ان کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز کی مانند سنی۔ پھر آپ ﷺ نے سنگریزے زمین پر رکھ دیے تو وہ خاموش ہو گئے۔ پھر رسول ﷺ نے انہیں اٹھا کر ابوبکر کو دیے سنگریزے تسبیح کرنے لگے جب انہوں نے زمین پر رکھ دیے تو خاموش ہو گئے۔ اسی طرح عمر کے ہاتھ پر رکھے تو تسبیح شروع کر دی جب زمین پر رکھ دیے تو خاموش ہو گئے۔ پھر انہیں

عثمان نے دھو کر پڑھے تو سنگ ریزے تسبیح کرنے لگے اسی طرح جب انہیں زمین پر رکھ دیا تو خاموش ہو گئے۔

حضرت عثمانؓ کا زمانۂ خلافت بارہ سال تھا۔ آپ کی عمر شریف بیاسی سال تھی۔ وفات ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو ہوئی۔ قبر مبارک بقیع کے قبرستان میں ہے۔

تذکرہ پنجم۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰؓ کے مناقب

امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ بارہ اماموں میں پہلے امام ہیں ان کی کنیت ابوالحسن اور ابوتراب تھی اور انہیں یہ نام زیادہ پسند تھا۔ جب کوئی شخص انہیں اس نام سے پکارتا تو خوش ہوتے تھے۔

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ کے گھر میں تشریف لائے۔ وہاں علیؓ کو نہ دیکھا تو دریافت کیا کہ میرے ابن عم کہاں ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے جواب دیا کہ میرے اور ان کے درمیان رنجش کی کوئی بات ہوئی ہے اور وہ غصے میں باہر چلے گئے ہیں۔ میرے پاس قیلولہ بھی نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں دیکھو کہاں ہیں۔ ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور دیکھا کہ حضرت علی سو رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھے سے چادر ہٹائی تو دیکھا کہ ان کے کندھے مٹی میں اٹے ہوئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کے کندھے کی مٹی صاف کی اور فرمایا، قم یا اباتراب (اے ابوتراب اٹھو)۔

حضرت علیؓ کے فضائل اس سے کہیں زیادہ ہیں کہ کبھی تقریر و تحریر میں بیان کیے جا سکیں۔ امام احمد حنبل نے فرمایا ہے کہ صحابہ کرام میں سے کسی کے اس قدر فضائل نہیں پہنچے جس قدر حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کے پہنچے ہیں۔ جنید قدس سرہ کا قول ہے کہ امیر المومنین علی کو کارزاروں سے جو فرصتیں ملی ہیں اور جس کا ذکر ہم تک پہنچا ہے اس کے سوا علم حقائق اور تصوف کے متعلق ان کے ارشادات نقل کیے جاتے تو کسی کے دل و جان میں ان کے برداشت کرنے کی تاب نہ ہوتی۔ تعرف میں بیان کیا گیا ہے کہ علی ابن ابی طالب اہل طریقت کے پیشوا ہیں اور انہوں نے ایسے معارف بیان کیے ہیں کہ ان سے پہلے کسی نے [illegible] نہ ان کے بعد کسی نے ان کی مثل بیان کیے۔ ایک دن (توحید کی کیفیت میں) [illegible] پوچھتے اور فرمایا

مجھ سے [illegible] کی [illegible] دریافت [illegible] جو چیز [illegible] میں انہیں خوب جانتا ہوں اس [illegible] سے جب [illegible]

تعرف [illegible] تصوف [illegible] مصنف ابوبکر [illegible] کلاباذی ہیں [illegible] وفات [illegible]

[illegible]

[illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا تھا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر میں توریت اور انجیل کو کلام کرنے کا حکم دوں تو مجھے بھروسہ ہے کہ ان دونوں کتابوں میں جو کچھ ہے اس سے وہ مجھے بتلا دیں لیکن میں اس کا ارادہ کروں۔"

اس مجلس میں ایک شخص تھا جسے ذعلب یمانی کہتے تھے۔ اس نے کہا کہ ان صاحب نے بہت بڑا دعویٰ کیا ہے، میں انہیں شرمندہ کرتا ہوں، چنانچہ وہ کھڑا ہوا اور کہا کہ میرا آپ سے ایک سوال ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تم پر افسوس ہے کہ تم علم اور دانش کے حصول کے لیے نہیں بلکہ شخص کے علم اور ذہانت کو آزمانے کے لیے سوال کرتے ہو۔ ذعلب نے کہا آپ ہی مجھے بتلائیں پھر دریافت کیا:

"کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟" حضرت علیؓ نے فرمایا، میں اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا جب تک اسے دیکھ نہ لوں۔ ذعلب نے کہا آپ اسے کس طرح دیکھتے ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، دیکھنے والے اپنے رب کو ظاہری نگاہ سے نہیں دیکھتے بلکہ دل کی آنکھوں سے ان یقین کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ لاشریک اور یکتا ہے۔ اس کا کوئی بنانے والا نہیں ہے، وہ کسی سے مشابہ نہیں ہے، کسی مکان نے اس کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ زمانہ اسے گردش نہیں دیتا۔ وہ لوگوں کے حواس اور عقل سے بالاتر ہے۔

ذعلب نے جب یہ باتیں سنیں تو بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے ہوش آیا تو کہا کہ خدا تعالیٰ کی قسم میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کسی کے علم و ذہانت آزمانے کے لیے سوال نہ کروں گا۔ امیر المؤمنین نے فرمایا جہاں تک ممکن ہو کسی سے سوال نہ کرو۔

ابو مستغفری نے اپنی تصنیف "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا ہے کہ امیر المؤمنین عمرؓ کے عہد خلافت میں بادشاہ روم نے چند مشکل سوالات، جن کی تفصیل کتاب مذکور میں دی گئی ہے، لکھ کر امیر المؤمنین عمرؓ کو بھیجے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں پڑھا اور امیر المؤمنین علیؓ کے پاس بھیج دیئے۔ امیر المؤمنین علیؓ نے انہیں پڑھا اور دوات و قلم طلب کیے اور ان کا جواب تحریر کر دیا۔ کاغذ لپیٹ کر قیصر روم کے قاصد کو دیا۔ قیصر نے سوالوں کے جواب پڑھ کر دریافت کیا کہ ان کا لکھنے والا کون ہے؟ امیر المؤمنین عمرؓ نے خط میں بتایا کہ جواب لکھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی، داماد اور رفیق ہیں۔

حضرت علی کی ولادت عام الفیل کے سات سال بعد مکے میں ہوئی تھی۔ بعض کہتے ہیں کہ ان کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت پندرہ سال کے تھے۔ بعض لوگ تیرہ سال، دس سال، نو سال اور سات سال بتاتے ہیں لیکن پہلی روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب "صفوۃ الصفوۃ" میں بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ کی عمر کے بارے میں چار قول ہیں۔ ۶۳ سال، ۶۵ سال، ۵۵ سال اور ۵۸ سال۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بیان کرتے ہیں کہ ایک روز لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور انہیں گھیر لیا یہاں تک کہ ان کا پسینہ مبارک خون آلودہ ہو گیا۔ انہوں نے مناجات کی کہ الٰہی میں اس قوم کو ناپسند کرتا ہوں اور یہ مجھے ناپسند کرتی ہے۔ مجھے ان سے اور انہیں مجھ سے نجات عطا فرما۔ اسی رات کی صبح لوگوں سے انہیں رخصت کر دیا۔ ان کی بہت سی کرامات ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عجیب و غریب اعجاز ظاہر ہونے کا ذکر

ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ گھوڑے پر سوار ہوتے وقت اپنا پاؤں رکاب میں رکھتے تو قرآن کی تلاوت شروع کر دیتے تھے۔ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچتا تو پورا قرآن ختم کر دیتے۔ ایک دوسری روایت ہے کہ دوسرا پاؤں رکاب تک پہنچنے سے قبل قرآن ختم کر دیتے۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت فاطمہؓ سے روایت کی ہے کہ جس رات علی ابن ابی طالب سے میرا زفاف ہوا، میں ان سے خوف زدہ ہو گئی اس لیے کہ میں نے زمین کو ان سے باتیں کرتے ہوئے سنا۔ صبح ہوئی تو میں نے رسول ﷺ سے یہ واقعہ بیان کیا۔ رسول ﷺ سجدے میں گر پڑے بعدہٗ سر اٹھایا اور فرمایا اے فاطمہ تمہیں نسل کی پاکیزگی کی بشارت ہو۔ تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے شوہر کو تمام مخلوق پر فضیلت دی ہے۔ پھر زمین کو حکم دیا کہ علیؓ کو اپنی خبریں سنائے اور روئے زمین پر مشرق سے مغرب تک جو کچھ ہونے والا ہے بتاتی جائے۔

منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیؓ کوفے میں آئے تو لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے۔ انہی میں ایک جوان تھا جو آپ کے طرفداروں میں سے تھا اور آپ کے ساتھ جنگوں میں شریک رہا تھا۔ چونکہ اس نے ایک عورت سے نکاح کر لیا۔ ایک روز جبکہ حضرت امیر نماز فجر ادا کر چکے تھے، آپ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ تم فلاں محلے میں جاؤ وہاں ایک مسجد ہے اس مسجد کے پہلو میں ایک مکان ہے۔ اس مکان میں ایک مرد اور عورت باہم جھگڑ رہے ہیں انہیں میرے پاس لے کر آؤ۔ وہ شخص حسب الحکم روانہ ہوا اور دونوں کو لے آیا۔ آپ نے ان کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ آج کی رات تمہارے جھگڑے نے بہت طول پکڑا۔ اس جوان نے عرض کیا یا امیر المومنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا۔ جب میں اس کے پاس آیا تو اس سے مجھے صدمہ پہنچا۔ اگر مجھ سے ممکن ہوتا تو میں اسی لیے اس عورت کو خود سے دور کر دیتا۔ اس نے مجھ سے لڑنا جھگڑنا شروع کر دیا حتیٰ کہ آپ کا فرمان ہم تک پہنچا۔ (اس جوان کے بیان کے) بعد امیر المومنین حاضرین مجلس کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ مخاطب کے سوا یہ نہیں چاہتا کہ دوسرا کوئی اس کی بات سنے۔ اہل مجلس وہاں سے رخصت ہو گئے اور صرف وہ جوان اور عورت موجود رہے۔ آپ نے اس عورت کی طرف رخ کر کے فرمایا تم اس جوان کو پہچانتی ہو؟ عورت نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا میں تم سے وہ باتیں کہتا ہوں جو تم جانتی ہو۔ تمہیں چاہیے کہ انکار نہ کرو۔ عورت نے کہا میں انکار نہ کروں گی۔

آپ نے فرمایا کیا تم فلاں بنت فلاں نہیں ہو؟ عورت نے اقرار کیا کہ ہوں

فرمایا تمہاری پھوپھی کے ایک بیٹا تھا اور تم دونوں ایک دوسرے کو دوست رکھتے تھے۔ عورت نے کہا جی ہاں ایسا ہی تھا۔

فرمایا تمہارا باپ تمہیں اس کی بیوی بنانا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے لڑکے کو گھر سے نکال دیا۔ عورت نے کہا یہ بات درست ہے۔

فرمایا ایک رات تم قضائے حاجت کے لیے باہر نکلیں۔ اس لڑکے نے تمہیں پکڑ لیا تمہارے ساتھ مجامعت کی اور تم حاملہ ہو گئیں۔ یہ بات تم نے اپنی ماں سے تو کہہ دی لیکن باپ سے پوشیدہ رکھی۔ جب وضع حمل کا وقت ہوا تو رات تھی۔ تمہاری ماں تمہیں گھر سے باہر لے گئی۔ جب بچہ پیدا ہو گیا تو اسے چیتھڑے میں لپیٹ کر مردوں کے قضائے حاجت کی جگہ ڈال دیا۔ اس کے بعد ایک کتا آیا اور مولود کو سونگھنے لگا۔ تم نے ایک پتھر کتے کی طرف پھینکا جو بچے کے سر میں لگا۔ تمہاری ماں نے اپنا کمر بند پھاڑ کر بچے کے سر پر پٹی باندھ دی اور تم اسے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اس کے بعد کیا ہوا اس کا حال تمہیں معلوم نہیں ہے۔

عورت نے اقرار کیا کہ یہ بات میرے اور میری ماں کے سوا کوئی نہیں جانتا، یا امیر المومنین

اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب صبح ہوئی تو فلاں قافلے کے لوگ اس بچے کو اٹھا کر لے گئے۔ وہ پلا بڑھا اور بڑا ہو گیا۔ پھر ان کے ساتھ کوفے آیا اور تم سے نکاح کیا۔ اس کے بعد جوان سے کہا تم اپنا سر ننگا کرو۔ سر پر چوٹ کے نشان نمایاں تھے

اس کے بعد فرمایا اے عورت یہ دراصل تمہارا بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فعل حرام سے محفوظ رکھا۔

حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عجیب کرامت

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب رسول علیہ السلام حدیبیہ کے روز مکے کی جانب متوجہ ہوئے تو مسلمان سخت پیاسے تھے اور کسی جگہ پانی دستیاب نہ تھا۔ رسول علیہ السلام درمیان گاہ میں تشریف لائے اور فرمایا مسلمانوں کی جماعت میں سے وہ کون سا شخص ہے جو فلاں کنویں پر جائے اور پانی سے مشکیں بھر کر لائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بہشت میں جانے کے ضامن ہیں۔ ایک شخص نے اٹھ کر عرض کیا اے اللہ کے رسول میں جاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پانی بھرنے والی ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا۔

سلمہ بن اکوعؓ فرماتے ہیں کہ میں ان میں شامل تھا۔ جب میں کنویں کے قریب اس جگہ پہنچا جہاں بہت سے درخت تھے تو میں نے وہاں آوازیں سنیں اور بہت سی حرکتیں نیز بے دھوئیں کے آگ بھڑکی ہوئی دیکھی تو مجھ پر خوف طاری

ہوگیا اور مجھ سے یہ تک نہ ہوسکا کہ ان درختوں سے گزر جاؤں۔ ہم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جماعت جنوں میں سے تھی، جس نے تمہیں ڈرایا۔ اگر تم اسی طرح جاتے جیسے ہم نے ہدایت کی تھی تو تمہیں کوئی گزند نہ پہنچتا۔ رات آ پہنچی اور اصحاب پر پیاس غالب ہوگئی تو رسول علیہ السلام نے علی رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا کہ تم پانی بھرنے والی اس جماعت کے ساتھ جاؤ اور کنویں سے پانی حاصل کرکے لاؤ۔

سلمہ بن الاکوعؓ فرماتے ہیں کہ ہم باہر نکلے۔ مشکیں ہمارے کندھوں پر اور تلواریں ہمارے ہاتھ میں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے آگے چل رہے تھے اور یہ دعا خود سے کہہ رہے تھے:

اَعُوذُ بالرَّحمنِ اِنْ اَمیلاً عن عزفِ جنٍّ اظهرت تهویلاً وَاَوقدت شرا بِها تعویلاً وقرعت مع عزفها الطُّبُولاً

(میں رحمٰن سے شیطان اور جن کے شر سے پناہ لیتا ہوں اور جن کے مکر و فتنے سے پناہ لیتا ہوں اور خدا سے مخلوقاتِ جن و انس سے پناہ لیتا ہوں)۔[2]

ہم اس مقام پر پہنچے جہاں آوازیں اور حرکتیں ظاہر ہوئی تھیں اور ہم پر خوف طاری ہوگیا تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ علی بھی ان دو شخصوں کی طرح واپس ہوں گے۔ حضرت علیؓ نے ہماری طرف رخ کرکے فرمایا کہ میرے قدم پر قدم رکھتے ہوئے چلو اور جو کچھ تمہیں نظر آئے اس سے خوف زدہ نہ ہونا، تمہارا کچھ نہ بگڑے گا۔ جب ہم درختوں کے درمیان پہنچے تو ہم نے بغیر لکڑیوں کے آگ جلتی دیکھی اور بغیر جسم کے کٹے ہوئے سر دیکھے اور ہولناک آوازیں بھی آنی شروع ہوگئیں، جس سے ہمارے ہوش جاتے رہے۔ امیر المومنین علیؓ ان سروں سے گزر گئے اور فرمایا کہ میرے پیچھے چلتے رہو اور دائیں بائیں نہ دیکھو، کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ ہم ان کے پیچھے چلتے رہے یہاں تک کہ کنویں پر پہنچ گئے۔ اس کے لیے میرے پاس ایک ڈول تھا۔ مالک نے ایک یا دو ڈول پانی کھینچا کہ رسی ٹوٹ گئی اور ڈول کنویں میں گر پڑا۔ کنویں کی تہہ سے آواز اور قہقہہ سنائی دیا۔ امیر المومنین علیؓ نے فرمایا کوئی ہے جو ہمارے لشکر میں جائے اور وہاں سے ڈول لے کر آئے۔ اصحاب نے کہا کہ کسی شخص میں یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ درختوں سے گزر کر جائے۔ امیر المومنین علیؓ نے چادر کمر پر لپیٹی اور کنویں میں اترے۔ ہنسی اور قہقہے کی آواز زیادہ بلند ہوئی۔ جب آپ کنویں کے درمیان پہنچے تو آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ گر پڑے۔ کنویں سے بہت زیادہ شور و غل سنائی دیا اور ایسی آواز بھی سنائی دی جیسے پھانسی کے وقت سننے میں آتی ہے۔ ناگاہ امیرؓ نے صدا بلند کی، اللہ اکبر اللہ اکبر، میں اللہ کا بندہ ہوں اور رسول اللہ ﷺ کا بھائی ہوں۔ (پھر حکم دیا) مشکیں نیچے پھینکو۔ تمام مشکیں بھر کر ان کے منہ باندھے اور ایک ایک کرکے اوپر لے آئے۔

بعد ازاں آپ نے مشکیں اٹھائیں اور سب نے ایک ایک مشک اٹھائی۔ جب ہم ان درختوں کے قریب پہنچے جہاں

---

[1] یہاں تک سلمہ بن الاکوعؓ کا بیان واحد متکلم کے صیغے میں تھا، اس کے بعد کا بیان صیغۂ جمع متکلم ہے۔ ص ۳۴۴۔

[2] اردو ترجمہ مطبوعہ نسخے سے ماخوذ [illegible] سے لیا گیا ہے

ہم نے بہت ڈھونڈا لیکن اور نہ تو بات و نہ ملی۔ البتہ ہم نے ایک بات کی ہوئی آواز ضرور سنی۔ ایک غیبی آواز نے نعت رسول اور منقبت علی پڑھنی شروع کی۔ حضرت علی آواز سے آگے تھے اور دعا پڑھتے جاتے تھے۔ ہم رسول ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔ حضرت علی نے تمام واقعہ خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ ہاتف غیبی عبداللہ تھے اور وہ جن تھا جس نے دو جنوں کے شیطان کو وہ صدمہ پہنچایا تھا۔

رسالہ شرف خوار کے مختلف حصے میں صحابہ اور تابعین کے مناقب تحریر کیے گئے ہیں۔ ہم نے اس رسالے کے متعلق دریافت کیا تو قدوۃ الکبرا نے فرمایا،

جو شخص اہل سنت و جماعت کے طریق پر خلفائے راشدین کی منقبت کرتا ہے تو اس کے ہر حرف کا ثواب ایک غلام آزاد کرنے اور حروف کی تعداد کے مطابق حج ادا کرنے کے برابر ہے، بجز اس کے ان کے مناقب کے ذکر اور مراتب کی تکرار کے کوئی اور صورت نہیں ہے جس سے اہل تعصب و حسد کے پیدا کردہ شبہات دور ہوں۔

(حضرت علیؓ نے) اپنے خطبوں میں سے ایک خطبے میں بغداد میں رونما ہونے والے واقعے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، میں دیکھ رہا ہوں کہ (ترک) ان عراق میں یہ لوگ اس طرح قتل کریں گے جیسے اونٹوں کو قربانی کے لیے ذبح کیا جاتا ہے اور ان میں اتنی بھی جان نہ ہوگی کہ وہ خود اپنی جان کو دفع کر سکے۔ افسوس وہ اس قوم کے درمیان کس قدر ذلیل ہوگا۔ (اس بات کا) سبب صرف یہ ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیا ہے اور ساری توجہ دنیا کی طرف ہو گئی ہے۔ اس کے بعد اسی خطبے میں فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو ان سب کے ناموں کی کیفیت ان کے حلیے اور ان کے قتل کیے جانے کے مقامات بتا سکتا ہوں۔

آپ نے ایک روز عبد الرحمن ملجم کو جس نے آپ کو شہید کیا تھا، کوفے کی مسجد میں دیکھا۔ آپ اپنے نفس سے مخاطب ہوئے اور فرمایا بیت

اشدد حیازیمک للموت
فان الموت لاقیک

(موت کے لیے اپنی کمر ہمت سخت کر لے اور تو موت کا خائف ہے، حالانکہ موت تو تجھ سے بھی ملاقات کرے گی)

وتجزع من الموت
وحل بوادیک

(تو موت سے ڈر رہا ہے حالانکہ وہ تیری وادی میں پہنچ چکی ہے)

اس کے بعد آپ نے اسے طلب کیا اور دریافت کیا کہ اے ابن ملجم ایام جاہلیت میں یا طفولیت کے زمانے میں تیرا کوئی لقب تھا۔ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ پھر دریافت کیا کوئی یہودن عورت تیری دایہ تھی جو تجھے اے شقی اور اے ناقۂ صالح کے عاقر، کونچیں کاٹنے والے، کہتی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں وہ یہی کہتی تھی۔ حضرت امیرؓ اس کے بعد خاموش ہو گئے۔

امیر المومنینؓ نے فرمایا کہ میں نے گزشتہ شب حضرت رسول علیہ السلام کو خواب میں دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے امت کی طرف سے بہت جھگڑے اور دشمنی ملی ہے۔ فرمایا ان کے حق میں دعا کرو۔ میں نے کہا الٰہی مجھے ان لوگوں سے بہتر بدلہ دے اور ان پر مجھ سے بدتر شخص مقرر فرما۔ اُن ہی ایام میں آپ شہید ہوئے۔

جب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے وفات پائی تو ہم نے سنا کہ ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ تم لوگ باہر چلے جاؤ اور اس اللہ کے بندے کو (یہیں) چھوڑ دو۔ ہم باہر آ گئے۔ گھر کے اندر سے آواز آئی محمد علیہ السلام نے وفات پائی اور علی شہید ہوئے۔ اب امت کی نگہبانی کون کرے گا۔ (کسی) دوسرے نے کہا: وہ شخص جو ان کی سیرت اختیار کرے گا اور ان کی پیروی کرے گا۔ جب آواز خاموش ہوئی تو ہم اندر گئے۔ ہم نے آپ کو غسل دیا ہوا اور کفن پہنا ہوا پایا۔ ہم نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور دفن کر دیا۔

امیر المومنینؓ نے حسنؓ اور حسینؓ کو وصیت کی تھی کہ جب میں وفات پا جاؤں تو مجھے ایک تخت پر رکھیں باہر لے جائیں اور ایک پاکیزہ اور کشادہ جگہ پہنچائیں۔ وہاں تم ایک سفید پتھر پاؤ گے کہ اس سے نور چمک رہا ہوگا اس پتھر کو کھودنا۔ تم وہاں کشادگی پاؤ گے بس وہیں مجھے دفن کر دینا۔

آپ کی قبر کی جگہ کو زمین کے برابر کر کے پوشیدہ کر دیا گیا تھا۔ ایک روز ہارون الرشید شکار کے پیچھے دوڑتا ہوا اُس پاکیزہ اور کشادہ جگہ پر پہنچا۔ ہرنوں نے اس جگہ پناہ لے رکھی تھی۔ ہر چند اس نے چیتے اور شکاری باز ان کے پیچھے لگائے اور کتوں کو بھی ان کے اوپر چھوڑا وہ سب خود واپس ہو گئے اور ہرنوں پر حملہ نہیں کیا۔ ہارون الرشید نے اس جگہ رہنے والے چند بوڑھوں سے دریافت کیا کہ یہ کیا بھید ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہمارے بزرگوں سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ یہاں امیر المومنین علیؓ کی قبر ہے۔ ہارون الرشید نے اس انکشاف کو تسلیم کیا اور جب تک زندہ رہا ہر سال آپ کی زیارت کے لیے آتا رہا۔

قراس بن عمر کے بارے میں روایت ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں درد سر کے عارضے میں مبتلا ہوا۔ رسول علیہ السلام نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی کھال پکڑی اور اس کی انگلیوں سے ایک بال جو خارپشت (قنفذ) کے کانٹے کے مانند تھا وہاں اگ آیا۔ جس روز خوارج نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا یہ قراس بن عمر بھی ان میں شامل ہو گیا۔ وہ بال اس کی پیشانی سے جھڑ گیا جس کی وجہ سے اسے سخت بے چینی ہوئی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ تمھارے اندر یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ تم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا۔

مطبوعہ میں ۵۳۳ پر فارسی عبارت یہ ہے: چوں حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ وفات یافت شنیدیم کہ قائلی می گوید۔ اس عبارت سے پہلے یا بعد کی عبارت میں سیاق کے اعتبار سے کوئی ربط نہیں ہے۔ قیاس یہ کہتا ہے کہ اس عبارت سے قبل ایک عبارت ہوگی جو اصل متن میں شامل ہوگی اور پوری روایت مبہم ہوگئی۔

ی سے توبہ اور استغفار کی۔ (اس کے بعد) وہ بال پھر اس کی پیشانی پر اُگا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے وہ بال جھڑنے سے پہلے جھڑنے کے بعد اور پھر دوبارہ اُگنے پر دیکھا تھا۔

خوارج پر عذاب کا ذکر

صالحین میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے ایک رات قیامت کو خواب میں دیکھا۔ تمام مخلوق حشر کے میدان حساب کی خاطر حاضر تھی۔ چنانچہ لوگ پل صراط پر پہنچے۔ میں پل سے گزر گیا۔ اچانک میں نے دیکھا کہ رسول علیہ السلام حوض کوثر پر تشریف فرما ہیں۔ حسن اور حسین لوگوں کو پانی عطا کر رہے ہیں۔ میں بھی پانی لینے کے لیے ان کے سامنے پہنچا لیکن انہوں نے مجھے پانی عطا نہیں کیا۔ میں رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ ان سے فرمائیں کہ مجھے آب کوثر عنایت کریں۔ فرمایا کہ وہ تمہیں آب کوثر نہیں دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کا کیا سبب ہے۔ فرمایا، تمہارے پڑوس میں ایک شخص ہے جو علیؓ کو برا بھلا کہتا ہے اور تم اسے منع نہیں کرتے۔ میں نے عرض کیا کہ (میرا ہمسایہ) بہت طاقتور شخص ہے اور مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے قتل کا ارادہ کرے گا۔ رسول علیہ السلام نے مجھے ایک چھری عطا فرمائی اور فرمایا جاؤ اسے قتل کر دو۔ میں نے خواب ہی میں اس شخص کو مار ڈالا اور عرض کیا کہ میں نے حکم کی تعمیل کر دی ہے۔ آپ ﷺ نے حسن اور حسینؓ کو پانی دینے کے لیے فرمایا۔ میں نے پانی حاصل کیا اور نوش کیا۔ پھر جاگ گیا۔ وضو کر کے نماز ادا کی اور ورد و وظائف میں مشغول ہو گیا۔ جب میں نے کان لگائے تو اس شخص کے گھر سے رونے اور ماتم کرنے کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے تحقیق کی تو لوگوں نے بتایا کہ فلاں شخص بستر پر مقتول پایا گیا۔ پڑوس میں رہنے والے چند لوگوں کو اس کے قتل کے الزام میں پکڑ لیا اور انہیں سزا دی۔ میں حاکم کے پاس گیا اور بیان دیا کہ میں نے اسے مارا ہے پھر سارا ماجرا کیفیت بیان کرتے ہوئے سچ بولا۔ حاکم نے بھی میرے بیان کی تصدیق کی۔ بعد ازاں ہمسایوں کو قید کی تکلیف سے نجات ملی۔ اس نوعیت کے بہت سے واقعات ہیں یہاں اختصار سے کام لیا گیا۔

تذکرہ ششم۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے مناقب

امیر المومنین حسنؓ بارہ اماموں میں دوسرے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کا لقب تقی اور سید تھا۔ آپ کی ولادت ۳ ہجری میں نصف رمضان المبارک کو ہوئی۔ ناموس اکبر، محرم اول، روح الامین اور سروش غیبی جبرئیل علیہ السلام آپ کا نام جنت سے رسول علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ریشم کے ایک ٹکڑے پر آپ کا نام لکھ کر پیش کیا۔ آپ لوگوں میں سینے سے سر تک سب سے زیادہ رسول علیہ السلام کے ہم شبیہ تھے۔ امیر المومنین ابوبکرؓ نے امیر المومنین حسنؓ کو کندھے پر بٹھایا اور فرمایا کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ ہے اور علی رضی اللہ عنہ کی شبیہ نہیں ہے۔ علی رضی اللہ عنہ بھی وہاں

کھڑے تھے (یہ بات سن کر) مسکرا دیے۔

آپ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے پاپیادہ ۲۵ حج ادا فرمائے حالانکہ پیدل چلنے سے آپ کو تکلیف ہوتی تھی۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک روز رسول علیہ السلام منبر پر تشریف لائے اور حسن بن علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے اور کبھی حسنؓ کو دیکھتے۔ پھر فرمایا: وہ زمانہ جلد آنے والا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس سید بیٹے کے توسط سے، مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ یہ حدیث اس واقعے کی طرف اشارہ ہے کہ معاویہؓ بھی اچھی طرح جانتے تھے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ حسنؓ ہی فتنہ وفساد کے دشمن ہیں۔ چنانچہ جب امیر المومنین علیؓ شہید ہوئے تو معاویہؓ نے امیر المومنین حسن اور حسین رضی اللہ عنہما سے مصالحت کی اور عہد کیا کہ اگر انہیں (معاویہؓ کو) کوئی حادثہ پیش آجائے تو خلیفہ امیر المومنین حسنؓ ہوں گے۔ ان معاملے کے بعد امیر المومنین حسنؓ نے خطبہ دیا اور فرمایا: لوگو! میں نے فتنہ وفساد کو ہمیشہ مکروہ جانا ہے۔ آج میں نے مصالحت کر لی ہے اور معاملہ معاویہؓ پر چھوڑ دیا ہے کہ اگر خلافت ان کا حق تھا تو وہ انہیں مل گیا ہے اور اگر میرا حق تھا تو میں نے اسے امت رسول کی بھلائی کی خاطر بخش دیا۔ اے معاویہ! اللہ تعالیٰ نے تمہیں والی بنا دیا ہے اس حدیث کے پیش نظر جو تم جانتے تھے یا اس بات کے لیے جو تم میں دیکھی گئی ہے۔ وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین[1] یہ کہہ کر منبر سے اتر آئے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا یا مسود وجوہ المسلمین (اے مسلمانوں کے چہرے سیاہ کرنے والے)۔ آپ نے معاویہؓ سے بیعت کی اور امر ان کے پاس چھوڑ دیا۔ امیر المومنین حسنؓ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بنی امیہ کا ملک رسول علیہ السلام کو دکھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ یہ لوگ یکے بعد دیگرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر چڑھ رہے ہیں۔ یہ منظر رسول علیہ السلام کو ناخوش محسوس ہوا، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی انا اعطیناک الکوثر[2] (اے حبیب) بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمائی) یعنی جنت میں اور انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر خیر من الف شہر[3] (بے شک ہم نے اس (قرآن) کو شب قدر میں اتارا اور آپ کیا سمجھے شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔) ہزار مہینوں سے مراد بنی امیہ کی حکومت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے ان کی

---

[1] پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۱۱ (ترجمہ: اور میں نہیں جانتا کہ شاید تمہاری آزمائش ہو اور ایک وقت تک تمہیں فائدہ پہنچانا مقصود)۔ [illegible] وان ادری لعلہ فتنۃ لکم ومتاع الی حین۔ [illegible]

[2] پارہ ۳۰ سورۃ الکوثر آیت ۱۔

[3] پارہ ۳۰ سورۃ القدر آیت ۱، ۲، ۳۔

حکومت کی مدت کا حساب لگایا تو دس مہینے کی نکلی۔ بیان کرتے ہیں کہ جب حسنؓ نے یہ کام معاویہؓ کے سپرد کیا تو معاویہؓ نے کہا، اے ابو محمد! آپ نے جس قدر جواں مردی کا اظہار کیا ہے کہ مردانِ مرد کے نفس ہرگز ایسی جواں مردی نہیں دکھا سکتے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ ایک رات حسن بن علیؓ رسول علیہ السلام کے پاس تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اب اپنی ماں کے پاس جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں ان کے ساتھ جاتا ہوں۔ فرمایا نہیں۔ چنانچہ آسمان پر بجلی چمکی اس کی روشنی میں حسنؓ اپنی والدہ کے پاس گئے۔

بعض مقامات میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت حسنؓ حج کے دنوں میں پیدل مکہ معظمہ جاتے تھے حتیٰ کہ جب آپ کے پائے مبارک پر ورم ہو جاتا تھا۔ آپ کے مددگاروں میں سے ایک نے کہا، کاش آپ اتنی ہی دیر کے لیے سوار ہو جاتے کہ پاؤں کا ورم کم ہو جاتا۔ آپ نے اس کی تجویز قبول نہ کی۔ اس سے کہا کہ جب تم منزل پر پہنچو گے تو ایک سپاہی تمہیں ملے گا اس کے پاس کسی قدر تیل ہوگا۔ اس سے تیل خرید کر پیالے میں بھر دے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں میں نے کسی منزل میں ایسا شخص نہیں دیکھا جس کے پاس یہ دوا ہو، تو اس منزل میں کہاں ہوگا۔ فرمایا تلاش کر تا مل جائے گا جب منزل پر پہنچے تو وہ سپاہی وہاں تھا۔ آپ نے مددگار سے کہا کہ میں نے جس سپاہی کے بارے میں کہا تھا وہ موجود ہے جاؤ اور پیسے دے کر اس سے روغن خرید لو۔ جب خادم اس سپاہی کے پاس آیا تو روغن طلب کیا۔ اس نے کہا اے خادم یہ تیل کس کے لیے خرید رہے ہو۔ خادم نے جواب دیا کہ حسن بن علیؓ کے لیے خرید رہا ہوں۔ اس نے کہا مجھے ان کے پاس لے چل کہ میں ان کا طرف دار ہوں۔ جب وہ سپاہی آپ کی خدمت میں آیا تو عرض کیا کہ میں آپ کا طرف دار ہوں، پیسے نہیں لوں گا۔ البتہ میری بیوی دردِ زہ میں مبتلا ہے آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سالم اور تندرست بیٹا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا اپنے ڈیرے پر واپس جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہیں ایسا ہی بیٹا عنایت فرمائے گا جیسا تم چاہتے ہو۔ وہ میرے طرف داروں میں ہوگا۔ سپاہی اپنے ڈیرے پر آیا۔ اور اس نے ایسا ہی دیکھا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ حضرت حسنؓ کے خوارق اور کرامات اس قدر زیادہ ہیں کہ ان سب کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا۔ وفات کے وقت امیر المومنین حسینؓ آپ کے سرہانے موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا اے بھائی آپ کا گمان کس شخص پر ہے کہ کس نے آپ کو زہر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا تم یہ بات اس لیے دریافت کر رہے ہو کہ اسے قتل کر دو۔ حضرت حسینؓ نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جس کے بارے میں میرا گمان ہے تو اس پر عذاب کا انتظار کرو اللہ تعالیٰ سخت تر ہے میں یہ بات پسند نہیں کرتا کہ کوئی بے گناہ میری وجہ سے مار دیا جائے۔ مشہور ہے کہ آپ کی بیوی نے آپ کو زہر دیا تھا۔ آپ کی وفات اوائل ربیع الاول سن ۵۰ ہجری میں ہوئی۔

تذکرہ ہفتم۔ امام حسین شہید کربلا رضی اللہ عنہ کے مناقب میں

امیر المومنین حسین بارہ اماموں میں تیسرے امام تھے۔ آپ ابو الائمہ ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ تھی اور لقب شہید و سعید تھا۔ آپ کی ولادت مدینے میں سہ شنبے (منگل) کے روز چار شعبان ۴ ہجری میں ہوئی۔ کہتے ہیں کہ آپ کی مدت حمل چھ ماہ تھی۔ سوائے آپ کے کسی بچے کی مدت حمل چھ ماہ نہیں ہوئی۔ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام اور امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے درمیان کی مدت بی بی فاطمہ کے شکم میں امیر المومنین حسین کے حمل کی مدت پچاس دن بتائی جاتی ہے۔ جب آپ پیدا ہوئے تو رسول علیہ السلام نے آپ کا نام حسین رکھا۔ آپ کو یہ شان حاصل تھی کہ اگر آپ تاریکی میں بیٹھتے تو آپ کی پیشانی اور رخسار کی تابانی سے راستہ نظر آجاتا۔ آپ سینے سے پاؤں تک رسول علیہ السلام کے مشابہ تھے جیسے کہ امیر المومنین حسن رضی اللہ عنہ سینے سے پیشانی تک رسول علیہ السلام سے مشابہت رکھتے تھے۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت رکھتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔ حسین دو سبطوں میں سے ایک ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ (ایک روز) حسن اور حسین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کشتی لڑ رہے تھے۔ رسول ﷺ نے حسن سے فرمایا کہ حسین کو اٹھاؤ۔ حضرت فاطمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بڑے سے فرما رہے ہیں کہ چھوٹے کو تھام لو۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت جبرئیل کہہ رہے ہیں کہ حسین بزرگ (بڑے) ہیں۔

ام الحارث روایت کرتی ہیں کہ ایک دن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور میں اس سے خوف زدہ ہوں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا خواب دیکھا۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ آپ کے جسم مبارک کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈال دیا گیا ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ٹھیک ہی دیکھا ہے۔ فاطمہ کے ایک بیٹا ہوگا جو تمہاری گود میں ہوگا۔ اس کے بعد امیر المومنین حسین پیدا ہوئے۔

روایت ہے کہ ایک دن رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کو اپنی بائیں ران پر بٹھا رکھا تھا اور دائیں ران پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم تھے۔ جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے لیے یکجا نہ رکھے گا۔ ایک کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے لیا جائے گا۔ اب آپ ان میں سے ایک کو منتخب کریں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر حسین فوت ہوگا تو اس کے فراق میں میری علی اور فاطمہ کی جان جلے گی اور اگر ابراہیم جاتا ہے تو اس کا غم میری جان پر ہوگا۔ میں ان کے غم پر اپنا غم اختیار کرتا ہوں۔ تین دن بعد حضرت ابراہیم کی وفات کا واقعہ وقوع میں

مطبوعہ نسخوں میں ۸ ہجری کی غلط [illegible] حسین [illegible] حسین دو سبطوں میں سے ایک ہے [illegible]
[illegible] خوبیاں [illegible] شاہدوں [illegible] لطیفت [illegible]

آیا۔ حضرت حسین جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پیار کرتے اور فرماتے خوش آمدید (یہ وہ ہے) جس کے لیے میرا بیٹا ابراہیم فدیہ بنا۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے حجرے سے باہر گئے اور بہت دیر کے بعد واپس ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بال الجھے ہوئے اور گرد میں اٹے ہوئے تھے اور آپ کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عجیب حال میں دیکھ رہی ہوں۔ فرمایا مجھے عراق کے ایک مقام پر لے جایا گیا جسے کربلا کہتے ہیں۔ یہ حسین کے قتل ہونے کی جگہ ہے۔ مجھے میری اولاد میں سے ایک جماعت کو دکھایا گیا۔ میں نے ان کا خون زمین سے اٹھایا جو میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ لو اور اسے حفاظت سے رکھو۔ میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک سے وہ چیز لے لی۔ وہ سرخ رنگ کی مٹی تھی۔ میں نے اسے شیشے کی بوتل میں ڈال دیا اور اس کا منہ اچھی طرح سے بند کر دیا۔ جب حسین بن علیؓ عراق کے سفر پر چلے گئے تو میں ہر روز وہ شیشی باہر نکالتی، اسے دیکھتی اور روتی تھی جب دسویں محرم ہوئی اور میں نے اسے دیکھا تو وہ اپنی حالت پر برقرار تھی۔ جب دن ڈھلے اسے دیکھا تو وہ مٹی تازہ خون ہو گئی تھی۔ (اس تبدیلی سے) میں نے جان لیا کہ حسینؓ کو قتل کر دیا گیا۔ میں بہت روئی پھر دشمنوں کے طعنوں کے خیال سے اپنی طبیعت سنبھالی۔ جب حضرت حسینؓ کی شہادت کی خبر آئی تو یہ اسی دن کے عین مطابق تھی۔

آپ کی شہادت دس محرم ۶۱ ہجری میں جمعہ کے دن ہوئی تھی۔ اس وقت آپ کی عمر ستاون سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، جبرائیلؑ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ (اس اثنا میں) حسین بن علیؓ آ گئے۔ جبرائیلؑ نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ رسول علیہ السلام نے فرمایا، یہ میرا بیٹا ہے، پھر انہیں اپنے پہلو میں بٹھا لیا۔ جبرائیل نے عرض کیا کہ عنقریب یہ شہید کر دیئے جائیں گے۔ رسول علیہ السلام نے دریافت کیا کہ انہیں کون قتل کریں گے۔ جبرائیل نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کی امت کے لوگ انہیں شہید کریں گے۔ پھر جبرائیلؑ نے کربلا کی جانب اشارہ کیا اور تھوڑی سی سرخ مٹی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی کہ یہ ان کے مقتل کی مٹی ہے۔

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ جب ہم کوفے کے سفر پر تھے تو ہم نے کہیں پڑاؤ نہیں کیا بلکہ سفر کرتے رہے۔ امیر المومنین حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کا ذکر نہیں کیا۔ ایک روز فرمایا کہ دنیا کی حقارت اور بے اعتباری سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ حضرت یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے سر مبارک کو بنی اسرائیل کی ایک نابکار عورت کے پاس بطور ہدیہ بھیجا گیا۔

سعید بن جبیر نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئی کہ یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کے قتل کے بدلے میں ہم نے ستر ہزار آدمیوں کو ہلاک کیا اور آپ کے فرزند کے بدلے میں دو بار اسی ہزار آدمیوں کو ہلاک کر دوں گا۔ صحیح اسناد سے یہ بات پہنچی ہے کہ امیر المومنین حسینؓ کے قاتلوں میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں بچا

کہ موت سے پہلے [illegible] قتل [illegible] کی بری مصیبت میں گرفتار ہوا۔

ثقات میں سے ایک شخص نے بیان کیا ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد اور اس کے ساتھیوں کے سر لائے گئے اور مسجد میں رکھے گئے اور میں ایک گوشہ میں کھڑا تھا تو ایک سانپ آیا اور سروں کی طرف چلا گیا۔ میں نے لوگوں کو کہتے ہوئے سنا کہ آ گیا آ گیا۔ وہ سانپ سروں کے درمیان چلا گیا، پھر عبید اللہ بن زیاد کی ناک کے سوراخ میں داخل ہوا، تھوڑی دیر وہاں رہا پھر نکلا اور کسی طرف چلا گیا اور غائب ہو گیا۔ اس کے بعد لوگ کہنے لگے آ گیا آ گیا۔ وہ سانپ پھر آیا اور اس نے کل جو کچھ کیا تھا وہی کیا۔ اسی طرح چند بار اس نے یہ عمل دہرایا۔

بیان کرتے ہیں کہ شمر ذی الجوشن کو امام حسین کے سامان سے کچھ مقدار سونا ملا تھا [illegible] اپنی لڑکی کو دے دیا۔ اس نے اسے ایک سنار کو دیا کہ اس سے زیور بنا دے۔ جب سنار نے اسے آگ میں ڈالا تو سارا [illegible] طرح زائل ہو گیا۔ [illegible] شمر نے یہ بات سنی تو سنار کو بلایا اور پوچھا [illegible] سامنے آگ میں ڈالو۔ جب سنار نے [illegible] آگ پر رکھا تو پہلے سونے کی طرح ناپید ہو گیا۔

بیان کرتے ہیں کہ امام حسینؓ کے چند اونٹ باقی تھے۔ ان بدبختوں نے انہیں ذبح کر کے پکایا۔ ان کا گوشت اس قدر تلخ ہو گیا کہ کوئی شخص ایک لقمہ بھی نہ کھا سکا۔

ایک ثقہ راوی کا بیان ہے کہ میں نے قبیلہ طے کے ایک شخص سے دریافت کیا کہ مجھ تک یہ روایت پہنچی ہے کہ تم لوگوں نے جنوں کو نوحہ کرتے [illegible] اس نے کہا ہاں جب حسین رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے تو ہم نے جنوں کو نوحہ کرتے سنا وہ یہ شعر پڑھتے تھے اور نوحہ کرتے تھے۔ ابیات[1]

مسح الرسول جبینہ
فلہ بریق فی الخدود

(رسول اللہ علیہ السلام نے اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیرا اس لیے (یہ چہرہ [illegible] چمک) حاصل ہے)

ابواہ من علیا قریش
وجدہ خیر الجدود

(اس کے ماں باپ قریش کے عمدہ لوگوں میں سے ہیں اور اس کے نانا سب ناناؤں میں بہتر ہیں)

بیان کرتے ہیں کہ ان بدبختوں میں سے ایک نے مدینے میں خطبہ دیا اور امام حسینؓ کے قتل کرنے کی خوشخبری سنائی تو انہوں نے رات کو مدینے میں آواز سنی [illegible] وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔ ابیات

---

[1] یہ شعر [illegible] شاید درست ہو۔

ایہا القاتلون جہلا حسینا
بشروا بالعذاب و التنکیل

(اے قاتلان حسین، تم جہل و نادانی کے باعث عذاب و سرزنش سے خوش وقت ہو جاؤ)

کل من فی السماء یدعو علیکم
من نبی و ملائک و قبیل

(جو شخص بھی آسمانوں میں ہے تمہیں بددعا دے رہا ہے۔ نبی اور فرشتے کر رہے ہیں)

لعن علی لسان ابن داؤد
و عیسی صاحب الانجیل

(تم پر لعنت کی گئی۔ ابن داؤد کی زبان سے اور صاحب انجیل عیسیٰ کی زبان سے)

ایک شخص نے روایت کی ہے کہ میں نے اگلی کتابوں میں سے ایک کتاب میں یہ لکھا ہوا دیکھا ہے۔ بیت۔

اترجو امۃ قتلت حسینا
شفاعۃ جدہ یوم المعاد

(کیا وہ لوگ امید رکھتے ہیں جنہوں نے حسین کو قتل کیا کہ ان کے نانا قیامت میں ان کی شفاعت کریں گے)

میں نے راوی سے دریافت کیا کہ یہ (شعر یا عبارت) کس نے تحریر کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نہیں جانتا۔

حضرت زید بن ارقمؓ کی روایت ہے کہ جب ابن زیاد کے فرمان کے مطابق امویین حسینؓ کے سر کو نیزے پر رکھ کر گلیوں میں پھرایا گیا تو میں اپنے مکان کی کھڑکی میں تھا۔ جب سر میرے برابر آیا تو میں نے آپ کے سر کو کہتے ہوئے سنا، ام حسبت ان اصحاب الکہف و الرقیم کانوا من آیاتنا عجبا[1] (ترجمہ: کیا آپ نے سمجھا کہ غار والے اور کتبے والے ہماری نشانیوں میں سے ایک عجیب نشانی تھے۔) اس آواز کی ہیبت سے میرے جسم کے بال کھڑے ہو گئے۔ میں نے عرض کیا اے ابن رسول اللہ یہ آپ کا سر ہے۔ آپ کا معاملہ عجیب تر ہے۔

ربیع کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ اس دن کوئی پتھر ایسا نہیں تھا جسے اٹھایا گیا ہو اور اس کے نیچے تازہ خون نہ دیکھا گیا ہو۔[2] ایک دوسرے شخص سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا جب حسینؑ شہید ہو گئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور ہماری

---

[1] پارہ ۱۵۔ سورہ کہف۔ آیت ۹۔

[2] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۶۱ پر یہ عبارت ہے [illegible] کہ معمور [illegible] ہر چہ بود [illegible] سر گشت جس [illegible] رسیدہ است کہ هیچ سنگی [illegible] مدند مگر [illegible] کہ زیر وی خون تازہ یافتند۔ [illegible] ہم ترجمہ دیا ہے۔ شاید یہ کسی دوسری عبارت کا [illegible] ہے۔

[illegible] بچہ خون سے بھرا۔ چنانچہ [illegible] سب گئے تو [illegible] نظر آیا۔

تذکرہ ہشتم۔ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن حسین آپ کا نام ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ کہتے ہیں کہ ابوالحسن اور ابوبکر بھی تھی۔ آپ کا لقب سجاد اور زین العابدین تھا۔ آپ کی ولادت ۳۳ ہجری میں مدینے میں ہوئی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق ۳۸ ہجری میں ہوئی۔ آپ کی والدہ شہربانو [illegible] نوشیرواں عادل کی اولاد سے تھیں۔ آپ کی وفات آٹھ محرم سنہ چورانوے ہجری کو ہوئی۔

زین العابدین لقب ہونے کا سبب یہ تھا کہ ایک رات آپ نماز تہجد ادا کر رہے تھے کہ شیطان ایک اژدہے کی صورت میں نمودار ہوا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل پیدا کرے لیکن آپ نے کوئی توجہ نہ دی تو اس نے (شیطان نے) آپ کے پیر کی انگلی [illegible] بری طرح سے کاٹا کہ سخت تکلیف ہوئی لیکن آپ نماز میں مشغول رہے [illegible]۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف کر دیا کہ یہ اژدہا شیطان ہے آپ نے اسے ڈانٹا اور ایک تھپڑ [illegible] کہا اے ملعون دور ہو۔ جب شیطان دفع ہو گیا تو آپ نماز پوری کرنے کے لیے اٹھے۔ آپ نے ایک آواز سنی [illegible] دیکھ نہ سکے۔ کوئی کہہ رہا تھا "آپ زین العابدین ہیں" یہ جملہ تین بار [illegible]

بیان کرتے ہیں کہ جب آپ وضو کرتے تو آپ کا چہرہ زرد ہو جاتا اور جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا۔ آپ سے سبب دریافت کیا تو فرمایا تم جانتے ہو کہ مجھے (اللہ تعالیٰ کے) سامنے کھڑا ہونا ہے۔

ایک روز آپ گھر میں نماز پڑھ رہے تھے کہ [illegible] آگ لگ گئی۔ ہر چند کہ آگ لگنے کی پکار کی گئی لیکن آپ نے سجدے سے سر نہیں اٹھایا۔ جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کو کس بات نے آگ سے بے پرواہ کر دیا [illegible] آتش آخرت [illegible]

آپ سے عجیب و غریب کرامات منقول ہیں۔ ایک روز آپ اپنے اصحاب کے ساتھ جنگل میں بیٹھے تھے کہ ایک ہرن آپ کے سامنے آ کر [illegible] اصحاب نے دریافت کیا کہ یا ابن رسول اللہ یہ کیا کہتا ہے، فرمایا یہ کہہ رہا ہے کہ فلاں قریشی نے کل میرا بچہ پکڑ لیا ہے اور کل سے میں نے اسے دودھ نہیں دیا۔ بعض اصحاب کو اس بات پر یقین نہیں آیا۔ آپ نے اس شخص کو [illegible]۔ جب وہ آیا تو اس سے ماجرا پوچھا۔ اس نے کہا کہ ہرن سچ کہتا ہے (ہرن کا بچہ میں نے پکڑا ہے) آپ نے فرمایا [illegible] تاکہ وہ اسے دودھ پلائے۔ اس کے بعد وہ دونوں [illegible] (ماں بیٹے) بعد ازاں آپ نے قریشی سے کہا کہ بچہ ہرن کو بخش دو۔ اس نے بچہ ہرن کو دے دیا۔

تذکرہ نہم۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے مناقب

محمد بن علی بن حسین پانچویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر اور لقب باقر تھا کیونکہ آپ بہت ہی زیادہ صاحب علم تھے اور آپ کی ذات سے علم کو وسعت حاصل ہوئی۔ آپ کی والدہ فاطمہ بنت الحسن بن علی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینے میں ۳/صفر ۵۷ ہجری میں جمعے کے روز ہوئی، یعنی امیر المومنین حسینؓ کی شہادت سے تین سال پہلے (پیدا ہوئے)۔ آپ کی وفات ۱۱۴ ہجری میں بعمر ستاون سال ہوئی اور آپ کی قبر بقیع میں اپنے والد محترم کے قریب ہے۔

آپ سے روایت ہے کہ ہم جابر بن عبداللہ کے پاس اس زمانے میں گئے جب وہ بینائی سے معذور ہو گئے تھے۔ ہم نے انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا کہ تم کون ہو۔ میں نے کہا میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ انہوں نے کہا آگے آؤ۔ میں آگے بڑھا تو انہوں نے میرے ہاتھ کو بوسہ دیا اور جھکے کہ میرے پاؤں کا بوسہ لیں لیکن میں ہٹ گیا۔ انہوں نے کہا ان رسول اللہ یقرئک السلام (بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر سلام بھیجتے ہیں) میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ کی رحمت اور برکت ہو۔ پھر میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا واقعہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تم اس وقت تک زندہ رہو گے کہ میرے فرزندوں میں سے ایک فرزند تم سے ملاقات کے لیے تمہارے پاس آئے گا۔ اس کا نام محمد بن علی بن حسین ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اسے حکمت کا نور عطا فرمائے گا۔ جب وہ تمہارے پاس آئے تو اسے میرا سلام کہنا۔

ایک دوسری روایت میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی گئی ہے۔ انہوں نے کہا، **قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یوشک ان یبقی حتی یلقی ولدا من الحسین یقال له محمد یبقر علم الدین بقرا فاذا لقیته فاقرءه منی السلام۔** (رسول خدا ﷺ نے میرے سے فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ اولاد حسین سے ایک فرزند تم سے ملاقات کرے گا جسے لوگ محمد کہیں گے۔ اس نے بہت زیادہ دین کا علم حاصل کیا ہوگا پس جب تم اس سے ملاقات کرو تو اس سے میرا سلام کہنا) ایک دوسری روایت میں اس طرح آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جابرؓ سے فرمایا کہ اس سے ملاقات کے بعد تمہاری زندگی تھوڑی رہ جائے گی چنانچہ اس کے چند دنوں میں جابر بن عبداللہ نے وفات پائی۔

آپ سے بہت سی کرامات اور خوارق عادات باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپ سے راوی ہے کہ محمد بن علی بن حسین جب ہشام بن عبدالملک کے مکان کی تعمیر کی جا رہی تھی تو آپ وہاں سے گزرے۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ تم اس کو برباد کر دو گے۔ واللہ تم اس کی خاک وہاں سے منتقل کر دو گے۔ بے شک اس کے کھنڈر نظر آئیں گے۔ راوی کہتا ہے مجھے یہ بات بہت عجیب معلوم ہوئی کہ ہشام کے محل کو کون برباد کر سکے گا۔ جب ہشام نے وفات پائی تو ولید بن ہشام نے خود یہاں تک کہ مکان کو توڑ کر برباد کر دیا اور اس کی مٹی شہر سے باہر لے گئے۔ اب اس کے کھنڈر باقی ہیں۔

ابو بصیر سے جن کی بینائی جاتی رہی تھی بیان کیا کہ میں نے امام باقر سے کہا آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ذریات ہیں فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں فرمایا ہاں۔ پھر میں نے کہا کہ آپ پیغامبر صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے وارث ہیں؟ فرمایا ہاں۔ میں نے کہا آپ میں یہ قدرت ہے کہ مردے کو زندہ کر دو، اندھے کو بینا اور کوڑھی کو بھلا چنگا کر دو اور دوسری خبریں جو لوگ اپنے گھروں میں کرتے اور کھاتے پیتے رہتے ہیں۔ فرمایا ہاں اللہ کے حکم سے ہو سکتا ہے۔ پھر مجھے حکم دیا کہ میرے سامنے آ کر بیٹھو۔ میں آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا دست مبارک میرے چہرے پر رکھا۔ میری آنکھیں بینا ہو گئیں اور وہ دشت اور بیابان نظر آنے لگے۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ پھر میرے چہرے پر رکھا اور میری حالت پہلے جیسی ہو گئی۔ پھر فرمایا اب بتاؤ تم ان دو حالتوں میں سے کس حالت میں رہنا چاہتے ہو ایک یہ کہ ساری آنکھیں بینا ہو جائیں اور تمہیں آخرت میں حساب دینا پڑے یا یہ کہ تم دنیا میں نابینا رہو اور حساب آخرت دینے سے بچ جاؤ۔ میں نے عرض کیا کہ میں آخرت کا بار کھینچنے پر دنیا میں نابینا رہنا پسند کروں گا۔

تذکرہ و بیان حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مناقب

جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب چھٹے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور کہا جاتا ہے کہ ابو اسماعیل تھی۔ آپ کا لقب جو مشہور عام ہے، الصادق تھا۔ آپ کی والدہ ام فروہ بنت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھیں اور ام فروہ کی والدہ عبدالرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی [illegible] تھیں۔ اسی لئے امام صادق رضی اللہ عنہ سے فرمایا تحقیق مجھے ابوبکر نے دو بار جنا (یعنی دو طرف سے ابوبکر کی نسل ہوں) آپ مدینے میں ۸۰ ہجری اور کہا جاتا ہے ۸۳ ہجری میں پیدا ہوئے۔ کہتے ہیں بروز جمعہ ربیع الاول کے تیرہ روز باقی تھے پیدا ہوئے اور مدینے ہی میں ۱۵ رجب (نصف ماہ رجب) ۱۴۸ ہجری میں [illegible] وفات پائی۔ آپ کی قبر بقیع میں ہے۔ اس احاطے میں آپ کے والد باقر اور زین العابدین چچا حسن بن علی مدفون ہیں۔ بہت لوگوں نے روایت کی ہے کہ آپ کی قبر سے اس قدر کرامت اور انوار ظاہر ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کے عظیم مرتبہ کی دلالت کرتے ہیں۔ آپ اہل بیت سے عشق اور

[illegible] ۸۳ [illegible]

[illegible] عظمی اهل [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] جسے اصل متن میں نظر انداز کیا گیا ہے۔ ملاحظہ

[illegible]

میں سے تھے اور آپ کے کثیر علوم آپ کے قلب پر وارد ہوتے تھے۔ لوگوں کی عقل آپ کے علوم کی تھاہ دریافت کرنے میں قاصر رہتی تھی۔

بے شک یہ کہا جاتا ہے اور یہ بالکل صحیح ہے کہ ایک کتاب جس کا نام "جفر" ہے اور جس کا رواج مغرب میں ہو عبدالمومن میں رہا ہے وہ آپ ہی کا کلام ہے۔ یہ کتاب "جفر" مشہور تصنیف ہے جو آپ کے علوم اور اسرار پر مشتمل ہے۔ اس کا ذکر امام علی بن موسیٰ الرضاؑ کے کلام میں صریح طور پر آیا ہے۔ یہ جو لکھا گیا ہے۔ جب مامون نے آپ کو اپنا ولی عہد بنایا، الجفر والجامعہ دونوں اس کے خلاف جامع دلالت کرتے ہیں۔ وہ صادق تھے جو کہتے تھے کہ ہمارا علم بے حد عمیق ہے، دلوں پر اثر کرتا ہے اور اس کا خشا تاثیر دکھاتا ہے۔

بے شک ہمارے نزدیک جفر احمر، جفر ابیض اور مصحف فاطمہ علیہا السلام (محفوظ) ہیں اور بے شک ان میں وہ تمام باتیں جامع طور پر موجود ہیں جن کی (عام) لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے (سب کی) ان میں۔ سب وہ باتیں ہیں جو ہم منکشف ہیں لیکن تحریر شدہ۔ وہ علم جس سے دل کے قفل کھل جاتے ہیں الہام ہے لیکن وہ جس سے دل میں تصرف کرتا ہے وہ ملائکہ علیہم السلام کا کلام ہے۔ لوگ ان کا کلام سنتے ہیں لیکن انہیں دیکھ نہیں سکتے۔ جفر احمر میں لوگوں کے لیے خیر و خوبی ہے۔ مصحف فاطمہ میں وہ باتیں ہیں جن کا تعلق حوادث سے ہے (جو پیدا ہونے والی چیزیں ہیں)۔ اس میں قیامت تک پیدا ہونے والے بادشاہوں کے نام ہیں لیکن یہ جامع ایک عظیم کتاب ہے۔ اس کی طوالت ستر گز ہے۔ اسے رسول علیہ السلام نے املا کرایا ہے اور علی ابن ابی طالب نے اسے تحریر کیا ہے۔ اس میں وہ ہر بات تحریر ہوئی ہے جس کی قیامت تک ضرورت ہوگی حتیٰ کہ اس میں ارش الخدش اور جلدہ کا بھی ذکر ہے۔ (اس کی) آدھی حد موجود ہے۔

حفص ثقات کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا، ہم نے جعفر بن محمدؑ سے سنا ہے، مجھ سے دریافت کرو اس سے پہلے کہ مجھے کھو دیں۔ بے شک میرے بعد کوئی تم سے ایسی باتیں نہ کہے گا جو میں کہتا ہوں۔

وہ حقائق و معارف اور حکمت کی دقیق باتیں جو آپ کی زبان مبارک سے نکلیں وہ مشہور ہیں اور اہل اسلام کی کتابوں میں مرقوم ہیں۔ یہاں آپ کی کرامات اور خوارق کا ذکر مختصر طور پر کیا جاتا ہے۔

ابن جوزی نے اپنی کتاب ("صفۃ الصفوۃ") میں صحیح سند سے تحریر کیا ہے کہ میں حج کے دنوں میں مکے میں تھا۔ نماز عصر ادا کر کے میں کوہ قبیس پر چڑھ گیا۔ وہاں میں نے ایک شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا جو دعا کر رہا تھا۔ اس نے پہلا سانس ٹوٹنے تک 'یارب' کی تکرار کی، پھر سانس منقطع ہونے تک 'یا اللہ' کی، اسی طرح سانس ختم ہونے تک 'یا حی' اور "ارحم الراحمین" کی رٹ لگائی۔ اس کے بعد سات مرتبہ کہا: اللھم انی اشتھی من ھذا العنب فاطعمنیہ، اللھم وان بردای (خدایا میں پردۂ غیب سے کھانا طلب کرتا ہوں اور وہ چیز جو مجھے مرغوب ہے) ابھی اس کی دعا پوری نہ ہوئی تھی

[illegible]

کر انگوری ایک ٹوکری اور دو مشکیزے اس کے آگے رکھ دیئے گئے۔ اس کے سامنے بے موسم انگور لائے گئے۔ میں نے کہا میں تمہارا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا تم کس وجہ سے شریک ہو۔ میں نے کہا تم دعا کرتے تھے اور میں آمین کہتا تھا۔ اس نے کہا پھر آگے آؤ، ذخیرہ بالکل نہ کرنا۔ وہ بے دانہ انگور تھے۔ میں نے ایسے لذیذ انگور کبھی نہیں کھائے۔ میں نے خاصے انگور کھائے لیکن ٹوکری خالی نہ ہوئی۔ پھر مجھ سے کہا تھوڑے سے لے لو لیکن میں نے نہیں لیے۔ اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ تم کہیں چھپ جاؤ تاکہ میں کپڑے پہن لوں۔ میں چھپ گیا۔ اس نے کپڑے پہنے۔ ایک کا تہبند بنایا اور دوسری دھاری دار پرانی چادر جسم پر ڈالی اور وہاں سے روانہ ہوگیا۔ میں اس کے عقب میں چلا۔ ایک شخص آیا اور کہا۔ اے ابن رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو پہنایا مجھے بھی پہناؤ۔ اس نے وہ دھاری دار چادر سائل کے حوالے کر دی۔ جب میں نے تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ وہ جعفر بن محمد تھے۔

تذکرہ یازدہم۔ امام موسیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب

موسیٰ بن جعفر ساتویں امام ہیں۔ آپ کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم تھی ان کے علاوہ اسی طرح کی اور کنیتیں بھی تھیں۔ آپ کا لقب کاظم تھا۔ کاظم کا لقب اس لیے دیا گیا تھا کہ آپ علم میں کامل تھے اور مفسدین پر غصہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کی والدہ حمیدہ بربریہ ام ولد (کنیز) تھیں آپ کی ولادت صفر کی سات راتیں گزرنے کے بعد (۷ صفر) ۱۲۸ ہجری میں اتوار کے دن موضع ابوا میں جو مکے اور مدینے کے درمیان ہے ہوئی۔

آپ کو اوّل مرتبہ مہدی بن منصور مدینے سے بغداد لایا اور وہاں قید کر دیا۔ ایک رات اس نے امیر المومنین علیؓ کو خواب میں دیکھا۔ حضرت علی نے یہ آیت پاک تلاوت فرمائی۔[۲] **فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ** (یعنی تو کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تم حکومت حاصل کر لو تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو) ربیع کا بیان ہے (مہدی نے) اسی شب مجھ کو طلب کیا، جب میں اس کے پاس گیا تو میں نے سنا کہ وہ یہ آیت خوش الحانی

---

[۱] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے [illegible] تمام [illegible] لغت میں کوئی لفظ نہیں ہے [illegible] ہے جس کے معنی [illegible] سکے ہیں [illegible] کسی علاقے میں [illegible] بولتے ہوں۔ بہرحال مترجم نے [illegible] قیاس کر کے ترجمہ کیا۔

[۲] پارہ ۲۶، سورۂ محمد آیت ۲۲۔ آیت کا ترجمہ متن میں تحریر کر دیا گیا ہے۔ صفحہ ۳۵۳ پر یہ عبارت ہے

اول بار مہدی بن منصور وی را از مدینہ بہ بغداد آورد و حبس کرد شبے امیر المومنین علی را در خواب دید کہ **فهل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض و تقطعوا ارحامکم** اس پوری عبارت سے یہ نشان دہی نہیں ہوتی کہ خواب کس نے دیکھا؟ امام موسیٰ کاظم نے یا خلیفہ مہدی بن منصور نے [illegible] آیت پاک میں **یا محمد** شامل کر دیا گیا ہے حالانکہ قرآن حکیم میں یہ آیت **فهل** سے شروع ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ قرآن حکیم میں **تقطعو** [illegible] پڑھی ہے۔ اصل متن میں [illegible] لگایا گیا ہے مترجم [illegible] میں یہ آیا ہے کہ خلیفہ مہدی بن منصور نے حضرت علیؓ کو خواب میں دیکھا [illegible] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فهل عسیتم** [illegible] درست ہوگیا۔

سے پوچھ رہا تھا۔ اس نے کہا، اسی وقت جا اور موسیٰ بن جعفر کو لا۔ میں آپ کو لایا۔ مہدی نے آپ سے معانقہ کیا اور بٹھایا پھر آپ سے خواب بیان کیا اور کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ میری مخالفت کریں اور اس سبب سے میرے اور میرے فرزندوں پر خروج کریں۔ آپ نے فرمایا کہ واللہ میں نے خروج کیا ہے نہ یہ میری شان ٹھیک ہے کہ ایسا کروں۔ مہدی نے کہا آپ سچ کہتے ہیں پھر ربیع سے کہا کہ آپ کو دس ہزار دینے دو اور آپ کے سفر مدینہ کی تیاری کر۔ ربیع کا بیان ہے کہ میں نے اسی شب آپ کے تمام کام درست کر دیے اور روانہ کر دیا کہ مبادا پھر کوئی رکاوٹ سفر راہ میں حائل ہو جائے۔

اس وقت رشید (ہارون رشید) مدینے میں تھا۔ دوسری مرتبہ رشید نے آپ کو بغداد طلب کیا اور قید خانے میں ڈال دیا حتیٰ کہ آپ کی وفات رشید کے قید خانے میں ہوئی۔ آپ کی وفات بروز جمعرات ۱۸۶ ہجری میں ہوئی۔

آپ کی قبر بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ کو یحییٰ بن خالد برمکی نے ہارون الرشید کے حکم سے کھجور میں زہر ملا کر دیا تھا۔ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کو زہر دیا گیا تو آپ نے فرمایا آج مجھے زہر دیا گیا ہے، کل اس کا اثر ظاہر ہوگا۔ پہلے میرا جسم پیلا پڑے گا پھر اس میں سے نصف سرخ ہوگا اور پرسوں سیاہ ہو جائے اس کے بعد مر جاؤں گا چنانچہ جیسا فرمایا تھا اسی کے مطابق ہوا۔

معتبر کتابوں میں حضرت شقیق بلخیؒ[1] سے روایت کی ہے کہ میں سفر حج میں قادسیہ پہنچا۔ وہاں میں نے ایک خوب صورت جوان شخص کو دیکھا جس کا رنگ گندم گوں تھا اور اس نے کپڑوں پر پشمینہ پہن رکھا تھا اور کمبل کے شملے کو کندھے پر ڈالا ہوا تھا۔ پاؤں میں جوتے پہن رکھے تھے۔ وہ لوگوں کے درمیان سے باہر نکلا اور ایک جگہ تنہا بیٹھ گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان صوفیوں کی جماعت سے نظر آتا ہے اور شاید یہاں اس لیے بیٹھا ہے کہ کسی مسلمان کی گردن کا بوجھ بن جائے۔ میں جا کر اسے سرزنش کرتا ہوں تاکہ اپنے ناروا ارادے سے باز رہے۔ میں اس کے قریب گیا تو اس نے کہا اے شقیق! اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ[2] (ترجمہ: بہت سے گمانوں سے بچو، بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔) یہ کہنے کے بعد وہ تو مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ عجیب بات ہے کہ اس جوان نے میرا نام لیا اور جو کچھ میرے ضمیر میں تھا اسے ظاہر کر دیا۔ بے شک یہ نیک بندہ ہے۔ میں اس سے میل جول پیدا کر کے بحلی[3] کی درخواست کروں گا۔ ہر چند میں تیز تیز چلا لیکن اس تک نہ پہنچ سکا۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ مصروف نماز ہے۔ اس کے اعضا پر لرزہ طاری تھا اور آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ اس کے پاس جاؤں اور بحلی کی درخواست کروں مگر میں نے صبر کیا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو تو میں اس کے پاس گیا۔ اس نے مجھ سے کہا، اے شقیق یہ آیت

---

[1] شقیق بلخی: پورا نام ابو علی شقیق بن ابراہیم بلخی ہے۔ [illegible] ابراہیم بن ادہم کے اصحاب میں سے تھے۔ [illegible] میں وفات پائی۔ ملاحظہ فرمائیں [illegible] تصوف در [illegible] ص ۳۵

[2] سورۃ الحجرات آیت ۱۲۔

[3] بحلی: [illegible] حیثیت [illegible] کسی غلطی کا اظہار ہو۔ ملاحظہ [illegible] ص ۱۴۔

پڑھو یعنی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدی [1] اور بے شک میں ضرور بہت بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک کام کیے پھر ہدایت پر ثابت قدم رہا۔ اس کے بعد وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جوان ابدال میں سے ہے۔ دو دفعہ میرے دل کی بات مجھ پر ظاہر کر دی ہے۔ جب میں اگلی منزل پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ ایک کنوئیں کی منڈیر پر کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھ میں پانی کا کوزہ ہے تاکہ اس میں پانی بھریں۔ وہ کوزہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں گر پڑا۔ انہوں نے آسمان کی طرف منہ کر کے کہا کہ تو میرا پروردگار ہے، تو ہی میری پرورش کرتا ہے۔ میرے پاس اس کوزے کے سوا کچھ نہیں ہے اور اس سے میری ضرورت وابستہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ کنوئیں کا پانی اوپر آ گیا ہے۔ انہوں نے کوزے میں پانی بھرا اور وضو کیا اور چار رکعت نماز ادا کی۔ اس کے بعد ریت کے تودے کی طرف گئے اور اپنے ہاتھ سے ریت کوزے میں ڈالی اور ہلا کر پی گئے۔ میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت آپ کو دی ہے مجھے بھی عنایت کریں۔ انہوں نے کہا اے شقیق اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ کی نعمتیں خواہ ظاہری ہوں یا باطنی مجھے عطا ہوئی ہیں۔ تم بھی اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھو۔ اس کے بعد انہوں نے وہ کوزہ مجھے دیا۔ میں نے پیا تو میٹھا ستو تھا۔ واللہ ایسا ستو میں نے کبھی نہیں پیا۔ میں خوب سیراب ہو گیا حتیٰ کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی اشتہا نہیں رہی۔ پھر دوران سفر میں نے انہیں نہیں دیکھا۔ جب میں مکے پہنچا تو میں نے دیکھا کہ وہ آدھی رات کو بڑے خشوع و خضوع کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں۔ تمام رات یہی کیفیت رہی۔ جب صبح ہوئی تو نماز فجر ادا کی اور طواف کر کے باہر چلے گئے۔ میں ان کے پیچھے چلا۔ میں نے دیکھا کہ یہاں ان کے بہت سے خادم اور مددگار تھے اور لوگوں نے انہیں گھیر رکھا تھا۔ آپ سلام کرتے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہیں۔

اس طرح کے بہت سے خوارق و واقعات ہیں جن کی تفصیل کا یہ مجموعہ متحمل نہیں ہو سکتا۔

تذکرہ دوازدہم۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن موسیٰ بن جعفر، وہ اماموں میں سے آٹھویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت بھی اپنے والد امام کاظم کی طرح ابوالحسن تھی۔ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنی کنیت اسے دی ہے۔ ابو جعفر محمد بن تقی رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ آپ کے جد امجد کا نام معتمد علیہ لوگوں نے "الرضا" رکھا، اور وہ اس امر پر راضی ہو گیا کہ انہیں اپنا ولی عہد بنائے۔ ابو جعفر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام رضا رکھا اس لیے کہ آپ سے راضی تھے آسمان میں اور زمین میں رضا تھے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے راضی تھے اور ان کے حق میں آپ بھی آپ کی طرح تھے۔

---

[1] پارہ ۱۶، سورہ طٰہٰ، آیت ۸۲۔

[illegible] راضی ہوئے جس طرح اپنے موافقین سے راضی تھے۔ آپ کے والد موسیٰ کاظم جب بھی آپ کو دیکھتے تو کہتے فرزند رضا اور جب مخاطب ہوتے تو کہتے ابوالحسن فرماتے۔ آپ کی ولادت مدینے میں دس ربیع الآخر سنہ ۱۵۳ھ میں جمعرات کے دن ہوئی۔ نیز آپ اپنے دادا جعفر کی وفات کے بعد تولد ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۵۰ ہجری میں پیدا ہوئے نیز دیگر اقوال بھی ہیں۔ آپ کی وفات علاقہ طوس میں ہوئی۔ ان کی والدہ کے نام تجویز ہوئے۔ ام البنین سے نجمہ تک نام رکھے گئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ کنیز تھیں جن کا نام حمیدہ تھا اور امام کاظم رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔

ایک شب حمیدہ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں، اپنے فرزند موسیٰ کو نجمہ دے دو عنقریب اس کے ایک فرزند پیدا ہوگا جو دنیا والوں میں سب سے بہتر ہوگا۔

ام رضا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب میں حاملہ ہوئی تو دوران حمل میں نے کسی طرح کا بوجھ یا گرانی محسوس نہ کی۔ جب سوتی تو میں اپنے پیٹ سے تسبیح و تہلیل کی آواز سنتی۔ مجھ پر خوف اور ہول طاری ہو جاتا اور جب جاگتی ہوتی تو کوئی آواز نہ آتی۔ ولادت کے وقت آپ نے دونوں ہاتھ زمین پر اور چہرہ آسمان کی طرف تھا۔ آپ کے ہونٹ ہل رہے تھے جیسے کسی سے کچھ کہہ رہے ہوں یا مناجات کر رہے ہوں۔

ہاشم رضی اللہ عنہ نے خواص میں سے ایک سے روایت کی ہے کہ ایک بار کاظم نے مجھ سے کہا، کیا تمہیں خبر ہے کہ مغرب کے تاجروں میں سے ایک تاجر یہاں آیا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا مجھے اس کی خبر نہیں۔ میں ان کے ساتھ سوار ہوا اور مغربی تاجر کے ہاں پہنچا انہوں نے سات کنیزیں ہمارے سامنے پیش کیں لیکن امام نے کسی کو قبول نہیں کیا اس سے فرمایا کہ کوئی دوسری پیش کرو۔ تاجر نے کہا دوسری کوئی نہیں ہے بجز ایک بیمار لونڈی کے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے پیش کرو تو تاجر نے۔ تاجر نے یہ بات قبول نہ کی۔ دوسرے دن مجھے بھیجا کہ تاجر سے کہنا کنیز کی آخری قیمت کیا ہے۔ وہ جو قیمت بتائے خرید لینا۔ میں تاجر کے پاس گیا۔ اس نے کہا میں اتنی ادنیٰ رقم سے کم نہ کروں گا۔ میں نے کہا ٹھیک ہے میں اتنی ہی رقم دیتا ہوں۔ تاجر نے کہا میں بیچ دیتا ہوں لیکن یہ بتاؤ کہ کل جو شخص تمہارے ساتھ تھا وہ کون تھا؟ میں نے کہا کہ بنی ہاشم سے ہیں۔ اس نے دریافت کیا کہ کس قبیلے سے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا اس کے بعد تاجر نے کہا کہ یہ قصہ اس سے زیادہ میں آپ کو بتاتا ہوں۔

میں نے اس کنیز کو دور مغرب کے اطراف سے خریدا۔ اہل کتاب میں سے ایک عورت نے مجھے دیکھا اور کہا کہ دیکھ کر مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے اس کو قیمت بتائی کہ میں نے یہ لونڈی اپنے لیے خریدی ہے۔ عورت نے کہا کہ یہ کنیز اس قبیلے سے نہیں ہے۔ تیری صحبت کی نہیں۔ یہ دنیا والوں میں سب سے بہتر شخص کی بیوی بنے گی۔ تھوڑی مدت میں اس سے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ شرق سے غرب تک ان کی مثل کوئی صاحب عزت نہ ہوگا۔ راوی کہتے ہیں کہ جب میں اسے لے آیا تو تھوڑی مدت بعد رضا رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔

موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ آپ کے ہمراہ تھے۔ سو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی تمہارا فرزند، اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت سے بولتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے درست ہوتا ہے خطا نہیں کرتا۔ علم سے آشنا ہے کبھی نادانی نہیں کرتا۔

بیان کرتے ہیں کہ جب مامون نے امام رضا کو ولی عہد بنایا تو جب بھی آپ مامون سے ملاقات کرنے جاتے تو محل کے خدام اور محافظ آپ کا استقبال کرتے اور مامون کی بارگاہ پر جو پردہ لٹکا ہوا تھا اسے اٹھاتے تاکہ آپ اندر چلے جائیں۔ آخر ان مردودوں میں جو نفس وہوا کے بندوں اور صدق وصفا کے نوروں کے درمیان حائل ہوتی ہے پیدا ہوگئی اور وہ رضا رضی اللہ عنہ سے نفرت کرنے لگے۔ وہ ایک دوسرے سے اس امر پر متفق ہوگئے کہ ہم آئندہ مقررہ دستور کے مطابق نہ استقبال کریں گے نہ خلیفہ کی بارگاہ سے پردہ اٹھائیں گے۔

جب دوسری بار رضا رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو یہ اہل کار جو بیٹھے ہوئے تھے بے تقید کھڑے ہوگئے۔ انہوں نے استقبال کیا اور پردہ بھی بلند کیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے تو آپس میں کہنے لگے کہ یہ کیا بات تھی جو ہم نے کی۔ پھر آپس میں طے کیا کہ دوسری مرتبہ ہم یہ خدمت بجا نہیں لائیں گے۔ جب آپ دوسری بار تشریف لائے تو وہ لوگ اٹھے سلام کیا البتہ پردہ بلند کرنے میں توقف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا کہ پردہ اٹھائے۔ ہوا نے جس طرح اہل کار پردہ اٹھاتے تھے پردہ اٹھا دیا۔ جب آپ اندر چلے گئے تو ہوا ساکن ہوگئی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ کیا تو ہوا نے آکر پہلے کی طرح پردہ اٹھا دیا۔ جب اہل کاروں کی جماعت نے اس کیفیت کا مشاہدہ کیا تو کہنے لگے، جسے اللہ تعالیٰ عزیز رکھتا ہو، ہم اسے ذلیل نہیں کرسکتے۔ بیت

کسے را کہ ایزد کند سر بلند
نیارد کسے سوئے پستش کشند

(جس شخص کو اللہ تعالیٰ سربلند کرتا ہے تو کوئی اس کے سر کو بلندی سے نیچے نہیں لاسکتا)

تذکرہ سیزدہم۔ حضرت امام محمد تقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

نام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر نویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابوجعفر تھی۔ آپ کی کنیت اور نام امام باقر سے بھی موافق ہے، رضی اللہ عنہ۔ اسی بنا پر آپ کو ابوجعفر ثانی کہتے ہیں۔ آپ کا لقب تقی اور جواد تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد (کنیز) تھیں اور ان کا نام خیزران تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ریحانہ تھا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھیں اور ان کا نام سکانہ تھا۔

آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں رجب کے دس دن گزرنے کے بعد بروز جمعہ سنہ ایک سو پچانوے ہجری میں ہوئی تھی اور وفات اس تاریخ سے چھ دن گزرنے کے بعد بروز منگل سنہ دو سو بیس ہجری میں ہوئی اور یہ معتصم کا عہد خلافت تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات زہر خورانی سے ہوئی لیکن پہلی روایت صحیح تر ہے۔ آپ کی قبر آپ کے دادا کاظم کی قبر کے عقب میں بغداد میں ہے۔ کہتے ہیں کہ روئے زمین کے صاحب علم و فضل ہونے کی وجہ سے خلیفہ مامون آپ کا گرویدہ تھا۔ اس نے اپنی دختر ام الفضل کو آپ کے نکاح میں دے کر آپ کے ہمراہ مدینہ روانہ کیا۔ مامون ہر سال آپ کو ایک ہزار درہم بھیجتا تھا۔

آپ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ کے والد رضا کی وفات کے بعد جب آپ کی عمر گیارہ سال کی تھی آپ بغداد کی گلیوں میں لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ جب مامون کی سواری قریب آئی تو سب لڑکے ادھر ادھر بھاگ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں آپ کی محبوبیت کا داعیہ پیدا کر دیا تھا۔ (اس لیے) پر اعتماد رہے۔ (امیر المومنین مامون نے) دریافت کیا، صاحبزادے تم کیوں نہیں بھاگے؟ آپ نے برجستہ جواب دیا، اے امیر المومنین! راستہ تنگ نہیں ہے کہ میں ہٹ جانے سے اسے کشادہ کر دوں میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا ہے کہ آپ سے ڈر کر بھاگ جاتا تیسرے یہ کہ میں اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ آپ بے گناہوں کو نہیں ستاتے۔ مامون کو آپ کی خوبصورتی اور خوش کلامی بہت پسند آئی۔ اس نے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے؟ آپ نے کہا میرا نام محمد ہے۔ پوچھا کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا امام رضا کا۔ مامون شفقت سے پیش آیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب بغداد سے باہر آیا تو ایک باز صحرا کی طرف سے پیچھے چھوڑا۔ وہ باز نظروں سے غائب ہو گیا اس کی پوشیدگی طویل ہوئی۔ بعد ازاں وہ باز اڑتا ہوا واپس آیا اس کی چونچ میں ایک مچھلی تھی جس کی تازگی باقی تھی اور بالکل سلامت۔ مامون کو سخت تعجب ہوا اور اسے اپنے ہاتھوں میں لے کر روانہ ہوا۔ جب مامون اس مقام پر آیا جہاں لڑکے (آپ سمیت) دوبارہ کھڑے تھے۔ لڑکے حسب سابق راستے سے ہٹ گئے اور آپ کھڑے رہے۔ جب مامون آپ کے قریب پہنچا تو کہا اے محمد۔ آپ نے فرمایا اے امیر المومنین میں حاضر ہوں۔ خلیفہ نے دریافت کیا میرے ہاتھ میں کیا ہے؟ آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے دریا میں چھوٹی مچھلی کی صورت پیدا کی ہے۔ بادشاہ اور خلفاء اسے پکڑتے ہیں اور اس کے ذریعے سے چاہتے ہیں خاندان نبوت کا امتحان کریں۔ جب مامون نے یہ بات سنی تو بے حد تعجب کیا اور بڑی دیر تک آپ کو دیکھتا رہا پھر بولا کہ

[illegible]

تحقیق آپ فرزند صالح ہیں اور وہ میرے خلیفہ ہیں وہ آپ کو زیبا تھا [illegible]۔

راویوں نے اس طرح روایت کی ہے کہ مدینہ کے متصل [illegible] آپ کے والد ماجد کو شکایت تحریر کی کہ جو [illegible] میرے سر پر مصیبت حاکم کی [illegible] (یعنی والی) [illegible] مارنا چاہتے ہیں۔ امام نے جواب میں لکھا میں نے تمہیں ان کے ظالم سے [illegible] آدمی کی باتیں نہیں تحریر کرتا۔

آپ نے فرمایا کہ ظلم [illegible] اس کا مددگار اور اس کے ظلم پر خوش ہونے والا سب شریک ظلم ہیں۔ فرمایا کہ ظالم پر [illegible] معاف مظلوم پر [illegible] ظلم سے زیادہ سخت ہوگا۔ آپ نے فرمایا، دشمنوں کا کسی کی برائی پر خوش ہونا مصیبت والے کی مصیبت ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص (نیک) عمل کرے اور اس پر فخر کرے اس کا اول سزا محرومی ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص ہیں ایک وہ کار جو چاہتا ہو [illegible] محال باتیں کرنے کا مریض ہے۔

تذکرہ چہاردہم۔ حضرت امام علی نقی رضی اللہ عنہ کے مناقب

علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہم ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی اور آپ کو ابوالحسن ثالث کہتے تھے۔ آپ کا لقب ہادی اور عسکری مشہور ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں، [illegible] نام [illegible] تھا اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی والدہ [illegible] الفضل [illegible] تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں تیرہ رجب سنہ دو سو چودہ ہجری میں ہوئی اور وفات بمقام سر من رائی جمادی الآخر [illegible] دو سو چون ہجری میں ہوئی۔

آپ کی قبر ان کے مکان میں ہے جو سر من رائی میں آپ کے پاس تھا۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کا مدفن شہر قم میں ہے صحیح نہیں ہے۔ حقیقت صرف یہی ہے اور صحیح یہ ہے کہ شہر قم میں [illegible] بنت موسیٰ رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔

تحقیق رضا علی بن موسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بے شک جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آپ (امام ہادی) ایک بستی میں جو سر من رائی کے قریب ہیں، تشریف لے گئے۔ ایک عربی آپ سے ملنا چاہتا تھا [illegible] بتایا کہ امام فلاں گاؤں میں گئے ہیں۔ وہ آپ کے عقب میں گیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ کس ضرورت نے آنے [illegible]؟ اس نے کہا میں آپ کے جد علی رضی اللہ عنہ کی دوستی سے وابستہ ہوں۔ مجھے ایک عظیم قرض ادا کرنا ہے اور میں اس کی ادائیگی سے قاصر ہوں۔ آپ کے سوا میں کسی کو نہیں جانتا جو اس قرض سے میری گردن چھڑائے۔ آپ نے بشاشت کا اظہار کیا۔ جب [illegible] آپ نے فرمایا میں تم سے یہ بات کہتا ہوں تم اس کے خلاف عمل نہیں کرو گے۔ اس نے یہ فرمان قبول کر لیا۔ پھر اپنے دست

[illegible] امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر [illegible] مطابق [illegible] ہے۔
[illegible] روایت میں [illegible] مطابق [illegible] ۲۵۴ھ۔

صاحب سے ایک تحریر لکھوا دی کہ اسے بحفاظت اپنے پاس رکھے۔ جب میں سُرمن رائی جاؤں تو تم خلیفہ کے حضور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا اور اپنے دل میں کسی طرح خیال نہ لانا۔ جب لوگ حاضر ہوئے اور خلیفہ تشریف فرما ہوا تو اس نے وہ تحریر ان کے سامنے رکھی اور امام ہادی سے پیسوں کا مطالبہ کیا۔ آپ نے کچھ عذر کیے۔ یہ صورت حال جاری تھی کہ متوکل نے تیس ہزار درہم امام ہادی کو بھیجے۔ آپ نے اعرابی کو طلب کیا اور اس کی مشکل حل کر دی۔ اعرابی نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ مجھے امید تھی، آپ نے جو عطا فرمایا اس سے قرضہ ایک تہائی رقم تھا یعنی اللّٰہُ اعلمُ حَیثُ یجعلُ رسالتَہٗ۔"[1] (ترجمہ۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کسے رسالت عطا فرمائے۔)

تذکرہ پانزدہم۔ حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ کے مناقب

حسن بن علی بن محمد بن رضا رضی اللہ عنہ گیارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی اور لقب زکی، خالص اور سراج تھا۔ آپ بھی اپنے والد کی طرح عسکری مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد تھیں اور ان کا نام سوسن تھا، اس کے علاوہ دوسرے نام بھی روایتوں میں آئے ہیں۔ امام ہادی رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام حریث رکھا تھا۔ آپ کی ولادت مدینہ طیبہ میں سنہ دو سو اکتیس ہجری اور وفات سُرمن رائی میں سنہ دو سو ساٹھ ہجری میں ہوئی آپ کی قبر اپنے والد کے پہلو میں ہے۔

تذکرہ ہفتدہم[2] مناقب میں

محمد بن حسن بن علی الرضا رضی اللہ عنہ بارہویں امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو القاسم تھی اور حضرات امامیہ کے نزدیک آپ کے القاب حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزمان ہیں۔ امامیہ کے نزدیک آپ بارہ اماموں کے خاتم ہیں۔ بے شک یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ سُرمن رائی کے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ آپ کی والدہ آپ کی بہت دیکھ بھال کرتی تھیں اور راہ تکتی تھیں۔ آپ سنہ دو سو [illegible] میں اور کہا جاتا ہے کہ دو سو چھیاسٹھ میں اور یہی صحیح تر روایت ہے، پوشیدہ ہو گئے اور امامیہ کے عقیدے کے مطابق ابھی تک پوشیدہ ہیں۔

آپ کی والدہ ام ولد تھیں اور ان کا نام صیقل تھا۔ سوسن، نرجس اور ان کے علاوہ بھی نام روایتوں میں آئے ہیں۔ آپ کی ولادت سُرمن رائی میں سنہ دو سو انسٹھ میں تیئیس رمضان کو ہوئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سنہ دو سو پچپن ہجری میں شعبان کی پندرھویں شب میں ہوئی۔

ابو محمد زکی رضی اللہ عنہ کی پھوپھی حکیمہ نے بیان کیا ہے کہ میں ایک دن ابو محمد رضی اللہ عنہ کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا، اے پھوپھی آج رات آپ ہمارے گھر رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو ایک فرزند عطا فرمائے گا۔ میں نے کہا کہ فرزند کہاں سے ہوگا

---

[1] سورۃ الانعام آیت ۱۲۴

[2] مطبوعہ نسخہ میں [illegible] پر کچھ عبارت ہے۔ تذکرہ شانزدہم ہونا چاہیے، نیز یہ ذیلی عنوان بھی ناقص ہے۔

میں تو نرجس میں حمل کے آثار نہیں دیکھتی۔ فرمایا اے پھوپھی! نرجس موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کی مثل ہے۔ ان کا حمل بچے کی ولادت سے قبل ظاہر نہ ہوگا۔ رات میں وہیں رہی۔ جب آدھی رات ہوئی تو میں اٹھی اور تہجد کی نماز ادا کی۔ نرجس نے نماز ادا کی۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ فجر قریب آگئی اور ابو محمد نے جو بات کہی تھی ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی۔ ابو محمد نے اپنے حجرہ سے آواز دی، اے پھوپھی جلدی نہ کریں۔ میں نرجس جس مکان میں تھی میں واپس ہوئی۔ وہ مجھے راستے میں ملی۔ ان کا جسم کانپ رہا تھا۔ میں نے اسے سینے سے لگایا اور قل ھو اللہ احد، انا انزلناہ اور آیت الکرسی پڑھی۔ ان کے پیٹ سے آواز آئی کہ انہوں نے وہی پڑھا جو میں نے پڑھا تھا۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ مکان روشن ہو گیا اور فرزند کی ولادت ہو چکی تھی۔ روافض نے باتیں کہی ہیں ان کی ولادت سے مہدی پیدا ہوگا جیسا ذکر مہدی کے لطیفے میں بیان کیا گیا ہے۔

صحیح مذہب اہل سنت کا یہ ہے کہ امام مہدی آئندہ زمانے میں پیدا ہوں گے اور روافض جھوٹ کہتے ہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین[۲]

معصومین کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ بارہ اماموں کے بعد چودہ معصومین ہیں جو ان پاک اماموں کی اولاد اور آل ہیں اور جو کم عمری میں وفات پاگئے۔

اول محمد اکبر بن علی مرتضیٰ جو دو سال کی عمر میں وفات پاگئے۔

دوسرے عبداللہ بن امام حسین ہیں جن کی وفات دو سال کی عمر میں ہوئی۔

تیسرے قاسم بن امام حسین ان کی وفات بھی بعمر دو سال ہوئی۔

چوتھے قاسم بن امام حسن جن کا انتقال دو سال کی عمر میں ہوا۔

---

[۱] مطبوعہ نسخے میں صفحہ ۴۵۸ پر عبارت [illegible]

صحیح مذہب اہل سنت [illegible] امام مہدی [illegible] روافض [illegible] لعنۃ اللہ علی الکاذبین

حضرت [illegible] اور اس سے [illegible] حاشیہ [illegible]

پر ثابت [illegible] میں ہے۔ [illegible]

ایک عبارت [illegible] صحیح مذہب [illegible] جناب محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم [illegible]

(یہ عبارت صحیح مذہب [illegible] محمد اسحاق مولوی رامپوری مترجم نے اضافہ کی ہے [illegible])

حضرت [illegible] تحقیق [illegible] کی وضاحت کر دی ہے۔ حسب روایت [illegible] محمد اسحاق [illegible] دہلی میں [illegible] ان کی [illegible] مولوی صاحب کی وفات دہلی میں ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ ملاحظہ [illegible] کی تصنیف "عظمت رفتہ" کراچی اشاعت جدید ۲۰۰۰ء صفحہ ۲۱۳)

پانچویں حسن بن زین العابدین ہیں۔ وہ چھ سال کے تھے کہ ان کی وفات ہوئی۔

چھٹے قاسم بن امام زین العابدین ہیں جن کی وفات بعمر چھ سال ہوئی۔

ساتویں علی بن امام محمد باقر جن کا انتقال چھ سال کی عمر میں ہوا۔

آٹھویں عبداللہ بن امام جعفر صادق جن کی وفات تین سال کی عمر میں ہوئی۔

نویں یحییٰ بن ہادی بن امام جعفر صادق جو تین سال کی عمر میں گزر گئے۔

دسویں حسن بن محمود بن موسیٰ کاظم جن کا انتقال بعمر سات سال ہوا۔

گیارہویں حبیب بن امام موسیٰ کاظم جو سات سال کی عمر میں گزر گئے۔

بارہویں جعفر بن امام محمد تقی جن کی وفات چار سال کی عمر میں ہوئی۔

تیرہویں جعفر بن امام حسن عسکری جو ایک سال کی عمر میں وفات پاگئے۔

چودہویں قاسم بن امام علی ہادی جنھوں نے تین سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

دوسری اولادوں کی تفصیل دوسرے مقام پر بیان کی جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

صحابہ اور تابعین

سعید بن عمر بن زید بن نفیلؓ

ان دس اشخاص میں سے ہیں جن کو ان کی زندگی میں جنت کی بشارت ملی (عشرہ مبشرہ) رسول علیہ السلام نے جنھیں جنت کی بشارت دی تھی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت حضرات صحابہؓ کے پاس آئی اور سعیدؓ کی شکایت کی کہ انھوں نے میری زمین غصب کر لی ہے اور اس پر مکان تعمیر کر رہے ہیں۔ تب لوگوں نے یہ بات سعیدؓ سے کہی۔ انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی نے ناحق ایک بالشت زمین غصب کی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی گردن میں سات زمینوں کا طوق ڈالے گا۔ اس کے بعد کہا اے اللہ اگر سعید پر جھوٹا الزام لگایا ہے تو فیصلہ کر دے کہ وہ اندھی ہو جائے اور یہ فیصلہ جلد کر دے۔ اس عورت کو سعیدؓ کی بددعا کے بارے میں خبر کی گئی۔ وہ باہر نکلی اور سعیدؓ نے مکان کو توڑ دیا اور اس کی چیزیں اپنے مکان میں لگا لیں۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ اندھی ہوگئی۔ جب رات

واقعی تو [illegible] کا ہاتھ پکڑ کر رحمت کی [illegible]۔ ایک رات بچے کا سر [illegible] تو کنویں میں ڈال دی۔

عبادؓ بن بشرؓ اور اسید بن حضیر

دونوں انصاری تھے۔ دونوں ایک اندھیری رات میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ جب اپنے گھر روانہ ہوئے تو ان دونوں میں کسی ایک کے عصا کی نوک روشن ہو گئی۔ اس روشنی میں راستہ چلتے رہے۔ جب ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو دونوں کے عصا سے روشنی پھوٹنے لگی۔

ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ

رسول علیہ السلام کے آخری صحابیوں میں سے تھے۔ [illegible] میں سے تھے (یہ مرتبہ [illegible]) تمام مال خدا کی راہ میں ایثار کر دیا اور اپنے پاس تین دینار رکھے۔ ایک سائل آیا تو ایک دینار دے دیا [illegible] سائل آیا تو باقی اسے دے دیے۔ ان کی خادمہ نے ناراضی کی [illegible] بات ہے [illegible] ہمارے لیے قرض یا [illegible] کا انتظام کیا۔ جب سونے کے لیے گئے تو بستر کو پلٹ دیا۔ اس کے نیچے سے دینار نکلے۔ خادمہ نے کہا کہ جس کی امید پر دینار صرف کر دیے تھے ابوامامہ رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ جب دینار گنے تو تین سو دینار تھے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں انہیں حیرہ روانہ کیا تو ایک شخص جس کا نام عبدالمسیح تھا اسے حیرہ کے لوگوں نے آپ کے پاس بھیجا۔ وہ آپ کی خدمت میں بطور ہدیہ تھوڑا سا زہر لایا جس کی خاصیت یہ تھی کہ ایک ساعت میں اثر کرتا تھا۔ جب عبدالمسیح نے زہر کی شیشی آپ کے سامنے رکھی تو آپ نے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ کہا زہر ہے جو ایک ساعت میں اثر کرتا ہے۔ آپ نے وہ ہتھیلی پر رکھا اور فرمایا **بسم الله وبالله رب الارض والسماء بسم الله الذي لا يضر مع اسمه شيء في الارض ولا في السماء وهو السميع العليم** (اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد سے جو زمینوں اور آسمانوں کا پروردگار ہے اور اس اللہ کے نام سے کہ جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان کی کوئی شے نقصان نہیں پہنچا سکتی) یہ کہہ کر وہ زہر پی لیا۔ کافی وقت گزر گیا آپ کو کچھ نہ ہوا۔ عبدالمسیح واپس آیا اور حیرہ والوں سے کہا کہ خالد رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لو۔ یہ خدائی کاروبار ہے تم ان کا مقابلہ نہ کر سکو گے۔

عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے صاحبزادے تھے۔ مکے میں ایمان لائے اور ابھی بالغ نہ ہوئے تھے کہ اپنے والد کے ساتھ مدینے ہجرت فرمائی۔ ان کی وفات مکے میں ہوئی۔ ایک مرتبہ رمی کر رہے تھے کہ لوگوں سے ہجوم کیا۔ ان کی دو انگلیوں کے درمیان کوئی چیز لگی جس سے ورم ہو گیا اور گہرا زخم لگا۔ اسی تکلیف کے سبب وفات پائی۔ یہ ۷۴ ہجری کا واقعہ ہے، کہا جاتا ہے کہ ۷۳ ہجری کا واقعہ ہے۔ بعض ۸۴ ہجری کہتے ہیں۔ ان کے بارے میں روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے۔ ایک جماعت ملی، اس سے اہل سفر کا حال دریافت کیا۔ جماعت نے بتایا کہ یہاں ایک شیر ہے جس نے راستہ بند کر دیا ہے۔ آپ گھوڑے سے اترے اور شیر کی طرف چلے شیر کے کان اینٹھے اور کہا کہ مسلمانوں کا راستہ ہرگز بند نہ کرو۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس کے کوڑا مارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ آدم کی اولاد جس سے خوف کھاتی ہے وہ آدم کی اولاد پر غالب آ جاتا ہے اور مسلط ہو جاتا ہے۔ اگر آدم کی اولاد سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈرے تو کوئی نہ اس پر مسلط ہو سکتا ہے نہ غالب آ سکتا ہے۔ (اللہ کا ڈر سارے ڈر مٹا دیتا ہے)۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

کبار صحابہ رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ آپ کی ولادت شعب (وادی) میں اس زمانے میں ہوئی جس زمانے میں بنو ہاشم وہاں محصور تھے۔ یہ واقعہ ہجرت سے تین سال قبل کا ہے جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت عطا فرمائے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ تیرہ سال کے تھے۔ آپ نے (عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے) جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے طائف میں سن اڑسٹھ ہجری میں وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر اکہتر سال تھی۔ لوگ آپ کے جنازے میں حاضر تھے کہ ایک سفید پرندہ آیا اور آپ کے کفن میں داخل ہو گیا۔ ہر چند لوگوں نے تلاش کیا لیکن کسی نے نہ پایا۔ آپ کو دفن کرتے وقت کسی پڑھنے والے نے پڑھا۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ۔[1] (اے نفس مطمئنہ لوٹ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، پھر میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو اور میری جنت میں داخل ہو جا)۔

عمران حصین رضی اللہ عنہ

ان کی وفات بصرے میں سن ترپن میں ہوئی۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

---

(1) پارہ ۳۰۔ سورۃ الفجر آیات ۲۷ تا ۳۰۔

اصحاب میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو عمران حصین پر فوقیت رکھتا ہو۔ میرے پیٹ میں تیس سال سے درد ہوتا تھا، وہ تشریف لائے، دم کیا، درد جاتا رہا۔

سلمان بن فارس رضی اللہ عنہ

اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو مدائن کا والی مقرر کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ میں انتقال فرمایا۔ بہت سے اہل علم نے کہا ہے کہ سلمان رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جن کی عمر طویل ہوتی ہے۔ انہوں نے عیسیٰ بن مریم کے وصی کا زمانہ پایا۔ وہ دو سو پچاس سال زندہ رہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی زیادہ سال زندہ رہے اور بعض کتابوں سے منقول ہے کہ ان کی عمر چار سو سال تک پہنچ چکی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ پیشرو چار ہیں میں اہل عرب کا پیشرو ہوں، صہیب روم کے پیشرو ہیں، سلمان اہل ایران کے پیشرو ہیں اور بلال حبش کے پیشرو ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے روز فرمایا، سلمان میرے اہل بیت سے ہیں۔

جب ان کی وفات کا وقت قریب پہنچا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے جس قدر مشک رکھا تھا اس کا کیا کیا۔ اسے پانی میں ڈال کر اچھی طرح حل کرو پھر میرے سر کے اردگرد چھڑک دو تا کہ ایک قوی حالت پیدا ہو جائے کہ نہ کسی انسان کو حاصل ہوئی ہو اور نہ کسی جن کو۔ بیوی نے کہا جیسا تم نے کہا تھا، میں نے اس کی تعمیل کر دی ہے۔ مکان کے اندر سے آواز آئی، اے اللہ کے دوست تم پر سلام ہو اے رسول اللہ کے صحابی تم پر سلام ہو۔ میں گھر میں داخل ہوئی تو میں نے دیکھا کہ ان کی روح (جسم سے) جدا ہو چکی تھی اور وہ اپنے بستر پر اس طرح لیٹے ہوئے تھے گویا سو رہے تھے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک روز سلمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا، اے بھائی ہم میں سے جو پہلے وفات پائے اسے چاہیے کہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ میں نے کہا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ مردے کو یہ قدرت حاصل ہو جائے کہ وہ دوسرے کو خواب میں نظر آئے۔ سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں مومن بندے کی روح کو آزادی حاصل ہوتی ہے کہ وہ زمین پر جہاں چاہے جائے اور کافر کی روح دوزخ میں قید ہوتی ہے۔ اس کے بعد جب سلمانؓ کا انتقال ہو گیا تو ایک روز میں دوپہر کے قیلولے میں سو گیا۔ سلمانؓ میرے خواب میں آئے اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہا، میں نے جواب میں وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ کہا۔ میں نے دریافت کیا اے ابو عبد اللہ! آپ منزل پر کس طرح پہنچے؟ سلمان نے کہا

خیر و خوبی کے ساتھ پہنچ گیا۔ پھر مجھے نصیحت کی کہ توکل اپنی ذات پر، نہ کہ لوگوں پر توکل بہت ہی خوب شے ہے۔

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ

طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد میں مکے گیا۔ قبیلہ قریش کے لوگ میرے پاس آئے اور کہا کہ اے طفیل تم ہمارے شہروں میں ایسے وقت آئے ہو کہ ہمارے درمیان محمد علیہ السلام کی دعوت عام ہوئی ہے۔ ہماری قوم ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور معاملات درہم برہم ہو گئے۔ ان کی باتیں جادو کا اثر رکھتی ہیں حتیٰ کہ بھائی کو بھائی سے اور بیوی کو شوہر سے جدا کر دیتی ہیں۔ ایک دور عرب کے فصیح ترین شاعر (طفیل دوسیؓ) مکے میں داخل ہوئے لوگوں نے انہیں حضرت علیہ السلام سے ملنے سے روکا۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک صاحب فصاحت شاعر ہوں۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ اگر آپ ﷺ کی باتیں معقول ہوئیں تو سنوں گا ورنہ نہیں سنوں گا۔ بہرحال ایک روز وہ ایسے وقت حاضر ہوئے کہ آپ ﷺ کا دُر بار اور گوہر بار کلام ان کے کانوں میں پہنچا جسے سن کر وہ خوش ہوئے۔ ان کے حق میں دعا کی۔ ان کی پیشانی سے یہ نور ظاہر ہوا جو اہل اسلام کی نشانی ہوتی ہے۔

طفیل رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے اور ان کے بیٹے عمرو بن طفیل سخت زخمی ہوئے۔ پھر صحت یاب ہو گئے بعد ازاں امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں جنگ یرموک میں شہید ہوئے۔

حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حسان بن ثابتؓ سے متعلق روایت کرتے ہیں کہ جب قبیلہ غسان مرتد ہو کر قیصر روم سے جا ملا تو وہ آل غسان سے علیحدہ ہو کر رسول علیہ السلام کے حرم میں چلے گئے۔ آل غسان نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حسان رضی اللہ عنہ کے لیے ہدیہ بھیجا۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے حسان رضی اللہ عنہ کو دیا۔ جب حسان رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے دولت خانہ پر پہنچے تو ہدیہ و سلام پیش کیا اور کہا امیر المومنین میں ان حضرات کے آپ میں آل غسان کی خاندان کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حسان قبیلہ غسان نے تمہارے لیے کوئی چیز بھیجی ہے۔ راوی کہتا ہے واللہ اعلم میں اس عجیب بات کو جو حسان رضی اللہ عنہ سے میں نے دیکھی فراموش نہیں کر سکتا کہ انہوں نے کس نعمت کا شوق ظاہر کیا حالانکہ ان کے پاس ایسی (خوشبو والی) کوئی چیز نہ تھی۔ واللہ اعلم۔

[illegible]
[illegible]
[illegible]

لطیفہ ۵۴

ان بعض شعرا کا ذکر جو صوفیۂ صافیہ اور طائفہ عالیہ کے مشرب کا ذوق رکھتے تھے

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ شعر فی حقیقت اپنی ذات میں مذموم نہیں ہے بلکہ اس کے اچھے یا برے ہونے کا حکم اس کے اثرات کے اعتبار سے ہوگا جیسے کہ بیان کیا گیا ہے۔ **ھو کلام فحسنہ حسن و قبیحہ قبیح** یعنی شعر ایسا کلام ہے جس کی خوبی خوب اور بدی بد ہے۔ یہ جو حق تعالیٰ نے آیت پاک **وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ**[1] (اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں۔) میں نبی اور شاعری کی نفی کی ہے تو اس کا سبب واضح ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن پاک کو اس امر کا مظہر ٹھہرایا کہ وہ شعر کی آمیزش کی تہمت سے مبرا ہے، اس کے علاوہ قرآن کی بلاغت کے پرچم کو **بل هو شاعر**[2] (بلکہ انہوں نے (اپنی طرف سے) گھڑ لیا ہے (یہ تو شاعر ہیں) کے الزام کی پستی سے نکال کر **وما علمنه الشعر وما ينبغي له**[3] (اور ہم نے آپ نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان (کی شان) کے لائق ہے) کے اوج تفاخر پر لہرانا مقصود تھا، نہ یہ ثابت کرنا کہ شعر اپنی ذات کی حد تک بری چیز ہے یا شاعر بحیثیت شاعر مطعون اور مذموم معیوب اور قابل مذمت ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ طعنہ زن اس کی تفہیم میں قاصر رہے وہ اسے سلیقہ شعر کا تحفہ نہیں ٹھہرائیں اور معجزہ الوحی نہ کہیں، لہذا انہیں رسوا کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شعرا کے زمرے میں شمار نہ کریں۔ یہ شعر اور شعرا کے مقام کی رفعت اور ان کی قدر آفرینی کی منزلت کی واضح ترین دلیل ہے۔ مزید شعر و حقائق بیان کرنے کی طرح بیان کی صفت سے بلاغت اور قرآن عظیم پر شاعری کی تہمت لگانے کی نفی فرمائی ہے۔

بہر حال اس امر کے باوجود حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم شعرائے متقدمین کے اشعار توجہ سے سماعت فرماتے تھے چنانچہ ایک بار صحابہ میں سے ایک صحابی آپ ﷺ کے ساتھ سواری پر جا رہے تھے اس سے آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں کچھ شاعروں کے شعر یاد ہیں۔ انہوں نے تقریباً ایک سو شعر متفرق سنائے۔ آپ ﷺ نے تحسین فرمائی۔

---

[1] پ ۲۹، سورۃ الحاقۃ، آیت ۴۱

[2] پ ۱۷، سورۃ الانبیاء، آیت ۵

[3] پ ۲۳، سورۃ یٰس، آیت ۶۹

احمد خلیل[1] سے روایت ہے کہ رسول علیہ السلام کی کتاب قصیدہ سے دو شعر منقول ہیں۔[2] (نقل از احمد خلیل است کہ دو بیت از قصیدۂ دفتر رسول ﷺ منقول است)

رضینا قسمة الجبار فینا
لنا علم وللاعداء مال

(ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ نے جو چیز تقسیم کیا ہے ہم اس پر راضی ہیں۔ ہمارے لیے علم ہے اور دشمنوں کے لیے مال ہے)

فان المال یفنی عن قریب
وان العلم باق لایزال

(بے شک مال تھوڑی سی مدت میں فنا ہو جاتا ہے اور بے شک علم ہمیشہ باقی رہتا ہے)

آپ ﷺ کے اصحاب سے بہت سے اشعار (کتابوں میں) نقل کیے گئے ہیں، خاص طور پر حضرت علیؓ کا ایک دیوان ہے، جس کے اشعار و مقولات آفتاب حقائق کا مطلع اور دقیق کلمات کا سرچشمہ ہیں اور جو ارباب تحقیق و تدقیق کا دستور العمل رہے ہیں۔[3] اور اس نصیحت آمیز شعر سے متعلق جو چیز اولیائے کبار اور نامور اہل لغت سے روایت کی گئی ہے اسے شرح و بسط سے بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ بیت

خامہ کلید ست کہ در گنج راست
زیر زبان مرد سخن سنج راست

((حقائق کے) خزانے کے دروازے کی چابی کنجی مرد سخن سنج کے زیر زبان ہوتی ہے)

رودکی

رودکی[4] کا تعلق ماوراء النہر سے ہے۔ وہ مادر زاد نابینا تھا لیکن ایسے ذہین اور تیز فہم تھے کہ آٹھ سال کی عمر میں قرآن

---

[1] [illegible] خلیل بن احمد بصری [illegible] علم عروض [illegible] ۱۷۰ھ میں وفات پائی۔ کتاب العین [illegible] ملاحظہ فرمائیں۔ تاریخ ادب اللغۃ العربیۃ [illegible] جرجی زیدان [illegible]

[2] [illegible] روایت سے متعلق [illegible] ہم کچھ کہنے سے قاصر ہے۔ [illegible] حدیث کی [illegible] مرحوم نے چند شعر حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ سے منسوب [illegible] اپنے حاشیے میں بغیر کسی حوالے کے یہ شعر حضرت علی [illegible] ملاحظہ فرمائیں [illegible]

[3] [illegible] ملاحظہ فرمائیں دیوان کامل [illegible]

شریف حفظ کر لیا اور شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ چونکہ آواز اچھی تھی اس لیے موسیقی کے فن سے لگاؤ پیدا ہو گیا اور عود بجانا سیکھا اور اس فن میں مہارت حاصل کر لی۔ نصر بن محمد سامانی ان کا مربی تھا۔ کہتے ہیں کہ سفر میں دو سو غلام اور چار سو بار بردار اونٹ اس کے ہمراہ ہوتے تھے۔ ان کے بعد کسی شاعر کو یہ طاقت و قدرت حاصل نہ ہوئی۔ اس بیان کی ذمہ داری راوی پر ہے کہ ان کے اشعار کی سو جلدیں برآمد ہوئیں۔ شرح یمینی میں بیان کیا گیا ہے کہ ان کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار تین سو ہے۔ انہوں نے شراب کی صفت میں کہا ہے۔ ابیات:

آں عقیقیں مے کہ ہر کہ بدید
از عقیق گداختہ نشناخت
(جس کسی نے محبوب کے سرخ لبوں کو دیکھا وہ تمیز نہ کر سکا کہ یہ لب محبوب ہے یا پگھلا ہوا عقیق ہے)

ہر دو یک جوہر اند لیک بطبع
ایں بفسرد[1] آں دگر بگداخت
(گرچہ دونوں کا جوہر ایک ہے لیکن از روئے طبیعت ایک ٹھٹھر گیا اور دوسرا پگھل گیا)

نابسودہ دو دست رنگیں کرد
تا چشیدہ بتارک اندر تاخت
(بغیر چھوئے دونوں ہاتھ رنگین کر دیے بغیر چکھے سر میں نشہ پیدا کر دیا)

لوگوں کو نصیحت کرتے ہیں۔ رباعی[2]:

زمانہ پندی آزادگانہ داد مرا
زمانہ چوبی نگری ہمہ پنداست
(زمانے نے مجھے واضح طور پر نصیحت کی کہ اگر تو زمانے کا بغور مشاہدہ کرے تو تمام تر نصیحت ہے)

زروز نیک کساں غم مخور زینہار
بسا کساں کہ بروز تو آرزومند است
(لوگوں کے اچھے دنوں پر برائی کے ساتھ رنجیدہ نہ ہو کیونکہ بہت سے لوگ شاید تیرے زوال کے آرزومند ہوں)

بعض تاریخوں میں یہ واقعہ مذکور ہوا ہے کہ نصیر ابن احمد[3] (سیر و تفریح کے لیے) بخارا سے نکل کر مرو شاہجہاں میں

---

[1] مطبوعہ نسخے میں "بفشرد" نقل کیا گیا ہے۔ مترجم نے دیوان رودکی کے مطابق "بفسرد" کو درست قیاس کر کے ترجمہ کیا ہے۔

[2] یہ اشعار رباعی کے معروف وزن اور قوافی میں نہیں ہیں۔

[3] غالباً سہو کتابت کے باعث "نصیر ابن احمد" نقل ہوا ہے۔ صحیح "نصر بن احمد" ہے جو رودکی کا ممدوح تھا۔ ملاحظہ فرمائیں "سید حسن غزنوی" مصنفہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں صاحب کراچی ۱۹۵۸ء، ص ۲۳۲۔

[illegible] بخش [illegible] اور [illegible] قیام [illegible] کے محلوں اور باغوں کی یاد ستانے لگی انہوں نے رودکی سے [illegible] کی باتیں کیں ([illegible]) چنانچہ رودکی نے چند اچھے شعر نظم کیے جن میں بخارا کے شوق اور اس کی [illegible] سے جذبات تھے اور انہیں مناسب وقت پر عود کے ساتھ بادشاہ کو سنایا۔ رودکی نے

بوی جوی مولیان آید همی
یاد یار مهربان آید همی

(مجھے دریائے مولیاں کی خوشبو آ رہی ہے (اس کے ساتھ) مہربان دوست کی یاد آنے لگی ہے)

ریگ آموی و درشتی راه او
زیر پایم پرنیان آید همی

(دریائے آموی کی ریت اور اس کے راستے کی سختی مجھے زیر پا ریشم کے کپڑے کی مانند محسوس ہو رہی ہے)

آب جیحون از نشاط روی دوست
خنگ ما را تا میان آید همی

(دوست کے دیدار کی خوشی میں (کوئی پروا نہیں) کہ دریائے جیحوں کا پانی ہمارے گھوڑے کی پیٹھ تک آ گیا ہے)

ای بخارا شاد باش و دیر زی
میر زی تو شادمان آید همی

(اے بخارا تو خوش رہ تیری رونق دیر تک قائم رہے تیرا امیر شادمانی کے ساتھ واپس آ رہا ہے)

میر ماه است و بخارا آسمان
ماه سوی آسمان آید همی

(بادشاہ چاند ہے اور بخارا آسمان ہے۔ اب یہ چاند آسمان پر رونق افروز ہو رہا ہے)

میر سرو است و بخارا بوستان
سرو سوی بوستان آید همی

[illegible] ہیں کیونکہ لطائف اشرفی کے مطبوعہ نسخے میں [illegible] (قطعہ) [illegible]

[illegible] آید همی

[illegible]

[illegible] آید همی

[illegible]

(بادشاہ مرد ہے اور بخارا بوستاں ہے۔ یہ مرد اب بوستاں کی جانب جا رہا ہے)

ان شعروں نے بادشاہ کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اپنے خاص گھوڑے پر سوار ہوا اور خیمے میں سے بخارا چلا گیا۔ بعض تاریخ کی کتابوں میں اس واقعے کو سلطان سنجر اور امیر معزی سے منسوب کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حکیم سنائی غزنوی

حکیم سنائی غزنوی[1] کی کنیت ابوالمجد (اور نام) مجدود[2] بن آدم تھا۔ وہ شیخ [illegible] کے [illegible] سے والد [illegible] میں سے تھے جو کہ وہ صوفیہ کے شعراء سے رغبت رکھتے تھے۔ حکیم سنائی کے کلام کو تحقیق کر کے اس کی تصنیف میں شامل کیا گیا ہے۔ کتاب (مثنوی) حدیقۃ الحقیقہ، آپ کے فن شاعری پر اہل معرفت و توحید کے ذوق و وجدان پر قائق و روشن دلائل ہے۔ آپ خواجہ یوسف ہمدانی[3] کے مرید تھے۔ آپ کے توبہ کرنے کا سبب یہ تھا کہ ایک مرتبہ سردی کے موسم میں سلطان محمود سبکتگین نے کافروں کے ملک فتح کرنے کے لیے فوج کشی کی۔ جب وہ غزنین سے باہر نکلا تو آپ نے سلطان کی مدح میں قصیدہ کہا۔ اسے سلطان کی خدمت میں پیش کرنے کی غرض سے جا رہے تھے کہ راستے میں شراب خانے کے سامنے سے گزرے۔ دیکھا کہ ایک مجذوب حقانی مدہوشی اور مستی کے عالم میں ہیں۔ یہ مجذوب اپنی دُردی کی عادت سے مشہور تھے کیونکہ بے توقف جام پر جام چڑھانے کے عادی تھے۔ آپ نے سنا کہ اس مجذوب نے اپنے ساقی سے کہا، سلطان محمود سبکتگین کے اندھے پن کے طفیل ایک قدح بھر دے کہ میں اسے نوش کروں۔ ساقی نے کہا، (ایسی بات نہ کہو) سلطان مرد غازی اور بادشاہ اسلام ہیں۔ مجذوب نے کہا، ناپسندیدہ شخص ہے۔ جو ملک اس کے تصرف میں ہے ابھی اس کا انتظام تو کر نہیں سکتا اس کے باوجود دوسرے ملک فتح کرنے کی دھن میں ہے۔ یہ کہا اور پیالہ پی گیا۔ پھر ساقی سے دوسرا پیالہ طلب کیا۔ یہ کہہ کر طلب کیا کہ اسے سنائی شاعر کے اندھے پن کے صدقے میں بھر دے۔ ساقی نے کہا سنائی بڑے صاحب فضل اور لطیف طبع شخص ہیں۔ مجذوب نے کہا، اگر وہ لطیف طبع ہوتا تو ایسے کام میں مشغول ہوتا جو اس کے لیے مفید ہوتا۔[4] اسی کیفیت میں چند بیہودہ پارۂ ورق کاغذ پر تحریر کیا کہ:

"اسے کوئی کام نہیں آتا، وہ نہیں جانتا کہ اسے کس لیے پیدا کیا گیا ہے"

سنائی نے جب یہ جملے سنے تو ان کی حالت متغیر ہوئی اور اس تنبیہ ہوش کی وجہ سے اپنی غفلت کی مستی سے ہوشیار ہوگئے۔ بعد ازاں طریقت کی راہ میں قدم رکھا اور سلوک میں مشغول ہوگئے۔

---

[1] حکیم سنائی غزنوی کا سال وفات ۵۳۵ھ ہے۔ [illegible] دائرہ تصوف [illegible] ص ۲۰۴

[2] [illegible]

[3] خواجہ یوسف ہمدانی کی کنیت ابو یعقوب تھی۔ آپ نے ۵۳۵ھ میں وفات پائی۔ (دائرہ تصوف [illegible] ص ۲۰۴)

[4] [illegible]

مولانا جلال الدین رومی کے مناقب میں مذکور ہے کہ خواجہ سنائی جس دم قریب مرگ تھے ایک دھیمی سی بات زبان پر لاتے۔ حاضرین اپنے کان ان کے منہ کے قریب لے گئے۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ بیت

باز گشتم زاں کہ گفتم زاں کہ نیست
در سخن معنی و در معنی سخن

(جو کچھ میں نے کہا اس سے واپس آیا کیونکہ کلام میں معنی نہیں ہیں اور معنی میں کلام نہیں ہوتا)

ایک عزیز نے جب یہ شعر سنا تو کہا کہ یہ عجیب حال ہے کہ شاعری ترک کرنے کے باوجود شاعری میں مشغول ہیں۔

آپ ہمیشہ گوشہ نشین اور سب سے الگ تھلگ رہے۔ آپ کے حالات آپ کے اشعار سے ظاہر ہیں۔ بنابریں اس کی کیا ضرورت ہے کہ کوئی شخص آپ کی مدحت کے متعلق کچھ تحریر کرے۔ مثنوی

اے کہ شنیدی صفت روم و چیں
خیز و بیا ملک سنائی ببیں

(اے مخاطب تو نے روم اور چین کی صفت سنی ہے اب اٹھ اور سنائی (کی شاعری) کا ملک بھی آ کر دیکھ)

تا ہمہ دل بینی و بے حرص و بخل
تا ہمہ جاں بینی و بے کبر و کیں

(تو اسے سراسر ایسا دل دیکھے گا جس میں حرص اور بخل نہیں ہے، اسے تمام تر ایسی جان محسوس کرے گا جس میں تکبر اور عداوت نہیں ہے)

پائے نہ و چرخ بزیر قدم
دست نہ و ملک بزیر نگیں

(پاؤں نہ ہونے کے باوجود آسمان زیر قدم ہے۔ ہاتھ نہ ہونے کے باوجود حکم کے ماتحت ہے)

[illegible] دروں علوی زیر است
چوں تہ رود است فلک زیر زمیں

(یہ اس لیے ہے کہ علوی مقام اس کے ماتحت اور آسمان اس کی زمیں سے نیچے ہوتا ہے)

قطعہ:

پیش حساب ہمہ مشتاب [illegible]
بوالکساں اندرو ہزار ہزار

(یہ جہان ناپاک لاش کی مثل ہے جس پر مردار خور گدھ منڈلا رہے ہیں)

ایں مر آں را ہمی زند مخلب
واں مر ایں را ہمی زند منقار

(یہ ناپاک لاش ان کو عاجز کر دیتی ہے اور وہ اسے چونچ مارتے رہتے ہیں)

آخر الامر بگذرند ہمہ
وز ہمہ باز ماند ایں مردار

(آخر کار سب وہاں سے چلے جاتے ہیں اور یہ ناپاک لاش سب سے پیچھے رہ جاتی ہے)

رباعی:

بر مسند سروری سپاہ آمد عشق
بر ہمہ ملک پیکر شاہ آمد عشق
بر کاف کمال کل کلاہ آمد عشق
با ایں ہمہ یک قدم ز راہ آمد عشق

(جب عشق آتا ہے تو بادشاہ تخت حکومت اور ملک ترک کر دیتے ہیں۔ عشق انسان کو اوج کمال پر پہنچاتا ہے یہ تمام عظمتیں اور بلندیاں عشق کی معراج نہیں ہیں بلکہ اس کی راہ میں صرف ایک قدم چلنا ہے)۔

آپ کا ایک قصیدہ ہے جس میں ایک سو اسی سے زیادہ شعر ہیں اور جسے "رموز الانبیا کنوز الاولیا" کہتے ہیں اس قصیدے میں آپ نے (معرفت کے) حقائق و لطائف نیز اصول و دقائق بیان کیے ہیں۔ اس کا پہلا شعر یہ ہے۔

رباعی ؎

طلب عاشقان خوش رفتار
طرب اے مطربان شیریں کار

(اے شیریں کلام مطربو! خوش رفتار عاشقوں کی آرزو شادی کی شرط ہے)

تا کے از خانہ ہیں رہ صحرا
تا کے از کعبہ ہیں رہ خمار

(تمہارا گھر سے ویرانے کی راہ کب تک رہے گی؟ کب تک کعبے سے شراب پلانے والے کے دروازے کے چکر

۱؎ رباعی میں چار مصرعے (دو شعر) خاص وزن اور قافیہ کے ساتھ ہوتے ہیں۔ یہ چار شعر ہیں اور رباعی کے معروف وزن پر بھی نہیں ہیں، اس کے باوجود ان کا عنوان رباعی دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

لکھیں گے)۔

در جہاں شاہدے و ما فارغ
در قدح جرعۂ و ما ہشیار

(معشوق دنیا میں ہے اور ہم فرصت سے بیٹھے ہیں۔ ساغر میں شراب ہے اور ہم ہوشیار ہیں)

زیں سپس دست ما و دامن دوست
زیں سپس گوش ما و حلقۂ یار

(اس کے بعد ہمارا ہاتھ اور دوست کا دامن ہوگا پھر اس کے بعد ہم دوست کے حلقہ بگوش ہوں گے)

حدیقۃ الحقیقت کے علاوہ آپ کی تمام تصانیف حدیقہ کے وزن پر ہیں اور تین دوسری مختصر مثنویاں ہیں۔ مثنوی

اے کہ پرواز بر پریدہ بلند
خویشتن را رہا شمردہ زبند

(اے مخاطب! تم بہت اونچی اڑان اڑ رہے ہو اور اس گمان میں ہو کہ قید سے رہا ہو گئے ہو)

بادہ بر سوے لا مجوز مجوز
دشنہ در دست و صورتست ہنوز

(جائز ناجائز کے فتوے صادر کرنے میں مشغول ہو گئے ہو۔ ہاتھ میں خنجر ہے اور ہیئت بھی ویسی ہی بنا رکھی ہے)

تا تو در بند حبس تا تنگی
تختۂ نقش کلک تکلیفی

(آخر کب تک تابعات کے قید خانے میں بند رہو گے اور کب تک حروف چمکانے والے قلم سے مشق کرتے رہو گے)

مثنوی حدیقہ کے ختم کا سال پانچ سو پچیس ہجری ہے۔

شیخ فریدالدین عطارؒ

آپ شیخ مجدالدین بغدادی کے مرید تھے۔ آپ نے کتاب "تذکرۃ الاولیاء" کے دیباچے میں جو آپ سے منسوب ہے تحریر کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں شیخ مجدالدین بغدادیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا خیریت تو ہے فرمایا مبارک ہیں وہ سپہ سالار جو اس امت میں پیدا ہوئے ہیں۔ رسول ﷺ نے فرمایا ہے، علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی مثل ہیں) میں اس لیے رو رہا ہوں کہ گزشتہ کل میں نے دعا کی تھی کہ خدایا تیرا کوئی کام بے سبب نہیں ہے، مجھے بھی اس جماعت کے افراد میں شامل فرما یا ان لوگوں

میں داخل فرما چکے ہوں ان بزرگوں کو دیکھتے ہوئے مجھ میں ان کے علاوہ کسی دوسری جماعت میں شامل کیے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ اس میں اسی وجہ سے دعا کرتا ہوں کہ میری دعا قبول ہوئی ہے یا نہیں۔

(یہ بھی) بیان کیا گیا ہے کہ آپ عطاری تھے اور آپ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ ایک روز آپ اپنی عطاری کی دکان پر لین دین میں مصروف تھے۔ اسی اثنا میں ایک درویش آیا اور اس نے چند بار "اللہ کے لیے کچھ دو بابا" کی صدا لگائی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ دی۔ درویش نے کہا، اے خواجہ تم جان کیسے دو گے؟ آپ نے فرمایا جیسے تم جان دو گے۔ درویش نے کہا تم میری طرح جان دے سکو گے؟ آپ نے جواب دیا ہاں تمہاری طرح۔ درویش نے اپنا لکڑی کا پیالہ سر کے نیچے رکھا اور لیٹ گیا۔ اس کی جان نکل چکی تھی۔ آپ کا حال متغیر ہو گیا۔ دکان لٹا کر گروہ صوفیہ میں شامل ہو گئے۔

منقول ہے کہ حضرت مولوی بڑھاپے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں اپنی کتاب "اسرار نامہ" عنایت کی۔ مولانا رومی ہمیشہ اس کا مطالعہ کرتے رہتے تھے اور اس کے متعلق شعر بھی کہتے تھے۔

گرد عطار گشت مولانا
شربت از دست شمس نوش نمود

(مولانا جناب عطار کے گرد پھرے اور شربت شمس تبریزی کے ہاتھ سے پیا)

ایک اور مقام پر کہا ہے، بیت

عطار روح بود و سنائی دو چشم ما
ما از پے سنائی و عطار آمدیم

(عطار ہماری روح اور سنائی دو آنکھ تھے، ہم سنائی اور عطار کے پیچھے آئے ہیں)

جس قدر توحید کے اسرار اور حقائق کی وجدانی کیفیت آپ نے اپنی مثنویوں اور غزلوں میں بیان کی ہیں اس قدر مقولات اس گروہ کے کسی بزرگ کے ہاں نہیں پائے جاتے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے۔ متقدمین اور متاخرین اور کاملین کے ملفوظات اس قدر موثر نہیں ہیں جس قدر خواجہ عطار کا کلام موثر ہے بلکہ کبھی ایسا بھی ہوا کہ فقیر کو "منطق الطیر" سے صوری نسبت حاصل ہوئی اور کیفیت سلوک حاصل ہوئی اور کبھی یوں ہوا کہ اس گروہ کے مشکل الفاظ اور پیچیدہ رموز جو کسی طرح حل نہیں ہوتے تھے تو میں نے اس کتاب سے رجوع کیا۔ کتاب ہاتھ میں لیتے ہی پہلے مقامات حل ہو گئے۔ کبھی مطالعے کے وقت متقدمین اور دیگر چند صاحب کی تصانیف پڑھنے کا شوق اور میلان پیدا ہوا۔ سب سے پہلے حضرت خواجہ عطار قدس اللہ سرہ کا خمسہ۔ اس کے بارے میں فرماتے تھے کہ خبردار خبردار خواجہ کے کلام کو فسانہ خیال نہ کریں۔ حضرت شیخ فرید عطار کی تصنیفات، حضرت شیخ شرف منیری کے مکتوبات، شیخ سعدی شیرازی کے کلام، عین القضاۃ ہمدانی کی تصنیفات کے متعلق بہت اچھا اعتقاد رکھتے تھے۔ شیخ اکمل اور ان

نے فقیہوں کی تصنیفات پڑھنے کی بہت ہمت کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ شیخ اکبر کی کتابیں پڑھنے کے سبب بہت زیادہ قابلیت اور قوت معنی کی تحصیل کرتے تھے، [illegible] مذہب عقیدہ فلاسفہ سے خالی نہ رہیں گے۔ حضرت شیخ حسین معزی کے رسائل کے درس میں فرماتے تھے کہ وہ شاہد و توحید ہیں اگرچہ ابتدائی حال کے حامل تھے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ حضرت مخدوم زادہ شیخ نور نور اللہ قبرہ فرماتے تھے کہ سالک کے لیے منطق الطیر کے علاوہ کوئی دوسری کتاب شیخ عطار اور [illegible] ہے بشرطیکہ ذوقی مشرب رکھتا ہو اور صوفیہ کے احوال اس پر نازل ہوئے ہوں۔ بیت

قول معنی [illegible] چو دل [illegible] است
قول شیخ [illegible] همه عالم طلسم [illegible] ست

(ترجمہ: بات حقیقت [illegible] ہے باقی تمام عالم طلسم ہے)

حضرت شیخ عطار نے سن چھ سو ستائیس ہجری میں تاتاریوں کے ہاتھ سے شہادت پائی اس وقت آپ کی عمر ایک سو چودہ سال کی تھی۔ آپ کا مزار نیشاپور میں ہے۔

شیخ شرف الدین مصلح بن عبد اللہ سعدی شیرازی

سعدی شیرازی بزرگ صوفیہ اور [illegible] سے تھے۔ آپ شیخ عبد اللہ خفیف[1] قدس اللہ سرہ کی درگاہ شریف کے مجاور تھے۔ دینی علوم سے کامل تھے [illegible] سے پوری طرح واقف تھے۔ بہت سفر کیے اور ملکوں کی سیاحت کی۔ کئی بار پیادہ حج کیے۔ [illegible] سومنات کے مندر تک پہنچے اور بت کو توڑا۔

آپ نے بہت سے مشائخ کبار سے ملاقات کی۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ دوران سفر بیت المقدس پہنچے وہاں تقریباً چالیس سال تک لوگوں کو پانی پلانے کی خدمت انجام دی۔ ایک روز جبکہ اس خدمت کا ابتدائی زمانہ تھا، آپ [illegible] پیاسوں کے لیے مشک پانی سے بھر کر لے چلے تھے۔ اچانک ایک شخص نمودار ہوا اور آپ سے پانی طلب کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا [illegible] خود ہی پانی پی لو یہ پانی میں پیاسوں کے لیے لے جا رہا ہوں۔ اس شخص نے جواب میں کہا کہ میں تمہارے پانی کی بجائے یہ چاہتا تھا کہ تمہیں احسان کا آب حیات پلاؤں۔ اب جبکہ تم نے قبول نہیں کیا تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ شخص نظروں سے غائب ہو گیا۔ اس کے بعد آپ جس کسی کو پانی دیتے تو کہتے اے خضر پانی پیو۔ چالیس سال تک یہی کہتے رہے کہ اے خضر پانی پیو۔ چالیس سال کے بعد وہی شخص پھر نمودار ہوا اور شیخ کو (روحانی) دولت کا آب حیات مرحمت کیا۔ بعد ازاں آپ شیخ الشیوخ (شہاب الدین سہروردی) کی خدمت میں پہنچے

---

[1] شیخ عبد اللہ خفیف بڑے صاحب فضل [illegible] بزرگ تھے۔ آپ کا نام [illegible] محمد بن خفیف الضبی الشیرازی تھا۔ ۳۳۱ ہجری میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو [illegible] ص ۲۰۲۔

اور ان سے استفادہ کیا۔ تجارت کے ایک سفر میں اپنے شیخ کے ہمراہ تھے۔ آپ کے جس شعر پر ندائے غیبی آتی اسے کتاب اشعار میں نقل کرتے۔ آپ نے سنہ چھ سو اکیانوے ہجری کے ماہ شوال کے نصف آخر میں کسی جمعے کو وفات پائی۔

شیخ فخر الدین ابراہیم المعروف بہ عراقیؒ

شیخ فخر الدین عراقی کتاب "لمعات" کے مصنف ہیں۔ آپ کے اشعار کا دیوان مشہور ہے۔ آپ ہمدان کے نواحی علاقے میں پیدا ہوئے۔ کم عمری میں قرآن پاک حفظ کیا اور بے حد خوش الحانی سے تلاوت کرتے تھے، اسی بنا پر اہل ہمدان آپ کی خوش الحانی کے گرویدہ تھے۔ قرآن حفظ کرنے کے بعد آپ علوم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور سترہ سال کی عمر میں اس علاقے کے مدارس میں مشہور ہوئے۔

ایک مرتبہ قلندروں کی ایک جماعت ہمدان میں وارد ہوئی۔ اس میں ایک صاحب جمال لڑکا بھی شامل تھا۔ عراقی جن پر شراب عشق غالب تھی، اسے دیکھتے ہی سو جان سے اس کے عاشق و طالب ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد قلندر ہندوستان کے سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ نے چند روز تو اپنے آپ کو سنبھالا، لیکن جب محبوب کی جدائی کا احساس حد سے بڑھ گیا تو ہندوستان روانہ ہو گئے۔ قلندر راستے ہی میں مل گئے۔ آپ نے ان ہی کے رنگ ڈھنگ اختیار کر لیے اور ان کی جماعت میں شامل ہو گئے۔ جب قلندروں کی جماعت ملتان پہنچی تو شیخ بہاؤ الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ پھر جب ملتان سے روانہ ہونے لگی تو آپ کے دل میں شیخؒ کی صحبت میں رہنے کی آرزو پیدا ہوئی، ادھر شیخؒ نے بھی تصرف فرمایا۔ آپ نے شیخؒ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخ نے آپ کو خلوت میں بٹھا دیا۔ ابھی اس چلے کے دس دن گزرے تھے کہ آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہوئی اور سخت قوی غلبہ ہوا۔ اسی عالم وجد میں یہ غزل وارد ہوئی۔ بیت:

نخستیں بادہ کاندر جام کردند
ز چشم مست ساقی وام کردند

(پہلے پہل جب (عشق کی) شراب (ان کے) پیمانے میں ڈالی تو ساقی کی چشم مست سے ادھار لے کر ڈالی)

آپ یہ غزل خوش الحانی کے ساتھ بلند آواز سے پڑھتے اور روتے تھے۔ جب اہل خانقاہ نے اس طرح غزل گاتے ہوئے سنا تو دو جماعت یہ بات شیخؒ کے کچھ مصاحبوں تک پہنچی کہ عراقی اس سلسلے کے مشرب کے خلاف غزل پڑھتے ہیں اور گاتے ہیں، حالانکہ سہروردیوں کے مشرب میں سوائے ذکر جہری اور تلاوت قرآن کے دوسری باتوں کی اجازت نہیں ہے۔ شیخ نے فرمایا یہ بات تمہارے لیے منع ہے لیکن عراقی کے لیے منع نہیں ہے۔ چند روز اسی طرح گزر گئے کہ ایک روز اہل خانقاہ میں سے کسی شخص کا گزر شراب خانے کے سامنے سے ہوا۔ اس نے دیکھا کہ شراب پیتے ہوئے مستی کے عالم میں یہ غزل چنگ و رباب کے ساتھ گا رہے ہیں۔ وہ شخص شیخؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال سے آگاہ کیا کہ شیخ حاکم ہیں۔ شیخ (خادم سے) اٹھے اور خلوت کی جگہ تشریف لائے اور فرمایا عراقی تم کیا پڑھ رہے ہو مجھے سناؤ۔ عراقی نے

عراقی نے بھی شیخ کی شان میں یہ منقبت سنائی۔ بیت

چو خود کردند راز خویشتن فاش
عراقی را چرا بدنام کردند

(جب اپنا راز خود ہی آشکار کر دیا تو عراقی کو کیوں بدنام کیا)

شیخ نے فرمایا عراقی تمہارا کام پورا ہو گیا۔ تم نے خانے میں مناجات کرتے ہو خلوت سے باہر نکلو۔ آپ حسب الحکم باہر آئے اور شیخ کے قدموں میں سر رکھ دیا۔ شیخ نے اپنے دست مبارک سے آپ کا سر خاک سے اٹھایا، خلعت مخصوص کر دی اور اپنے جسم مبارک سے خرقہ اتار کر آپ کو پہنایا۔ بعد ازاں اپنی صاحب زادی کو آپ کے نکاح میں دیا جن سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ ان کا لقب کبیر الدین تھا۔ آپ پچیس سال شیخ کی خدمت میں رہے۔ جب شیخ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے آپ کو بلایا اور اپنا خلیفہ مقرر کیا اور رحمت حق کے جوار میں تشریف لے گئے۔ دوسرے لوگوں کی نسبت چونکہ شیخ کی نظر آپ پر زیادہ تھی اس لیے ان میں سے بعض آپ سے حسد کرنے لگے اور بادشاہ وقت تک یہ شکایت پہنچائی کہ آپ کا زیادہ تر وقت شعر گوئی اور صاحب جمال و حسین لڑکوں کی صحبت میں گزرتا ہے بنا بریں آپ حسب سابق خلافت شیخ کے مستحق نہیں ہیں۔ جب مولانا عراقی کو اس شکایت کی خبر ہوئی تو آپ تمام امور سے دست کش ہو گئے اور حرمین شریفین کی زیارت کے لیے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں مقامات کا شرف بڑھائے۔ حج شریف کی زیارت کے بعد آپ روم تشریف لے گئے اور وہاں شیخ صدر الدین قونوی کی صحبت میں ان سے تربیت حاصل کی۔ یہاں ایک جماعت فصوص الحکم پڑھتی تھی، آپ بھی ان سے فصوص سنتے تھے۔ فصوص الحکم کے درس کے زمانے میں آپ نے اپنی کتاب ’’لمعات‘‘ تحریر کی۔ جب کتاب ختم کی تو شیخ صدر الدین قونوی کے ملاحظے کے لیے پیش کی۔ شیخ صدر الدین قونوی نے کتاب پسند کی اور بے حد تحسین کی۔

معین الدین پروانہ آپ کے معتقدوں میں سے تھے۔ ایک روز وہ میدان کی طرف جا نکلے، دیکھا کہ آپ چوگان ہاتھ میں لیے ہوئے لڑکوں کے درمیان کھڑے ہیں۔ امیر معین الدین نے عرض کیا کہ حضرت ہم کس فریق کی طرف ہوں۔ آپ نے اپنی طرف اور ہاتھ سے ایک راستے کی جانب اشارہ کیا۔ امیر اسی طرف روانہ ہو گئے۔ جب امیر نے وفات پائی تو آپ مصر تشریف لے گئے۔ وہاں کے بزرگ استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے اور آپ کو عزت کے ساتھ شہر میں لائے۔ سلطان مصر کو بھی آپ سے کلی اعتقاد پیدا ہو گیا اور آپ کو مصر کا شیخ الشیوخ مقرر کر دیا، لیکن آپ اسی طرح بے تکلف رندوں میں بیٹھتے اور رقص کرتے تھے۔

۱۔ [illegible]

[illegible] آپ [illegible] وہاں [illegible] شیخ [illegible] آپ کی نظر پڑی۔ آپ [illegible] شیفتہ [illegible] دریافت کیا [illegible] کا [illegible] جواب [illegible] بیٹا ہے۔ آپ [illegible] اس لڑکے [illegible] کی طرف [illegible] ایک [illegible] وہاں [illegible] شیخ [illegible] کی شیخ [illegible] بیٹھے [illegible] تو وہاں کہاں سے حاصل کریں گے۔ آپ نے دریافت کیا [illegible] ہے۔ اس نے کہا ہر روز چار درم کما تا ہے۔ آپ نے [illegible] ایسا کام نہ کرے۔ آپ ہر روز وہاں جاتے اور اپنے [illegible] طرف [illegible] شیخ اس لڑکے [illegible] دریافت کیا [illegible] کے ساتھ وہاں میں خلوت کرتے ہیں یا نہیں۔ انہوں نے کہا [illegible] شیخ فخر الدین عراقی [illegible] جو وظیفہ دیتے ہیں [illegible] شیخ عراقی [illegible] ملاقات ہوئی تو سلطان نے کہا، افسوس [illegible] آپ [illegible] منظور [illegible] رقم [illegible] کے اخراجات کے [illegible] مطلوب ہے ہم [illegible]

[illegible] آپ مصر سے شام چلے گئے۔ سلطان مصر نے شام کے ملک الامرا کو لکھا کہ وہ تمام مشائخ [illegible] کے ساتھ شیخ فخر الدین عراقی کا استقبال کرے۔ ملک الامرا کا ایک فرزند [illegible] تھا جوں ہی آپ کی نظر اس پر پڑی [illegible] اپنا سر اس کے قدموں میں رکھ دیا۔ لڑکے نے بھی اپنا سر شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ ملک الامرا آپ کو لے گیا [illegible]

دمشق [illegible] آپ کی [illegible] وہ اس کے اظہار کی جرات [illegible] شیخ مستقل طور پر دمشق میں قیام [illegible] آپ کے فرزند [illegible] ملتان سے آپ کے پاس آگئے اور ایک عرصہ والد کی خدمت میں بسر کیا۔ بعد ازاں شیخ بیمار ہوگئے۔ ایک روز بیٹے کو طلب کیا، وصیت فرما کر رخصت کیا، قطعہ:[1]

در سابقہ چوں قرار عالم دادند
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] قاعدہ قرار [illegible] دور افتاد
سنہ ششصد [illegible] و [illegible] ہم ۶۸۶

اس سے [illegible] میں [illegible] قاعدہ [illegible] تو شاید اسے [illegible] سال کی مراد کے مطابق نہیں رکھا۔ اس قاعدہ قرار سے جو دور جا پڑ [illegible] ہے [illegible] (ہم)

[illegible] قعدہ [illegible] چھ سو چھیاسی ہجری میں [illegible] رحلت فرمائی۔ آپ کی قبر صالحیہ دمشق میں شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کے مرقد کے [illegible] میں ہے۔ اور آپ کے فرزند سعد الدین کی قبر آپ کے پہلو میں ہے، رحمۃ اللہ علیہ۔

امیر حسینی

امیر حسینی رحمۃ اللہ علیہ کا نام حسین بن عالم بن [illegible] حسینی تھا۔ آپ کا وطن گز تھا جو غور کے نواح میں واقع ہے۔ آپ علوم ظاہری و باطنی کے عالم تھے۔ آپ کی تصنیف کنز الرموز سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ آپ بے واسطہ شیخ بہاء الدین [illegible] سے مرید تھے۔ [illegible] لوگوں میں بھی مشہور ہے لیکن میں نے بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ آپ شیخ رکن الدین کے مرید تھے۔ شیخ رکن الدین بیٹے شیخ صدر الدین کے اور شیخ صدر الدین اپنے والد شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی سے مرید تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ان میں سے بعض منظوم ہیں جیسے کنز الرموز اور زاد المسافرین اور بعض نثر میں ہیں جیسے نزہۃ الارواح، روح الارواح اور صراط مستقیم وغیرہ۔ آپ کا ایک دیوان اشعار ہے جس کے [illegible] لطیف ہیں۔ [illegible] سوالات منظوم بھی آپ کے تصنیف کردہ ہیں جن کے جواب شیخ محمود شبستری نے دیے ہیں اور شیخ محمود شبستری کی تصنیف گلشن راز کی بنیاد یہی ہیں۔

آپ کی توبہ کا سبب یہ تھا کہ ایک دن آپ شکار کھیلنے کے لیے نکلے۔ ایک ہرن سامنے آیا۔ آپ چاہتے تھے کہ اس پر تیر چلائیں، ہرن نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا امیر حسینی تم مجھے تیر مارتے ہو، خدا تعالیٰ نے تمہیں اپنی بندگی اور معرفت کے لیے پیدا کیا ہے نہ کہ تیر مارنے کے لیے۔ [illegible] غالب ہوگیا۔ آپ کے باطن میں طلب الٰہی کی آگ بھڑک [illegible] آپ نے [illegible] خود جوگیوں کی ایک جماعت کے ساتھ ملتان آگئے۔ شیخ رکن الدین نے اس جماعت کی ضیافت کی۔ جب رات ہوئی تو انہوں نے حضرت رسالت پناہ ﷺ کو خواب میں دیکھا، فرما [illegible] کہ [illegible] اس جماعت سے نکال کر کام (سلوک) میں مشغول کرو۔ دوسرے روز شیخ رکن الدین نے جماعت سے دریافت کیا کہ تم لوگوں میں سید کون ہے؟ سبھوں نے میر حسینی کی جانب اشارہ کیا۔ شیخ رکن الدین آپ کو ان [illegible] سے [illegible] لے [illegible] اور آپ کی تربیت کی یہاں تک کہ آپ اعلیٰ مقامات تک پہنچ گئے۔ اس کے بعد آپ کو خراسان [illegible] کی اجازت دی۔ آپ ہرات آئے، وہاں کے تمام لوگ آپ سے مرید اور معتقد ہوگئے۔

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ ملتان کے بعض لوگوں سے سننے میں آیا کہ شیخ رکن الدین نے بھی اپنی ایک صاحب

رومی سے تعلق کے عہد میں ہی تھی یعنی شیخ فخر الدین عراقی کا تعلق شیخ صدر الدین صاحب رومی سے ہوا تھا۔ دونوں بزرگوں نے اسی شہر میں اپنی مشہور کتابیں "لمعات" اور "مصباح الارواح" تصنیف کیں۔ دونوں کتابیں شیخ کے ملاحظے کے لیے پیش کی گئیں۔ شیخ نے فرمایا لمعات میں حال کی کیفیت کارفرما ہے جبکہ مصباح الارواح میں حسب خواص اور نسبت عام دونوں حیثیتیں موجود ہیں۔ ہر شخص اپنی استعداد کے مطابق اس سے مستفید ہو سکتا ہے لیکن لمعات دوسری طرح کے معنوں (روشنی) کی حامل ہے۔ شیخ عراقی کی وفات ۲ شوال سن سات سو [illegible] ہجری میں ہوئی ایک دوسری روایت کے مطابق آپ کا سال وفات چھ سو اٹھاسی ہے۔ آپ کی قبر شریف [illegible] میں [illegible] شیخ [illegible] کے مزار کے پہلو میں ہے۔ ۲

شیخ اوحد الدین اصفہانی

شیخ اوحد الدین اصفہانی کے متعلق کہا جاتا ہے کہ آپ شیخ اوحد الدین کرمانی کے اصحاب میں تھے۔ یہ نسبت اسی (صحبت) کی ہے۔ آپ کا ایک دیوان اشعار ہے جس میں بے حد لطیف شعر درج ہیں اس دیوان میں جو ترجیعات (نظم کی ایک قسم) ہیں وہ حقائق و معارف پر مشتمل ہیں۔ ایک مثنوی "جام جم" ہے جو شیخ سنائی کی حدیقہ کے وزن اور اسلوب میں ہے۔ اس کے اشعار بے حد لطیف ہیں۔ اس مثنوی کے چند ابیات یہ ہیں۔ مثنوی

اوحدی شصت سال سختی دید
تا شبی روی نیک بختی دید

(اوحدی نے ساٹھ سال سختی جھیلی تب کہیں جا کر ایک شب نیک بختی کا منہ دیکھا)

[illegible] مجازی هست
در [illegible] [illegible] نیست

([illegible] کا عشق مجازی نہیں ہے اس کو [illegible] تحصیل کیا ہے)

سالها چون فلک بسر گشتم
تا فلک وار دیده ور گشتم

(سالہا سال آسمان کی طرح سر کے بل پھرتا رہا ہوں تب آسمان کی مانند دیدہ ور ہوا ہوں)

[illegible] یار چند داشته ام
چونکه [illegible] [illegible] افراشته ام

۱۔ [illegible]

۲۔ [illegible]

(میں نے رات کی چاندنی سے [illegible] وقت کے لیے ایسا نہیں [illegible])

در درون صحبتیست با یارم
در برون درمیان بازارم

(خلوت میں مجھے دوست کے ساتھ خلوت نصیب ہے، صورۃً میں بازار کے درمیان ہوں)

کس نہ بیند جمال خلوت من
رہ ندارد کسے بخلوت من

(میری خلوت کا جمال کوئی نہیں دیکھتا میری خلوت گاہ میں کسی کا گزر نہیں ہے)

تا [illegible] بدست پیوستست
[illegible] [illegible] [illegible] شست

آپ نے [illegible] سے قصیدہ [illegible] جو [illegible] میں بہت اچھا قصیدہ ہوتا ہے۔ اس قصیدے کے اشعار کی تعداد ایک سو اسی ہوں۔ اس کا مطلع یہ ہے ابیات۔

مرا چو [illegible] نمی [illegible] یار
چوں تواں شد ز بخت برخوردار

(دوست ہماری محبت سے بے تعلق ہے تو ہم کس طرح نصیب سے حصہ پا سکتے ہیں)

[illegible] [illegible] در ہمہ شہر
[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

(سارے شہر میں [illegible] [illegible] ہے [illegible] تغافل اختیار کیے ہوئے ہے)

ہمدمے نیست با کہ گویم راز
محرمے نیست تا بنالم زار

(میرا کوئی ہمدم نہیں ہے جس سے راز کی بات کروں، میرا کوئی محرم نہیں ہے جس تک تنہا زار زار روتا رہوں)

آپ کی قبر [illegible] میں ہے جس پر تاریخ وفات تحریر ہے اور وہ سنہ سات سو اڑتیس ہجری ہے۔

انتقال
[illegible] الدین [illegible]

[illegible] الدین [illegible] نے بھی [illegible] شاعری [illegible] تھے) شاعری کے میدان میں کامل شہرت حاصل کی۔ لوگوں کا خیال ہے کہ آپ کی ذات میں شعر گوئی کے اصول سے ماورا کوئی اور طور کی ودیعت کیا گیا تھا جس کے مقابلے میں شعر کی حیثیت

[illegible]

مرتبہ رکھتی ہے، جیسا کہ خود فرماتے ہیں، بیت

شعر چه باشد بر من تا که از آن لاف زنم
هست مرا فن دگر غیر فنون شعرا

(شعر ایسی کیا چیز ہے جس سے میں شیخی ماروں۔ میرا فن دوسرا ہے جو فن شعر سے مختلف ہے)

آپ کا کلام اس مشاہدے پر مبنی ہے۔ قطعہ

صورت من همه او شد صفت من همه او[1]
لاجرم کس من و ما کس نشنود اندر عدم

(میری صورت تمام تر اس کی صورت اور میری صفت تمام تر اس کی صفت ہو گئی ہے)

زهرم نیست دگر تا که بگویم آن نیست
چون بگویم مرا باید گفتن که منم[2]

(میں کسی بے وجود کے پرواہ نہیں دیتا جو مجھے نہیں پہچانتے۔ جب غیرت سے پیش آئیں تو کہنا چاہیے کہ میں ہوں)۔

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔ قطعہ[3]

عشق کی فشرد پای بر بساط کبریا
بر دو دست بجست هستی ما را
ما و شما را همه نیست خود مراست
زانکه نه گنجد درو زحمت ما و شما

آپ کا بہت سا کلام اسی نوعیت کا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو صوفیہ کے پاک مشرب سے شرب کلی حاصل تھا۔ آپ المستعصی نور اللہ کے عہد حکومت میں تھے۔ آپ نے عربی قصیدے میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن ایک دوسرے مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ کوشیر کے والی، شروانشاہ اور منوچہر آپ کے ممدوح تھے۔ شروانشاہ نے جسے خاقان بھی کہتے تھے آپ کی تربیت کی تھی۔ وہ قصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ شروانشاہ اور فلکی کے درمیان گفتگو ہو رہی تھی۔ شروانشاہ نے کہا کہ شعراء حضرت بادشاہوں کی مصاحبت میں خوش طبع ہو جاتے ہیں اور شعر کی قابلیت پیدا کرتے ہیں اور فلکی کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا

---

[1] پہلا مصرع ... [illegible] ... دوسرے مصرعے میں مطلب ... [illegible]

[2] پہلا مصرع ... [illegible] ... مصرع ... [illegible]

[3] اس قطعے میں ... پہلے مصرعے ... [illegible]

ے۔ آخر میں یہ بات طے ہوئی کہ [illegible] کی تربیت کی جائے۔ بادشاہ نے ایک بڑھئی کے لڑکے کو حاصل کیا اور اس کی تربیت کی جانب متوجہ ہو گیا۔ پہلے اسے تعلیم کے لیے مقرر کیا۔ جب لیاقت پیدا ہوئی تو اس سے کہا کہ کبھی کبھی شعر بھی کہا کرو، اور اس کے معقول وظیفے [illegible] شعر گوئی کی تعلیم اور [illegible] سے ترغیب دیا کرتا۔

(ایک روز) جب وہ لڑکا خاقان کی خدمت سے کتب خانے جا رہا تھا تو اس نے راستے میں ایک اونٹ دیکھا جس نے روئی کے کھیت کی طرف سر دراز کیا تھا۔ اسے دیکھ کر اس کے دل میں آیا کہ میں یہ شعر موزوں کروں۔ بیت:

اے اشتر کژ گردنا دانم چہ خواہی کردنا
گردن دراز کردہ پنبہ بخواہی چردنا

(اے کج گردن اونٹ میں جانتا ہوں تو کیا کرنا چاہتا ہے۔ گردن لمبی کر کے روئی چرنا چاہتا ہے)

لڑکا جب دوسرے روز خاقان کی خدمت میں آیا تو یہ شعر کاغذ پر لکھ لایا۔ بادشاہ نے یہ شعر پڑھا تو اسے ہنسی آ گئی۔ فرمایا [illegible] اصل لفظ یہ کاغذ [illegible] ہیں۔ پھر اسے اپنی خواب گاہ کی چھت کی کڑی میں محفوظ کر دیا اور لڑکے کو برابر (شعر کہنے کی) ترغیب دیتا رہا۔

(اس کے بعد) ایک اتفاق ہوا کہ اراکین دولت نے باہمی مشورے کے بعد طے کیا کہ بادشاہ کو ہلاک کر دیا جائے۔ تجویز یہ قرار پائی کہ حجام کو بہت مال دیا جائے اور اسے بہت سا زر دے دیا جائے کہ جب وہ تنہائی میں خط بنانے جائے تو اس کا کام تمام کر دے (بادشاہ کو ہلاک کر دے)۔ حجام نے اس تجویز کو قبول کر لیا چنانچہ فرصت کے وقت اسی خلوت خانے میں جس میں کاغذ رکھا ہوا تھا داخل ہوا۔ [illegible] میسر نہ ہوا۔ اس نے سوچا کہ ٹھوڑی کے نیچے بال تراشتے ہوئے سر کاٹ دیا جائے۔ جب بادشاہ کا سر جھکا اور اس کی نظر کاغذ پر پڑی تو بے ساختہ پڑھا۔ مصرع:

اے اشتر کژ گردنا دانم چہ خواہی کردنا

(اے کج گردن اونٹ میں جانتا ہوں تو کیا کرنا چاہتا ہے)

حجام کے ہاتھ پاؤں کانپ گئے اور وہ بادشاہ سے معذرت کرنے لگا اور سارا راز اگل دیا کہ بادشاہ میں بے قصور ہوں، آپ کے امیروں نے آپ کے مارنے کی سازش کی تھی۔ بادشاہ کچھ دیر حیرت میں مبتلا رہا پھر جب اس سے استفسار کیا تو حجام نے تمام قصہ بیان کر دیا۔ بادشاہ نے اس شعر کو بڑی نعمت خیال کیا کہ اس کے سبب ہماری جان بچی۔ اس نے لڑکے کو طلب کیا اور اپنے لقب خاقان کی نسبت سے اسے خاقانی کا لقب عطا کیا۔ خاقان ہی کی تربیت سے خاقانی اس مرتبے کو پہنچے کہ متقدمین شعرا کے پیشوا قرار دیے گئے۔ آپ کے والد چونکہ بڑھئی تھے اس کی نسبت سے آپ نے یہ شعر تخلیق کیا۔

بیت:

[illegible]

نوح نہ بس علم داشت گر پدر من بدے
قطرہ بجستے زچوب بہر طوفان و

(حضرت نوح کا علم کافی نہ تھا اگر وہ میرے باپ ہوتے تو کشتی سے طوفان [illegible])

جہاں تک قافیے کی حد کمال ختم ہوتی ہے حضرت شاہ کی قدرت [illegible] کی ابتدا ہوتی ہے۔ یہ [illegible] سے [illegible] چونکہ بھی ہوئی تھی آپ نے حکیم سنائی کے قصیدہ [illegible] کا جواب بھی لکھا تھا۔ اس کے اشعار کی تعداد ایک سو اسی ہے اور اس میں تین مطلعے ہیں۔ ابیات،

الصبوح صبوح کا [illegible]
النہار نہار کا [illegible]

(کہتے ہیں کہ کامیاب ہیں، [illegible] ہیں کہ کامیاب ہیں)

کارے از روشنی چو آب [illegible]
یارے از خوش دلی چو باغ بہار

(روشنی سے کام دریا کے پانی کی مانند چمکدار ہے۔ دوست خوش دلی سے باغ بہار ہے)

خیز بے گاہ تا بوقت صبوح
می کند عاشقان زدیدہ نثار

(نیند سے بے وقت اٹھ جا کہ صبح کے وقت تک اپنا دیدار نثار کرتے ہیں)

قصیدے کے آخر میں کہتے ہیں، ابیات:

ایں قصیدہ ز بس سبعیت
تا کن است از غرایب اشعار

یہ قصیدہ تمام سابق قصائد سے بڑھ کر ہے گویا کہ [illegible] شعر [illegible] سے [illegible] ہیں۔

[illegible] گردد آمیزد
کعبہ بر من فشاندے اسرار

(اگر اس قصیدے کو کعبے کے دروازے پر لٹکائیں تو کعبہ مجھ پر [illegible] نثار کرے)

در قفس تنگ رفتے [illegible]
وہم اوراقیں کند انکار

([illegible] حکایت کے پیچھے ایک حقیقت ہے جو [illegible] ہے لیکن انکار کرنے والا کسی بات پر یقین [illegible])

آپ کی وفات سنہ پانچ سو [illegible] میں ہوئی۔

حضرت نظامی گنجوی

آپ ظاہری اور باطنی علوم اور روحانی تصرفات سے کلی طور پر بہرہ مند تھے لیکن اپنے علوم کا اظہار نہ کرتے تھے۔ کسی نے ایک بزرگ سے نقل کیا ہے کہ آپ عجیب و غریب علوم مثلاً کیمیا اور سیمیا سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ سیمیا (طلسم سازی) کا تعلق ایسی علامات سے ہے جن میں ہوش و حواس معطل ہو جاتے ہیں۔ یہ علم بھی آپ سے منسوب تھا۔ ایک بادشاہ نے آپ کو مدعو کیا کہ تشریف لائیں۔ شیخ نے اپنے قدم قناعت اور گوشہ نشینی کے دامن سے کھینچ لیے تھے بادشاہ کے حکم پر کوئی توجہ نہ دی۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے اگر شیخ ہمارے ہاں نہیں آتے تو ہم ملاقات کے لیے جائیں گے۔ بادشاہ اپنے ارکانِ دولت اور امراء میں سے چند کے ساتھ سوار ہو کر شیخ کے مکان کی طرف چلا۔ جب آپ کے حجرے کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ شاہی سراپردہ، زرق برق شاہی خیمہ اور طرح طرح کے دوسرے خیمے کھڑے کیے گئے ہیں۔ بہت بڑا لشکر صف باندھے کھڑا ہے۔ بادشاہ آگے بڑھا تو سب تعظیم کے لیے آئے۔ صرف ہر پردے سے [illegible] کا [illegible] رکھا۔ ولی ارکانِ دولت حیران رہ گئے اور اپنے آپ کو بھول گئے۔ جب بادشاہ کو اندر لے گئے تو اس نے دیکھا کہ شیخ شاہی لباس پہنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ مختلف قسم کے [illegible] بہت سے خدمتگار ہاتھ باندھے آپ کے سامنے کھڑے ہیں (اس کے علاوہ) زرین کمر بستہ اور خنجر کشیدہ سپاہی آپ کے گرد کھڑے ہیں۔ بادشاہ اس وہم میں مبتلا ہو گیا کہ کہیں یہ سپاہی مجھے قتل نہ کر دیں۔ جب آپ نے دیکھا کہ بادشاہ وہم میں مبتلا ہے تو آپ نے اپنا تصرف برطرف کر دیا۔ بادشاہ نے دیکھا کہ شیخ پرانی گدڑی جسم پر ڈالے ویرانے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے تبسم کیا اور فرمایا دنیاوی جاہ و دولت ایسی چیز ہے [illegible] پر ناز کرتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔ بادشاہ نے بہت معذرت کی۔

اس طرح کی بہت سی باتیں آپ سے متعلق نقل کی گئی ہیں۔ آپ حکیم پیشہ تھے اور علم کیمیا سے واقف تھے بلکہ سکندر نامے کے حصہ ثانی میں اس کے بارے میں اشارہ بھی کیا ہے۔ آپ کی قوت روحانیہ اعلیٰ مرتبے کی ہے۔ کسی شخص نے آپ کے شعر میں دخل نہیں دیا۔ جس کسی نے اس بات کا تھوڑا سا بھی اظہار کیا اس کا مرتبہ [illegible] ہو گیا۔ آپ کا [illegible] کلام متفق طور پر کتاب میں مذکور ہے۔ جو شخص کسی بھی نیت سے آپ کا کلام پڑھتا ہے تو اس کا مقصد پورا ہونے کا جیسے کہ خود فرمایا ہے۔ بیت؛

[illegible] نا امید شب [illegible] بدست
[illegible] گورد ہر مراد [illegible] کہ جست

(اگر تا سید محمد [illegible] کلام کو [illegible] میں سے (پڑھتے) تو [illegible] کی جو کچھ مراد ہے پوری ہوئی) آپ کی (وفات کی) تاریخ مخدوم [illegible] سے نکلتی ہے جس [illegible] آٹھ سو [illegible] ہجری ہے)

حضرت قدوۃ الکبریٰ فرماتے تھے کہ آپ کی مثنویاں خواجہ [illegible] کے نام سے مشہور ہیں، ان میں سے [illegible] سلطان کی فرمائش پر لکھی گئی ہیں۔ آپ کا بہت سا کلام ایسا ہے، جس کی نظیر سامنے نہیں آئی۔ لوگوں نے اس کا جواب لکھنے میں بہت کچھ سر کھپایا لیکن کوئی عہدہ برآ نہ ہوا [illegible] نے کسی قدر کامیابی حاصل کی ہے اور بہت خوب [illegible] یہ مقام بھی انہیں حضرت سلطان مشائخ کی توجہ کی برکت سے حاصل ہوا۔

شیخ کمال خجندی قدس سرہ

شیخ کمال خجندی قدس سرہ بہت ہی بزرگ ہستی تھے۔ شعر گوئی سے شغف رکھتے تھے اور اشعار میں رموز [illegible] کا شمار کرتے تھے [illegible] باطن سے محبوب [illegible] اور محبوبیت کی رعایت کی راہ میں [illegible] چنانچہ فرماتے تھے۔ بیت

[illegible] تقلب [illegible] اندر شعر من
کلمی [illegible] حرمے [illegible] من [illegible] است

(میرے شعروں میں یہ تکلفات [illegible] جیسے (اشعار) مجھ سے [illegible] کی نقل ہیں ([illegible] کے [illegible] ہیں)

آپ ہمیشہ ریاضات و مجاہدات میں مصروف رہے۔ حضرت خواجہ فرماتے تھے کہ آپ [illegible] سال میں مقیم رہے۔ حیوانی گوشت نہیں کھاتے تھے۔ آپ کے مکاشفات، شعر اور ان کے معانی سے [illegible] کی تعریف اور توصیف سے مستغنی ہیں۔ آپ کی وفات [illegible] ہجری میں ہوئی۔ آپ کی قبر تبریز میں ہے اور لوح مزار پر یہ شعر کندہ ہے۔

بیت

[illegible] کعبہ [illegible] رفتی
[illegible] آدمی [illegible] مردانہ رفتی

(اے کمال تو کعبے سے دوست [illegible] تجھ [illegible] اور [illegible] آفریں ہے کہ کیا مردانہ وار گیا)

[illegible] کنسبی یا حمیر [illegible] کنسبی یا حمیر [illegible]

[illegible] آپ کی وفات [illegible]

[illegible]

[illegible] (جلد اول) [illegible]

[illegible]

مولانا محمد شیریں معروف بہ مغربی قدس سرہ

آپ شیخ اسماعیل سیسی کے مرید تھے جو شیخ نور الدین عبد الرحمن اسفرائنی قدس سرہ کے اصحاب میں سے تھے اور اپنے عہد میں اپنی مثال آپ تھے۔ [illegible] آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کے اصحاب میں سے ایک بزرگ سے خرقہ حاصل کیا تھا۔ ذوق [illegible] کشف حاصل ہے۔ آپ کے کمالات آپ کی تصنیفات (سے ظاہر ہیں) جن میں دیوان مشتمل شامل ہے۔ [illegible] مجموعہ ہے جس میں کلی طور پر علم تصوف درج ہے۔ حق یہ ہے کہ اسے نظیر نہیں [illegible] مختصر [illegible] ذوق و عرفان تصوف کی [illegible] سے آپ کی ملاقات کا موجب [illegible] لطیفہ سابق میں ہو چکا ہے۔

ایک مرتبہ شیخ اسماعیل سیسی نے آپ کو [illegible] مولانا مغربی وہاں بیٹھے تھے اور ایک عرب [illegible] شیخ کی خدمت میں پیش کیا بیت

[illegible]
[illegible]

(جب [illegible] ذات [illegible] صفات [illegible] وحدت ہو گئے۔)

شیخ نے [illegible] آپ کی وفات سات سو [illegible] ہجری میں ہوئی۔

شمس الدین محمد حافظ

آپ کو حضرت قدوۃ الکبرا کے ساتھ مصاحبت حاصل رہی ہے۔ انہوں نے بہت بہت پسند [illegible] سے متعلق چند مقامات پر ان کے شعر تحریر کیے ہیں۔ [illegible] حقیقت [illegible] تھے اور مجذوب [illegible] تھے۔ ان [illegible] جنہیں صدارت کی عنایت سے منصب [illegible] حاصل [illegible] ان کا کلام اس درجے بلند معانی کا حامل ہے کہ اس گروہ میں سے کسی کو یہ توفیق حاصل نہ ہو سکی۔ ان کے کلام کو لسان الغیب (غیب کی زبان) کہتے ہیں۔ ان کی وفات سات سو بانوے ہجری میں ہوئی۔ دوسری روایت کے مطابق سات سو اکانوے ہجری میں ہوئی اور دوسری روایت [illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

سلطان الشعراء امیر خسرو دہلوی

امیر خسرو [illegible] اہل فضل کا خلاصہ تھے۔ آپ اسرار صوفیہ [illegible] [illegible] آپ [illegible] تھے [illegible] سلطان [illegible] [illegible] تھے

جب [illegible] کی خدمت میں [illegible] بہت [illegible] رکھتے تھے [illegible] آپ طلب میں [illegible] آپ نے سب علوم میں مہارت پیدا کی [illegible] حاصل [illegible] حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں [illegible] حضرت [illegible] ایک روز ارشاد ہوا کہ شعر میں [illegible] اگر تم [illegible] زمانہ ہوگا۔ یہ ایک اشارہ تھا [illegible] وگیسو میں الجھ گئے۔ ایک رسالہ شعر اور صنائع کے متعلق حضرت سلطان المشائخ کی خدمت میں [illegible] قاعدے اور قاعدے [illegible] حضرت کی [illegible] میں قصیدہ [illegible] حضرت سلطان المشائخ کی [illegible] قصیدہ [illegible] خدمت شیخ میں پیش [illegible] (حکایت) [illegible] اس سے [illegible] پیدا [illegible]

[illegible] آپ [illegible] شیخ [illegible] کی [illegible] آپ نے [illegible] میں [illegible]

حضرت [illegible] تھے۔ (بیت) [illegible] آپ [illegible] حضرت سلطان المشائخ کی [illegible] اور سلطان المشائخ [illegible]

[illegible] آپ [illegible] حضرت

سلطان [illegible] آپ [illegible] آپ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] آپ [illegible]

(حقیقی) تربیت تجلیات احدیہ (کے عہد) سے [illegible] آپ [illegible]

اوراد و وظائف ترک نہیں کیے [illegible] آپ [illegible]

[illegible] مشغولیت [illegible]

[illegible] حضرت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] خصوصیت [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]) [illegible] سے [illegible] بشارت
[illegible] بشارت [illegible] وقت [illegible]

[illegible]
[illegible] کائنات [illegible]

([illegible] تمام کائنات شامل تھی)

[illegible]

([illegible])

[illegible]
[illegible]

([illegible])

[illegible] حصول عرفان، وصول وجدان
[illegible] قدموں [illegible]

[illegible]
[illegible] بشارت [illegible]

([illegible] سعادت کی بشارت دی)

[illegible]
[illegible] سعادت [illegible]

([illegible] سعادت [illegible])

مشہور شاعر حسن جزی

حسن جزی [illegible] حاصل تھی [illegible] [illegible] آپ کی [illegible] [illegible] آپ [illegible] [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] جمعیت خاطر حاصل ہوئی

[illegible]

[illegible]

[illegible] ۱۹۹۹ [illegible]

لطیفہ ۵۵

چند کرامات کا بیان جو حضرت قدوۃ الکبریٰؒ سے بعض لوگوں کی نسبت ظاہر ہوئیں

[illegible] حضرت قدوۃ الکبریٰ سے [illegible] کو سمیٹنا اور بیان کرنا [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(آپ سے [illegible] طبیعت لوگوں سے [illegible])

[illegible] حضرت قدوۃ الکبریٰ کی کرامات [illegible]

پہلی کرامت قصبہ چانڈی پور بڈھ میں شیخ زاہد کی ولایت کا سبب ہونا

ایک مرتبہ حضرت قطب چانڈی پور [illegible] میں شیخ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

خوبیوں اور عمدہ وصفوں سے آراستہ و پیراستہ تھے [illegible] تھے۔ [illegible] میں یہ بات مشہور تھی کہ [illegible] کی رات آپ تہجد سے [illegible] ہو جاتے ہیں۔ جب تحقیق [illegible] تو پتہ چلا [illegible] شیخ [illegible] ہاتھ [illegible] مسجد [illegible] ہیں [illegible] کے علاوہ [illegible] سے [illegible] ہیں۔ [illegible] شیخ [illegible] سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ جب حضرت قدوۃ [illegible] شیخ [illegible] میں [illegible] تو فرمایا آپ پر رحمت ہو کہ اللہ کے راستے میں [illegible] شفقت اور رحمت کا طریقہ [illegible] شیخ [illegible] شیخ [illegible] میں [illegible] تھے [illegible] پشت پناہ پڑھا قطعہ

پناہ [illegible] پشت جہانی [illegible]
[illegible] پشت جہان [illegible] رحمت [illegible]
[illegible] پشت [illegible]
[illegible] حبیب [illegible] فریدی و حمیدی

(آپ پناہ عالم ہیں، آپ [illegible] رحمت پشت [illegible] آپ نے [illegible] میں [illegible] کی حیثیت سے جو اپنے [illegible] فریدی [illegible])

[illegible] کے وقت حضرت شیخ [illegible] پیدا [illegible] کے وقت اس قدر [illegible] ایسے [illegible] میں بیٹھ جاتے ہیں۔ [illegible] تھوڑی [illegible] ہوگئے۔ لوگوں [illegible] آپ [illegible] مبارک سے [illegible] قبر پر [illegible] (چوٹی) [illegible] ہو جاتے ہیں [illegible] شیخ [illegible] آپ [illegible] مبارک [illegible] ہو [illegible] معلوم ہو۔

دوسری کرامت — نظام آباد کے قریب گاؤں میں مسلمانوں کی دولت ہنود کو بخشش

نظام آباد سے قریب ایک گاؤں ہے جس میں ہندو اور مسلمان دونوں [illegible] رہتے ہیں۔ اتفاق سے [illegible] کا وہاں [illegible] چونکہ [illegible] نسبت [illegible] آپ نے [illegible] مسلمانوں کی مسجد میں قیام [illegible] یہ گاؤں [illegible]

---

۱ [illegible]

۲ [illegible]

[illegible]

تیسری کرامت۔ شیخ نصیر الدین کے توکل کے سبب جون پور کے قریب موضع [illegible] کا جلنا

[illegible]

چوتھی کرامت۔ دریائے ٹونس کے کنارے قصبے کا ویران ہونا

[illegible]

[illegible]

پانچویں کرامت - بھتیجے کا [illegible]

[illegible]

چھٹی کرامت - سوءِ جرات کے نتیجے میں حضرت قدوۃ الکبریٰ کے غضب کے باعث [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

([illegible])

[illegible]

[illegible]

([illegible])

ساتویں کرامت — آپ کا قصبہ بدگلی میں پہنچنا اور آپ کے حکم سے دریا کا طغیانی سے باز رہنا

[illegible] آپ نے قصبہ بدگلی میں قیام فرمایا [illegible] آتا تھا [illegible] فصلیں تباہ و برباد ہو جاتی تھیں اتفاق سے اس سال (دریا کی) طغیانی [illegible] گاؤں کے مسلمانوں کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا [illegible] نقصان ہوتا ہے [illegible] فصلیں [illegible] آپ نے [illegible] فرمایا

[illegible] حق تعالیٰ کے حکم سے [illegible] تو تجھے چاہئے [illegible] کے حکم سے جو حد مقرر [illegible] سے تجاوز نہ کرے

جب آپ کا حکم [illegible] حد مقرر کر دی [illegible] دریا اللہ کے حکم سے تجاوز [illegible] مقام سے [illegible]

[illegible] معرفت حق
[illegible] گوید
[illegible]
[illegible]

(معرفت حق میں [illegible])
([illegible])

آٹھویں کرامت — [illegible] کے شہر میں [illegible] کے حجرے میں پہنچنا اور عرفہ سے آواز آنا

[illegible]

[illegible]

([illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible] آگے بڑھا۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اشارہ [illegible] فرماتا تھا [illegible] آپ [illegible] شریف میں پیادہ مناسک ادا کیے اور تین دن وہاں [illegible] آیا کہ اب [illegible] پیچھے [illegible] خیال [illegible] حضرت [illegible] قدم [illegible] آپ نے فرمایا [illegible] حقیقت قطعہ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

([illegible])

نویں کرامت۔ احمد آباد میں پتھر کی تصویر میں جان ڈالنا اور گل خنی کے حوالے کرنا

حضرت قدوۃ الکبرا [illegible] آپ [illegible] حقیقت [illegible] تصویر [illegible] ایک تصویر [illegible] شامل [illegible]

[illegible]

([illegible])

[illegible] حضرت قدوۃ الکبرا [illegible] آپ کی نظر [illegible]

[illegible]

رقّت طاری ہوئی [illegible] تصویر [illegible] حاصل [illegible] آپ کا [illegible] تھا [illegible]
[illegible] قطعہ

[illegible] کا [illegible]
جو بہ صورت [illegible]
وصید روح [illegible] دم در دراں [illegible]
شدہ بصورت روحانیاں و گشت رواں

(اس وقت [illegible] تصویر [illegible] نے [illegible]
[illegible] چلے گئی)

دسویں کرامت — [illegible] بیٹے [illegible] بے مثل شاعر بنا دینا

[illegible] متقدمین کا خلاصہ تھے۔ [illegible] طبیعت
[illegible] تھی [illegible]
طبیعت شعر [illegible] حضرت [illegible] بچے [illegible]
لے آئے اور [illegible] تھے [illegible]
آپ کی خدمت میں [illegible] اور عرض کیا [illegible] طبیعت [illegible]
[illegible] حضرت [illegible] بات [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] شعر [illegible] قطعہ

[illegible]
[illegible]
[illegible]
ہم [illegible] کے [illegible]

[illegible] جس کے باعث ہم موتی اچھالتے [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

گیارہویں کرامت سید علی سے متعلق جنہوں نے خطاب جہانگیری پر اعتراض کیا تھا

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہاں تک کہ [illegible] یہ بات [illegible] ولایت کے حسن کے ساتھ یہاں آ گیا ہے اور اس کا کشف محقق ہو جاتا ہے۔ جب بات یہاں تک [illegible] اعتراض میں ڈالا (سب سے پہلے یہ اعتراض کیا) کہ حضرت [illegible] معنوی [illegible] پر مشتمل ہے (جس میں عالم ملکوت و ناسوت دونوں شامل ہیں) اور ظاہری و باطنی دونوں [illegible] کس طرح [illegible] سکتے ہیں کیونکہ [illegible] جس قدر اولیاء اور اصفیا ہوئے ہیں [illegible] صرف آپ ہی میں کیا خصوصیت ہے [illegible] اور مقامات کے [illegible] کسی قسم کی بھی معلومات کی تحقیق میں لگ [illegible] مشغول [illegible]

[illegible] است

[illegible] ست

([illegible] کیا قدر پڑی ہے)

[illegible] درویش کے مقامات کی تحقیق [illegible] جب تک ہم آپ کے حضور کی تحقیق نہیں کرتے یہاں سے نہیں جائیں گے۔ [illegible] وقت کا [illegible] کوئی بچہ اپنے علاقے [illegible] کا پیشوا [illegible] جھولی سے مرتبۂ ولایت معنوی ہے جو [illegible] مقامات [illegible] کوئی بچے طفل اور ولایت کا محافظ ہے۔

حضرت قدوۃ [illegible] حضرت سید کی درگاہ [illegible] میں ایک قدیم [illegible] اور قدیم جاروب کش تھے [illegible] حقیقت کے مطابق [illegible] سے نازل ہوتے ہیں (اس فقیر کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] تعجب کی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی (آقا) کسی سید [illegible] قابل تعریف [illegible]

سید علی قلندر [illegible] آپ کو کس طرح مخاطب

یہ مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا: اے عزیز! تم سلوک میں سلسلۂ ترتیب کے مطابق اپنے عین ثابتہ[1] تک نہیں پہنچے (تو خصوصاً جہانگیر کی حقیقت کو کس طرح سمجھ سکتے ہو) جب کوئی سالک راہ سلوک میں اپنے اعیان ثابتہ[2] میں پہنچتا ہے تو مراتب سہ گانہ سے باہر نہیں ہوتا۔ (ان تین مرتبوں میں سے کوئی ایک مرتبہ سالک کو حاصل ہوتا ہے)

مرتبہ اول۔ یہ کہ سالک یہ ہوتا ہے کہ اپنے اعیان ثابتہ میں سے بعض (حقائق کے) علم اور جملہ شیونات[3] ذاتیہ اور ثبوتیہ پر اطلاع رکھتا ہے۔

مرتبہ دوم۔ یہ کہ سالک یہ ہوتا ہے کہ اپنے اعیان میں سے بعض (حقائق کا) علم رکھتا ہے۔

مرتبہ سوم۔ یہ کہ سالک یہ ہوتا ہے کہ اس کے علم کا شمول اپنے اعیان ثابتہ کے ساتھ ہوتا ہے فقط

سالک اول جب اپنے اعیان ثابتہ میں پہنچتا ہے تو ذاتِ الٰہی کے جملہ اعیان اور جملہ اسمائے صفات پر مطلع ہوتا ہے جیسے غوث اور اولیائے کامل ہوتے ہیں۔

سالک دوم ذات الٰہی کے بعض اعیان ثابتہ کا علم رکھتا ہے جیسے متوسط احوال اولیا ہوتے ہیں سالک سوم اپنے اعیان ثابتہ اور اس کے احکام و آثار پر مطلع ہوتا ہے۔

اس اعتبار سے سالک اول کو اول سے آخر تک عالم کے جو احکام جاری ہیں ان کی اطلاع ہوتی ہے، جیسے کہ حضرت صاحب فصوص الحکم نے فتوحات مکیہ میں عالم پر اپنی اطلاع کا ذکر کیا ہے:

كشف الله عن بصرى و بصيرتى الكلّيه

(حق تعالیٰ نے بالکلیہ میری بصر اور بصیرت کھول دی)

اس کی شرح لطیفۂ سابق میں مذکور ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس اعتبار سے یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اولیائے الٰہی میں سے کسی ولی کا سلوک اس قبیل کا ہو اور اس کے اعیان ثابتہ عالم علوی و سفلی کے حقائق پر مشتمل ہوں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ لوگ اسے "جہانگیر" کہیں۔ سید علی قلندر نے کہا، دوسرے اولیائے بھی اپنے سلوک کو اس مرتبے تک پہنچایا ہوگا اور وصول کی دولت ملی ہوگی۔ انہیں جہانگیر کیوں نہیں کہتے؟ آپ نے فرمایا کہ عارفین روزگار کے وصول اور اولیائے زمانہ کے حصول کے طریقے مختلف ہوتے ہیں۔ ہر ایک نے مختلف مقاصد اپنے سامنے رکھے ہیں۔ ایک زہد میں، زہد اور دوسرا عشق

---

[1] عین ثابتہ: [illegible] جو علم الٰہی میں [illegible] موجود تھا اور اب بھی ہے اور آئندہ بھی رہے گا۔ وہ حقیقت جو علم الٰہی میں موجود مگر خارج میں معدوم ہے [illegible] گفتگو میں [illegible] حاشیے میں [illegible] ملاحظہ کیجیے۔

[2] [illegible] حقائق اشیا جو علم الٰہی میں ثابت ہوتے ہیں اعیان ثابتہ اور صور علمیہ بھی کہتے ہیں (مرآۃ الاسرار ص ۵)۔

[3] شیون: مرتبۂ احدیت میں وجود حق کے صفات کو کہتے ہیں (مرآۃ الاسرار ص ۲۲۰)

جن عاشق بندوں نے سلوک کی راہ اختیار کی۔ انہوں نے اپنے سلوک کو اس مقام تک پہنچا دیا کہ مجمل مقصود مشاہدۂ وجود ہے جیسا کہ انہوں (کے حالات) سے معلوم ہوتا ہے

"وکم من ولی اللہ طویل العمر و کبیر الشان مات وہم یحصل لہم سجود القلب"

(بہت سے اولیائے الٰہی ہیں جن کی عمر طویل تھی اور ان کے احوال بھی خوب تھے۔ انہوں نے وفات پائی (لیکن) انہیں اس سجدۂ دل کا نصیب نہ ہوا) بیت

طالبان خط و خالش گرچہ آمد بے شمار
لیک عاشق آن بود کو طالب ذات نگار

(محبوب کے خط و خال کے طالب تو بے شمار ہوئے ہیں لیکن سچا عاشق وہ ہے جو محبوب کی ذات کا طالب ہے)

اس کے وجود میں اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ (بزرگوں نے) اس مرتبے کے حصول سے متعلق دوسری دلیل دی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مرتبے میں عارف سالک کی ہستی یک رتی تک باقی نہیں رہتی (پس) ایسا کون سعادت مند ہے جو اس مرتبے کے شرف سے مشرف ہو، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء ط (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔) بعض جاہل درویشوں اور تقلیدی شاعروں نے اس طرح توحید حالی کا غلبہ کیا ہے کہ ان کے نزدیک کسی طالب وحدت کا مرتبہ وجود کے ایک مرتبے پر قناعت کرنا، تجلیات کی روشنیوں اور صفات کی خوشبوؤں سے کفر کرنا ہے۔ یہ حضرات طالب کو کرامات سے آزاد ہو جانے پر اصرار کرتے ہیں، جیسے کہ مخدوم شیخ رازی نے بھی ہمیں اس مقام کی خبر دی ہے، بیت

غلام همت آنم کہ زیر چرخ کبود
ز ہرچہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

(میں اس صاحب ہمت کا غلام ہوں جس نے اس نیلے آسمان کے نیچے جو کچھ تعلق اختیار کیا اس سے آزاد ہے)۔ یہاں تک کہ کسی کی خصوصیت کی حیثیت سے (اس کے) ہم پر جو بھی ہو قابل ترک ہے۔ چنانچہ اس راہ کے اخص کے پیش نظر جو درویشوں پر منکشف ہوا ہے یہ حضرات اس وجدان کی صداقت کے ساتھ یہ چاہتے ہیں اور اس امر کے طالب ہوتے ہیں کہ (حقیقی) حسن کے رخ سے پردے ہٹا دیں اور (دوئی کی) ظلمت کو اس طرح معدوم کر دے کہ کہیں بھی ہستی کا تصور نہ رہے وہ تو پہلے تھا اور جو تصور رہے، بیت

[illegible] از شعور [illegible]
ذوق اگر یابی [illegible]

پ ۲۷ ع [illegible] سورۂ حدید

[illegible] (کل شیٔ ھالک الا وجہہٗ [illegible] (ترجمہ [illegible]

[illegible]

[illegible] توحید [illegible]

[illegible] خویش [illegible]

[illegible]

[illegible] حضرت [illegible] وجود [illegible] شمار

[illegible]

لیس فی [illegible] غیرہ [illegible] دیار

سوی لا الہ [illegible] الواحد القہار

(گھر میں [illegible] کوئی [illegible] نہیں [illegible])

وھذا ھو المقام الحضرۃ لا کیفیہ مسماۃ بمقام او ادنی و یمکن وراثہ نصیب من [illegible] قوسین یعنی [illegible] قوسین [illegible] محبت یعنی کل ذرۃ عمل غیر ھو ھذا ھو المقصود من الحقیقۃ و المعرفۃ لا غیر [illegible] (قوت) [illegible] حقیقت [illegible] کا مقصود [illegible]).

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ولی سے خالی نہیں ہے۔ یہ بات سنتے ہی (آپ نے) دست مبارک سے بلند آواز سے کہو۔

اے نامرد! خطاب جہانگیری کی صحت کیا کہتا ہے اور جہانگیر کیا ہوتا ہے، جبکہ میں خود جہانگیر ہوں۔ ابھی یہ بات آپ کی زبان مبارک سے پوری طرح نکلی بھی نہ تھی کہ ان کی روح نے قالب کے آشیانے سے پرواز کر کے عالم قدسی کے صحرا میں اڑنا شروع کر دیا۔ ابیات

زہے شہباز ذکر لا الٰہ
کہ می پرد [illegible] [illegible]

(سبحان اللہ لا الٰہ کے ذکر کا شہباز خوب ہے جو بیخودی کے میدان میں اڑتا ہے)

چو عنقا گر بگوید بہر پرواز
جہاں را بر زند تا قاف در آواز

(اگر عنقا کی مانند پرواز کے لیے کہے (ارادہ کرے) قاف تک آواز سے درہم برہم کر دے)

چو گردد گوئے چوگاں باز در دست
جہد از وجد گو بالاش از پست

(اگر چوگاں کی گیند کی مانند پھر ہاتھ میں آجائے تو اسے پستی سے بلندی پر پہنچا دے)

جملہ بزرگ جیسے حضرت کبیر، قاضی رفیع الدین، شیخ رکن الدین شہاب، شیخ جلال الدین حمید اور شیخ جمیل الدین جردار اور اسی طرح دوسرے حضرات وہاں موجود تھے۔ ایک نے یہ انوکھا امر اور عجیب معاملہ دیکھا تو حیرت سے اپنی انگلیاں منہ میں دبائیں اور اپنی زبانیں حضرت کی ثنا میں کھولیں اور ہر ایک نے اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا۔ مجلس سے ایک شور برپا ہو گیا کہ ایسی کرامت کسی عارف واثق سے کبھی نہیں دیکھی، کسی کی بلندی بھی نہیں سنی گئی۔

سید علی قلندر کے اصحاب ان کی تجہیز و تکفین میں مصروف رہے۔ جب اس ماجرے کو دو تین دن گزر گئے تو قلندروں کے سر حلقہ حضرت شیخ کبیر اور سید حاجی عبدالرزاق ورحمتیں ہوئے و حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فاتحہ کی درخواست کی کہ ایمان جمعیت سے رہے۔ چونکہ یہ طریقہ درمیان میں تھے اس لئے ان کی خاطر کی مروت سے آپ نے فاتحہ پڑھی اور جو سوال کیا تھا اس کا بھرم رکھا۔

کی تقریب سے فرماتے تھے کہ شیخ تاج العارفین ابو الوفا قدس سرہ کے زمانے میں ایک مناظرہ میں سے ایک

[illegible] کا مشہور معلوم [illegible] [illegible] کی حد میں [illegible]
[illegible]
[illegible] ۳۱۹ [illegible]

[illegible] پہر حضرت شیخ [illegible] مناجات میں [illegible] فرماتے [illegible] شعر [illegible] بھی واقع ہوا درمیان میں سے کئی چیزیں [illegible] مشکل پیش آئی [illegible] شیخ [illegible] اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ شیخ سے دریافت کریں گے۔ شیخ اس وقت [illegible] تھے [illegible] مبارک تسبیح و تہلیل میں مشغول تھے۔ یہ حضرات کچھ دیر منتظر کھڑے رہے کہ شیخ [illegible] میں شیخ [illegible] سے قبل ہی شیخ کے [illegible] ہوئے اور [illegible] سے متعلق جو ان کی مشکلات تھیں ان کو حل [illegible] حضرات [illegible] گئے۔

بارہویں کرامت۔ احمد آباد میں اظہار تصرف قیلولے میں چھوٹی انگلی کا تکلم کرنا اور مسئلے کا جواب دینا

حضرت قدوۃ الکبریٰ جس [illegible] میں گلبرگہ سے واپس ہوئے تو احمد آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اس قیام کی وجہ یہ تھی شیخ [illegible] شیخ [illegible] وغیرہ جیسے عزیزوں کا اصرار تھا کہ چند روز وہاں قیام فرمائیں۔ ایک روز حضرت قدوۃ الکبریٰ دوپہر کے وقت آرام فرما رہے تھے [illegible] اس وقت شیخ [illegible] شیخ [illegible] وغیرہ میں توحید کے مسئلے پر اختلاف پیدا ہو گیا۔ [illegible] بحث [illegible] وقت میں [illegible] پیش کیے آخر میں یہ طے ہوا کہ حضرت ایشاں سے استفادہ کریں گے۔ قطعہ

مشکل [illegible] عجب باشد
[illegible] مشکل کشائے [illegible] ست

([illegible] بات [illegible] مشکل [illegible] پیدا ہوں [illegible] مشکل کشائے عالم ہمارے ساتھ ہے)

[illegible]
[illegible]

(یہ عجیب بات ہے [illegible] شخص سے معلوم کیا جائے)

چنانچہ [illegible] شدہ مسئلے کے ساتھ حضرت ایشاں کی جانب رخ کیا اور آپ کو سویا ہوا پایا۔ کچھ دیر انتظار [illegible] بعد [illegible] وقت دریافت کریں گے۔ ابھی قیام گاہ سے واپسی کا ارادہ کر رہے تھے کہ حضرت [illegible] کی چھوٹی انگلی [illegible] ساتھ تمام مقدمات بیان کیے اور ہر ایک کی تشریح کی۔ آخر میں جو [illegible] اشکال کا جواب دیا اور جواب بھی ایسے [illegible] آب حیات ہو۔ تمام [illegible] حاصل ہوئی۔ قطعہ

[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

تیرہویں کرامت — روم میں شیخ الاسلام روم کی غیبت کرنے کی سزا ملنا

[illegible] شیخ الاسلام روم اپنے زمانہ [illegible] ایک صاحب سے کوئی [illegible]

[illegible]

[illegible] مشہور تھے [illegible]

([illegible] پاک لوگوں کو برا کہنے کی طرف مائل کر دیتا ہے)

[illegible]

[illegible]

([illegible])

[illegible]

[illegible]

([illegible])

[illegible]

[illegible]

([illegible])

چودھویں کرامت [illegible] کی سزا پانا

[illegible]

پندرھویں کرامت — آٹھ رو پشتوں تک اولاد کے لیے وعدہ کہ ان سے [illegible] مشہور ہوں گے

[illegible] مثنوی

[illegible]

[illegible]

[illegible] ملاحظہ ہوگی ہے (۲۱۰م)

(میں دنیا میں [illegible] بیدار ہوں، [illegible] کی طرح [illegible])

جہاں [illegible] حلقہ [illegible] [illegible]
چہ حلقہ [illegible] حلقہ [illegible] [illegible]

([illegible] میں [illegible] حلقہ [illegible] بلکہ حلقہ [illegible] حلقے [illegible])

[illegible] حلقہ [illegible] [illegible] [illegible]
جہاں حلقہ [illegible] [illegible] [illegible]

([illegible] کی [illegible] حلقے [illegible] کے [illegible] [illegible])

لطیفہ ۵۶

زبدۃ الآفاق سید عبدالرزاق کو مقام اور ولایت تفویض کرنے اور فرزندی کے شرف سے قبول کرنے کا ذکر

حضرت قدوۃ الکبریٰ جس وقت قدوۃ [illegible] حضرت شیخ علاء الحق والدین کی بیعت کے شرف سے مشرف ہوئے تھے تو آپ تئیس سال کے تھے۔ حضرت شیخ کی جانب سے جو جس طرح کے لطائف اور انعامات حضرت قدوۃ الکبریٰ کو حاصل ہوئے وہ لطیفہ سابق میں مذکور ہو چکے ہیں [illegible] یہاں [illegible] آپ اپنے شیخ کی خدمت میں [illegible] حضرت [illegible] تھے [illegible] شیخ کی خدمت کرتے اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے)

[illegible] حضرت قدوۃ الکبریٰ نے اس [illegible] جو [illegible] اور جتنے [illegible] آپ کی [illegible] تھیں یا تھی، (اس [illegible]) [illegible] حضرت مخدومی کی خدمت میں حاضر ہوں [illegible] آپ نے شیخ کی [illegible] آپ نے [illegible] شیخ [illegible] اور بہت [illegible] سے ریاضت فرمائی سید [illegible] کام میں مشغول ہوئے حضرت مخدومی جب [illegible] آپ سے مخاطب ہوتے تو [illegible] لفظ سے مخاطب ہوتے تھے۔ جب آپ نے [illegible] میں حضرت مخدومی سے [illegible] دریافت کیا [illegible] حضرت ایشاں نے جواب میں [illegible] خدمت [illegible] فرمایا، گر [illegible] معمولی سے [illegible] میں نے آرزوئے نفس درمیان سے [illegible] جب تک [illegible] (قدم [illegible]) حضرت مخدومی نے فرمایا [illegible] جب ہم [illegible] تو حضرت قدوۃ الکبریٰ [illegible] قدر [illegible] قدم مقام [illegible] ہوگا نہیں۔ جیسے ہی [illegible] حضرت مخدومی نے پوشیدہ [illegible] لے گئے [illegible] ساعت کے بعد [illegible] بشارت [illegible] ہم نے [illegible] حضرت پروردگار سے فرزندی کی درخواست [illegible] تمہارے [illegible] بشیر ہوگا۔ اس کے باعث تمہاری بزرگی کا شہرہ

جب تک [illegible] حضرت [illegible] تھا اور [illegible] سے ہوگا جو زبان مبارک

سے یہ شعر [illegible] قطعہ

[illegible] عشق [illegible] شان

[illegible] عقیدت [illegible]

(اے [illegible] تیری [illegible] عشاق [illegible] پریشان [illegible])

[illegible] آ [illegible]

[illegible]

([illegible] رہیں [illegible] بڑھاتے رہیں)

[illegible] حضرت [illegible] اور اصحاب نے آپ کو مبارک

[illegible] قطعہ

[illegible] بشارت

[illegible] ارشاد

([illegible])

[illegible]

[illegible]

[illegible] ہوں کے ذوق

[illegible])

[illegible]

[illegible] سے آپ [illegible]

[illegible] عقیدہ اور

[illegible]

حضرت سید [illegible] حسن [illegible] سے تھے۔ [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا سے عقیدت پیدا ہوگئی۔ اس وقت [illegible] اور آرزو اس حد تک بڑھ گئی

[illegible]

کرانے بیان کرنا محال ہے ہر چند ان کے پدر بزرگوار اور اقارب و اعزا نے نصیحت کی اور بہت کچھ سمجھایا لیکن ان تمام باتوں کا کوئی فائدہ نہ ہوا، اور خدمت و سلوک کی جانب رخ کر لیا۔ نظم:

[illegible] شد سوئے خویش
بیگانہ [illegible] بشد [illegible]

(اللہ تعالیٰ جس کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے وہ ولی حق سے کبھی [illegible])

چو دیوانہ را [illegible] شد سوئے [illegible]
بیگانہ [illegible]

(جس طرح دیوانے کا دل محبوب کی طرف کھنچتا ہے [illegible] بندھے بھی نہیں رہتا)۔

جب سید عبدالغفور نے دیکھا کہ وہ (سید عبدالرزاق) پند و نصیحت کے باوجود نہیں مانتے تو وہ [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت بزرگوار! ہم اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے بیٹے کو آپ کی تشریف آوری پر نذر کرتے ہیں اور جو کچھ ہمارا حق ان کے ذمے ہے اس سے دست بردار ہوتے ہیں۔ بیت:

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

(میں نے اپنی متاع آپ کے سپرد کر دی ہے، یہ کم ہے یا زیادہ ہے اس کا حساب آپ جانیں)

اسی طرح سید کی والدہ نے بھی اپنے جگر گوشے کو حضرت قدوۃ الکبرا کے سپرد کیا اور اپنے حق سے جو اس کے ذمے تھا دست بردار ہو گئیں۔ قطعہ:

زہے ہمت [illegible] مادر
کہ پروردہ بودش بداماں خویش
پسر را کہ پروردہ بود بجاں
بدلدار بسپرد چوں جان خویش

(اس مادر مہربان کی ہمت قابل تحسین ہے جس نے اپنے بیٹے کو اپنے دامن کے سائے میں جان کے ساتھ پرورش کیا اور پھر اسے اپنی جان کی مانند صاحب ہمت کے سپرد کر دیا)

حضرت قدوۃ الکبرا نے سید زادے کو بصد جان قبول فرمایا اور خاندان سیادت و سروری کی نسبتوں اور قرابتوں کو تازہ کیا۔ ان کی تربیت میں کوئی کسر باقی نہ رکھی بلکہ ان کے لیے خدمت و ملازمت کرنے کا ایسا طریقہ مقرر فرمایا اور اس کی مقدار اتنی رکھی کہ اس کا بجا لانا ہر جن و بشر کے بس میں نہ تھا۔ قطعہ:

چناں [illegible] خدمت [illegible]
[illegible] پایدار [illegible] بشر

(انہوں نے ایسی خدمت کا ایسا حق ادا کیا جو بشری قوت سے باہر تھا)

گر کسی چنیں خدمت آرد بجائے
[illegible] بدو خویشش نخواند خدائے

(اگر کوئی شخص اس نوعیت کی خدمت بجا لائے تو اللہ تعالیٰ کیوں نہ اسے اپنی قربت عطا کرے)

ان حضرت کے اصحاب اور [illegible] (نظام الدین غریب یمنی) تقریباً تیس سال تک حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں رہا اور سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہا۔ اس مدت میں حضرت ایشاں سے جو حکم دیا سید [illegible] کے سوا شاید ہی کسی نے سبقت کی ہوگی۔ رباعی[1]

چناں سر بر خط حکمش نہادہ
کہ از دیدار خود بیروں فتادہ

(آپ نے حکم کی تعمیل [illegible] ذوق و شوق سے سر رکھا کہ (خادم) خود کو سنبھال نہ سکا)

گر کارے بخاطری رسیدش
انجام خاطرش از مرد دیدش

کوئی ایسا کام جس سے حضرت کے دل کو مسرت حاصل ہو انہوں نے آپ کی رضا سے پہلے سر کے بل دوڑ کر انجام دیا۔

حضرت نور العین کی مدت عمر کا ذکر

اپنی گویائی کی استطاعت کے موافق تمام عمر خدمت کا ذکر کیا گیا۔ سید عبد الرزاق نے ایک سو بیس سال کامل عمر پائی۔ جب وہ بارہ سال کے تھے تو حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ چالیس سال تک سجادۂ شیخ پر متمکن رہے اور اصحاب طلب کے ارشاد اور [illegible] تک کی ہدایت میں مشغول رہے، باقی زندگی حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت گزاری میں بسر کی۔ رباعی[2]

عمرے کہ بخدمت شدہ محسوب تواں داشت
باقی ہمہ بے حاصلی و بوالہوسی بود

(جو عمر دوست کی خدمت میں بسر ہوئی وہی عمر شمار میں آسکتی ہے باقی مدت محض بے حاصلی اور بوالہوسی تھی)

---

[1] یہ بھی قطعات [illegible] میں ہے۔

[2] یہ شعر بھی رباعی [illegible] میں نہیں ہیں۔

سرمایۂ سودائے حیات دو جہانی
جز خدمت [illegible] دگر [illegible] نبود

(دونوں جہان کی زندگی کے سودے کا سرمایہ صرف اللہ کی خدمت کرنا تھا اس کے علاوہ جو بھی تھا وہ خیالی اور عقل سے زیادہ نہ تھا)

حضرت قدوۃ السالکین دمشق کی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور اصحاب کی ایک جماعت موجود تھی۔ جس میں حضرت جامکار، خواجہ ابوالوفا شیخ علی، شیخ اسمٰعیل الدین اور شیخ تقی الدین [illegible] مشرف بہ خدمت تھے۔ معارف سے متعلق گفتگو جاری تھی اور یہ تمام حضرات عوارف و حقائق سننے سے محظوظ ہو رہے تھے۔ آخر میں حضرت نور العین سے متعلق بات نکلی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو نعمات عطا فرمائے ہیں ایک [illegible] اور دوسرا [illegible] یہ دونوں فرزند عبدالرزاق پر نثار ہوگئے۔ قطعہ:

مرا از شہ جہاں دار و دارائے دین
گہر بود خوشاب و [illegible] بدرش
ز دریائے وجدان درخشاں
نثارے شد [illegible] بر سرورش

(مجھے (حقیقی) جہاں دار اور دین کے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے [illegible] اور [illegible] چمکدار موتی وجدان کے دریا سے عطا ہوئے، وہ دونوں موتی سرور پر نثار ہوگئے)

حضرت ایشاں کی مجلس میں کبھی کبھی شیخ زادگی سے متعلق گفتگو ہوتی تھی تو آپ فرماتے کہ شیخ زادہ بہت کم راستے پر چلتا ہے۔ میں بھی شیخ زادہ رکھتا ہوں لیکن وہ شیخ کا بیٹا نہیں ہے اس کا مرشد جس سے وابستہ ہے حضرت آپ صاحب سے پیدا کرتے ہیں میں نے عبدالرزاق کو آنکھ سے پیدا کیا ہے اور عدم میں بھی رکھتا ہوں۔ بیت

چہ گویم دیدہ ام از نور دیدہ
کہ نور دیدہ باشد نور دیدہ

(میری آنکھوں کی روشنی بیٹے کے سبب سے ہے یعنی بیٹا ہی نور دیدہ ہوتا ہے)

حضرت نے اظہار مسرت اور برگزیدہ ہونے کی بنا پر سید عبدالرزاق کو "نور العین" کے خطاب سے مخاطب فرمایا اور انہیں خود اپنے ساتھ سمنان لے گئے اور وہاں اپنی بڑی بہن خدیجہ بیگم کا دودھ پلایا جو طرح طرح کے فضائل و اخلاق سے آراستہ تھیں تاکہ ظاہری جہت کی طرح [illegible] ہو جائے۔ جب سید عبدالرزاق نے اس مبارک [illegible] کا دودھ پی لیا تو حضرت ایشاں نے فرمایا مجھے اس فرزند سے پیوستگی [illegible] زیادہ [illegible] سے [illegible] کی وجہ سے اور

ان کے بطن سے یہ فرزند پیدا ہوا اور اب سعادت دارین کے درمیان جو مستحق ہیں، ان کی شان قطعی ناممکن ہے۔ قطعہ:

چہ حاجت نسبت شیرے برادر
کہ دارم نسبتے دیگر بہ شیر

(اے بھائی مجھے دودھ کی نسبت کی حاجت نہیں ہے کیونکہ میں دودھ سے دوسری نسبت رکھتا ہوں)

چو نور واحد از خورشید تابد
دمد از مشرق خاور تباشیر

(جب نورِ واحد آفتاب سے چمکتا ہے تو خاور کے مشرق سے صبح کی روشنی نمودار ہو جاتی ہے)

ہماں نورے است از خورشید رخشاں
کہ آں را در حسین و با حسن گیر

(وہی ایک نور ہے جو آفتاب سے رخشاں ہے اسی کو حسین میں حسن سے حاصل کر)

اسی سفر میں حضرت قدوۃ الکبریٰ کا ساحل دمشق کے راستے میں گزر ہوا۔ یہاں آپ کو بیماری پیش آئی اور اس طرح کی بے تابی رونما ہوئی کہ لوگوں کی امید قطع ہو گئی۔ کچھ دیر حضرت ایشاں بے ہوشی کی کیفیت میں رہے۔ اصحاب میں سے حضرت ابو المکارم، خواجہ ابوالوفا، شیخ علی، شیخ کبیر، شیخ اصیل الدین اور شیخ سیف الدین وغیرہ بہت سے عزیز حاضر تھے اور یہ مذکورہ اصحاب کسی مقام اعلیٰ کے متوقع تھے اور ان کے دلوں میں بہت سی تمنا پیدا ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ہوش میں آئے اور فرمایا، یہ تکلیف دینے کا کیا مقام ہے؟ مدت گزری کہ وہ دولت دوسرے کو تفویض ہو چکی ہے اور وہ فرزند نور العین کے حصے میں آ چکی ہے۔ خبردار! ابھی سے آپ لوگ فکر میں نہ پڑیں۔ حق تعالیٰ نے اس بیماری سے آپ کو شفائے کلی عنایت فرمائی۔ جب صحت کلی حاصل ہو گئی تو آپ نے حضرت نور العین کو طلب فرمایا اور ہر طرح کے لطف کے ساتھ شفقت انگیز اور تسلی آمیز باتیں ان کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔ قطعہ

مرا ہر چہ یزداں عطا کردہ بود
کہ لطف و عنایت دریں روزگار

(اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو کچھ اپنی عنایت و مہربانی سے مجھے عطا فرمایا تھا)

ہمہ را بہ لطف و احساں شدہ
بفرق عزیز تو کردم نثار

---

۱ مطبوعہ نسخہ میں ص ۲۸۱ پہلا مصرع اس طرح نقل کیا گیا ہے: ہماں نور است خورشید ... قلمی نسخہ سے اس کی تصحیح کی گئی ہے: ہماں نور است از خورشید رخشاں۔

(اور دوسرے لطف و احسان سب کا سب تیرے بلند قدر ہمتوں سے [illegible])

نواب سیف خاں کے اودھ کے گاؤں اور ایک لاکھ تنکے نذر کرنے اور آپ کے قبول نہ فرمانے کا ذکر

ایک مرتبہ منعم عالی سیف خاں نے ایک لاکھ تنکے نقد اور اودھ کے [illegible] گاؤں [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں طور نذر پیش کیے۔ آپ [illegible] پیشکش پر [illegible] شخص کے واسطے یہ چیزیں [illegible] قوت کے عوض [illegible] ساتھ بھی مقید نہ [illegible] ([illegible]) [illegible] حضرت [illegible] پیش کیا جائے پھر وہ جو حکم [illegible] مطلع ہوئے تو حضرت قدوۃ الکبرا کے جواب سے متعجب ہوئے [illegible] شخص [illegible] اس پر التفات رکھتا ہے۔ قطعہ

[illegible] چشم ہمت [illegible]
[illegible] التفات [illegible]

(آفرین ہے [illegible] جہان [illegible] شخص پر جس کی چشم ہمت [illegible])

[illegible]
[illegible] ہمت [illegible]

یہ ہمت [illegible] چشم ہمت [illegible] قدم [illegible] اس کی [illegible] قدم [illegible]۔

مثل مشہور ہے کہ [illegible] ([illegible] کی مثل [illegible])

جب اس [illegible] حضرت قدوۃ الکبرا [illegible] شرف سے مشرف فرمایا اور لطف و عنایات کا اظہار [illegible] دست [illegible] اور اللہ تعالیٰ سے [illegible] قناعت اختیار [illegible] ہوں گے۔ [illegible] توجہ ہمت مرداں کا کام [illegible] قطعہ

[illegible]
[illegible]

(اے شیخ [illegible] مردوں کی ہمت [illegible])

[illegible]

ہمت شاں با توجہ [illegible] است
ہمت [illegible] توجہ تامہ است

(ان کی ہمت توجہ کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ ہمت کا [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ توجہ میں کوئی کمی [illegible])

در عین [illegible] (ہمیشہ) عزیز [illegible] ہے اور مخلوق کے دروازے پر جائے گی تو خوار ہوگی۔ قطعہ:

شیر [illegible] ہمت مرد قانع را قدم
[illegible] سگ [illegible] پئے مرد [illegible]

(ہمت کی وجہ سے شیر [illegible] قناعت کرنے [illegible] شخص کا قدم [illegible]۔ جو شخص کسی کے دروازے پر جاتا ہے تو کتیا دانتوں سے اس کے پیر زخمی کر دیتی ہے)

مرا [illegible] پائے [illegible] شکن در جہاں [illegible] ہیچ
[illegible] تمام [illegible] خواہی [illegible]

(میرا پاؤں توڑ دے اور موت کا اندیشہ نہ کر [illegible] تو جہاں سے چاہے پھل لے گا)

اکابر کی اولاد کی تعظیم کا ذکر

اکابر [illegible] بزرگوں کی اولاد [illegible] حضرت کی تعظیم و تکریم کا [illegible] نیک بختی کی [illegible] علامت اور بزرگی کی خوب ترین شان [illegible] کی تعظیم کرنا ہے [illegible] کی تعظیم [illegible] کی تعظیم ہوتی ہے [illegible] اولاد کے ہمراہ ہوتی ہے۔ اسی تقریب سے فرماتے تھے کہ [illegible] جب [illegible] میں شیخ عبداللہ [illegible] فقیہ سے ملاقات کرنے آئے لیکن وہ عجیب کیفیت میں تھے۔ کوئی [illegible] اور [illegible] کھائی تھی۔ [illegible] جو آداب سے خالی تھیں۔ اسی قسم کی بہت سی باتیں کیں کہ (حضرت کا) خاطر شریف منقبض ہوئی [illegible] صورت [illegible] کے مقام تک پہنچ گئی۔ آپ نے چاہا کہ ذرا [illegible] تیز کریں اور تصرف [illegible] میں [illegible] کہ حضرت شیخ فخر الدین زاہدی کی روحانیت [illegible] ہوئی اور میری (۲) جانب توجہ کی۔ [illegible] اولاد [illegible] ہماری روحانیت اس کے ساتھ درمیان میں ہے۔ [illegible] وہ [illegible] تھے [illegible] میں سے [illegible]۔ مصرع:

[illegible] توجہ [illegible] بندہ [illegible]

(جو [illegible] طفیل بندے کے گناہ [illegible] دیتے ہیں)

حضرت قدوۃ اللہ [illegible] ایک بزرگ سے روایت فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ [illegible] ایک بزرگ سے ملاقات [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] میں [illegible] کے دل میں عقیدت پیدا ہوئی اور جب تک زندہ رہا ان [illegible] کی عقیدت سے سرتابی نہ کی۔ تحقیق سے [illegible] ایک شخص چوری [illegible] میں گرفتار ہوا۔ اس نے شیخ [illegible] کی پناہ لی۔ [illegible] شیخ [illegible] انہوں نے اپنا ہاتھ باپ کی قبر پر [illegible] جب وہ [illegible] اس شخص کو [illegible] کے [illegible] آتش [illegible] آنکھوں [illegible] تھے۔ [illegible] یہ معاملہ دیکھا تو [illegible] معذرت کی اور اس شخص [illegible] کے ساتھ [illegible]۔

حضرت قدوۃ [illegible] فرماتے تھے کہ [illegible] کی حیات و ممات یکساں ہے۔ میں اپنی حیات و ممات میں اپنی اولاد کے ساتھ ہوں۔ وہ [illegible] مجھ سے جدا نہیں ہے۔ شعر

[illegible]
ہمی آں کس مردہ است کو زندہ باشد
(جو شخص [illegible] ہی شخص مردہ ہے [illegible] زندہ رہیں گے)

[illegible]
[illegible] باشد
([illegible] تصوروں [illegible] رہیں گے)

خدا [illegible] جاودانی
[illegible] مردگی [illegible] زندہ باشد
(مجھے اللہ تعالیٰ نے [illegible] جاودانی عطا کی ہے، میں موت میں بھی زندہ لوگوں کے ساتھ رہوں گا)

منم در مردگی ہمراہ زندہ
[illegible] باشد
(میں موت میں بھی [illegible])

[illegible] خواہم [illegible]
[illegible] باشد
([illegible] حقیقت [illegible])

اشرف از زندگی مردانہ مردہ
ہمہ جا خواندش آمدہ باشد

(شرف زندگی سے مردانہ وار گزرنا ہے اسے حسن خدا داد کے آداب کا)

حضرت نور العین فرماتے تھے کہ ایک روز حضرت قدوۃ الکبریٰ پر عجیب و غریب کیفیت طاری تھی۔ اصحاب کے بارے میں بشارت آمیز اور مسرت آمیز باتیں کر رہے تھے جب میری باری آئی تو بہت غور کیا آخر میں خوش ہو کر فرمایا، ہر چند ہر ایک نے اپنا سب کا سب تم پر نثار کر دیا ہے اور کوئی چیز تم سے بچا کر نہیں رکھی ہے میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہاری اولاد کے لیے دعا کی ہے ہمیشہ مسعود اور مقبول رہیں۔ تمہاری اولاد میں دستور کے مطابق ایک فرد صاحب اجیب میں سے اور مجذوب ہوگا بلکہ ایک فرد پیدا ہوگا جس میں میرے احوال پیوست ہوں گے۔ جب میں نے یہ سب احسان کیے تو میں نے اپنا سر حضرت کے قدموں میں رکھ دیا۔ حضرت ایشاں نے میرے سر کو اٹھایا اور مجلس میں یہ قطعہ

مرا در عالم دریاب دریاب
کہ از دریا ہمی جوید گوہر

(مجھے سمندر کی حالت میں سمندر (جانیں) کیونکہ گوہر پانے والا میرے سمندر سے گوہر پاتا ہے)

درخت باروریم سایہ داریم
نکیسوں تا برد شاخ من بر

(ہم پھل دار درخت بھی ہیں اور سایہ دار بھی ہیں اسے چھوڑ دو تاکہ میری شاخ سے پھل کھائیں)

لطیفہ ۵۷

اودھ کے علاقے، قلعہ جائس، قصبہ ردولی اور اس کے نواح میں اشرفی پرچموں اور گرامی جھنڈوں کا نزول۔ اس علاقے کے باشندوں کی نسبت کرامات کا صدور اور مسند عالی سیف خان، حضرت قاضی رفیع الدین اور حضرت شمس الدین اودھی کے معتقد ہونے کا ذکر۔

خطہ اودھ میں پہلا مقام روح آباد

حضرت قدوۃ الکبرا جس زمانے میں حضرت مخدومی کی خدمت سے واپس آئے تو روح آباد میں قیام فرمایا۔ اس زمانے میں بعض واقعات رونما ہوئے۔

مسند عالی کو بزرگان صوفیہ سے بے حد عقیدت تھی۔ جس جگہ اس گروہ (کی تشریف آوری) کے بارے میں سنتے تو خواہ وہ مقام کتنی ہی دور ہوتا وہ ضرور ملاقات کرتے۔ جب دیہ والوں کے کان میں آوازہ جہاں گیری پڑی (آپ کی بزرگی کا چرچا ہوا) تو مسند عالی مصاحبوں کی جماعت کے ساتھ چل پڑے اور روح آباد میں حضرت کی قدم بوسی کے شرف سے مشرف ہوئے۔ پہلی ہی ملاقات میں بصد جان حضرت قدوۃ الکبرا کے طالب دیدار اور بصد دل طلب گار جلوہ ہوئے۔ قطعہ

زہے نور جہاں آرائے رخسار
کہ باشد ذرہ اش خورشید انوار

ترجمہ: سبحان اللہ! جہاں آرا رخسار کے نور کا کیا کہنا کہ آفتاب اس نور کا ایک ذرہ ہے۔

کسے کو طرفۃ العین دیدش را
بیک حال کے بصد حال شد گرفتار

۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] طرح [illegible] تو روح آباد ہوگا۔

ترجمہ: کسی نے ایک پل دیکھا وہ ایک جان سے گیا [illegible] جانات تن کا گرفتار ہو گیا۔

جب حضرت شیخ نے سعد خان کے قلب اور باطن کی صفائی پائی جو پہلے زیادہ محسوس کی تو ظاہری اور باطنی توجہ ان کی طرف مبذول کی اور انہیں اپنے اصحاب کے زمرے میں شامل کیا۔ اسی بنا پر جب کبھی آپ اس راستے سے گزرتے تو سعد خان سیف خان کے مکان پر نزول فرماتے۔ ایک روز حضرت روح آباد میں گوشہ وحدت آباد میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مغرب کی جانب سے بڑی دولت آرہی ہے۔ اور یہ سیف خان کی آمد کا اشارہ تھا چنانچہ وہ دوسرے روز آپہنچے۔ حضرت ایشاںؒ سے ملاقات ہوئی عرض کیا کہ حضرت ایشاں خطہ اودھ میں قدم رنجہ فرمائیں چونکہ طالب صادق تھے ان کی گزارش قبول فرمائی۔ فرمایا وہاں بھی ایک طالب ہیں جو ابھی تک میرے اصحاب کے حلقے میں نہیں آئے ہیں میں خود انہیں اپنے اصحاب کے حلقے میں داخل کروں گا۔ یہ اشارہ شیخ شمس الدین کی جانب تھا۔ جب اودھ میں تشریف لے گئے تو وہاں کے چھوٹے بڑے لوگ شرف دیدار کے لیے حاضر ہوئے اور معززین نے آپ کی دولت دیدار کو غنیمت جانا۔ شیخ [illegible] الدین شیخ شمس الدین کو بشارت دے چکے تھے کہ ایک بزرگ یہاں تشریف لائیں گے ان سے تم کو الفت ملے گی۔ وہ اس دولت کے منتظر تھے۔ آخر حضرت قدوۃ الکبرا تشریف لائے اور شیخ شمس الدین خرقہ پہننے کے شرف سے مشرف ہوئے۔ بڑے امیروں اور سرداروں کی جماعت حضرت کی ارادت کے شرف سے مشرف ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ اودھ میں رہے، وہاں سے اصحاب کے نقارے دہلی کی طرف روانہ ہوئے۔

مقام دوم قصبہ ردولی میں مولانا کریم الدین صاحب سے ملاقات اور حضرت گنج شکرؒ کے حجرے میں چلہ کاٹنا

قصبہ ردولی میں شیخ سماء الدین کے مکان میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ صفی نے اس دولت دیدار کو غنیمت جانا۔ ان سے شیخ صفی کے سلوک کے بہت سے عقدے حل ہوئے۔ شیخ سماء الدین کے مکان میں جو حجرہ تھا اس میں شیخ صفی واصل بحق ہوئے۔

مولانا کریم الدین (جو ایک) عالم اور درویش تھے، قصبہ ردولی کے نزدیک رہتے تھے۔ ان کے بارے میں آپ سے کہا گیا کہ مولانا آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا۔ دوسرے دن صبح مولانا کے ہاں جانے کا ارادہ ہوا۔ یہ بات کسی شخص نے مولانا سے کہی کہ حضرت قدوۃ الکبرا کل تشریف لائیں گے۔ مولانا نے کہا کہ حضرت والا ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ وہ میرے پاس تشریف لائیں۔ آپ کی عظمت کو [illegible] میں وہ بہت [illegible] ہیں مجھ حقیر کی [illegible] مجھے ان کے [illegible] میں خود کل جا کر شرف دیدار حاصل کروں گا۔ چنانچہ وہ آئے اور آپ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔ مولانا کریم الدین فرماتے تھے سبحان اللہ سید اشرف جہانگیر جیسے شہسوار [illegible] ہیں جن کے کنارے ناپید ہیں۔ مثنوی

ز دریائے معنی سرور شہاں کہ دو
برد گوئے دولت از میداں بحال افتقار

ترجمہ: وہ حقیقت کے دریا کا موتی، بادشاہوں کے سردار ہیں۔ انہوں نے افتقار کے ساتھ دولت الٰہی کی گیند کو میدان سے اچک لیا۔

قدوۂ ارباب عرفاں عمدۂ اصحاب دین
مظہر آثار غوثی مصدر آثار یار

ترجمہ: وہ اہل عرفان و معرفت کے پیشوا اور دین کے دوستوں کے سردار ہیں۔ غوثیہ نشانیوں کے مظہر اور دوست کے جلووں کا مصدر ہیں۔

بحر را ساحل کہ می گویند باشد گوہرش
حیرت الکامل کہ می نامند آں نگار

ترجمہ: جسے سمندر کا گوہر کہتے ہیں یہ حسین ہیں جنہیں کامل حیرت کہا جاتا ہے۔

حضرت شیخ کمال الدین نے بیان کیا کہ جب قدوۃ الکبراء دوسری بار قصبہ رودولی میں آئے تو فقیر کے غریب خانے پر قیام کیا۔ اسی وقت قصبے کے اکابر حضرت قدوۃ الکبراء کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس مقام پر کس کی خوشبو آتی ہے۔ فقیر نے عرض کیا، فقیر کے حجرے میں ایک گوشہ ہے جہاں حضرت شیخ شکر معتکف ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا، کیسی خوشبو ہے۔ آپ نے کہا کہ میں یہاں ایک چلہ کروں گا۔ اس حجرے کے اطراف میں آپ نے حضرت شیخ علی اور حضرت شیخ کمال الدین کو اعتکاف میں بٹھایا یہاں عجیب و غریب واردات و تجلیات مشاہدے میں آئیں۔

مقام سوہ پالی متوعرف روضہ گاؤں اور کوبرادہ کے قریت کا دورہ

جب قصبہ رودولی سے روانہ ہوئے تو موضع سوہ میں قیام فرمایا۔ یہاں کی مسجد میں جمعہ ادا کی۔ پھر شیخ داؤد کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ پھر دوبارہ پالی موضع کی مسجد میں قیام فرمایا۔ یہاں کے لوگوں نے بیان کیا کہ حضرت گنج شکرؒ نے اسی مسجد میں اعتکاف کیے تھے۔ یہاں سے کوبرادہ کے قریت میں تشریف لے گئے۔ کوبرادہ کے مریدین آپ کے استقبال کو حاضر ہوئے اور اپنے گھر لے گئے۔ تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کے مرید ہوئے۔ یہاں آپ نے طرح طرح کی توجہ دی۔ یہاں کے لوگوں میں سے ایک شخص شراب پیے ہوئے آپ کو دیکھنے کے لیے آیا۔ فرمایا حیرت ہے کہ یہ زندہ ہے اور یہ شراب پیے۔ تقدیر الٰہی آپ کے قول کے موافق ہوئی اور اس شخص نے وفات پائی۔

اس کے بعد حضرت قدوۃ الکبریٰ نے دوسرے لوگوں کو بلایا اور انہیں بہت زیادہ پند و نصائح فرمائے۔ آخر میں یہ فرمایا جو اور تم لوگ بھی شراب نہ پیو اور تم میں اگر کوئی شخص (خلاف ورزی کرکے) شراب پیے گا تو حوالی ہی میں مر جائے گا یا مجنون ہو جائے گا۔ سب نے آپ کی نصیحت قبول کی۔ یہاں سے آپ نے قصبہ جائس جانے کا قصد فرمایا اور ایک دن بلند پریم جائس کی جانب روانہ ہوئے۔ اس علاقے کے عوام و خواص دو تین ہزار باشندے آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے جب آپ کا گزر کندیوہ کی زمین سے ہوا تو وہاں بہت جنگل دیکھے۔ آپ کے اصحاب راستہ بھول گئے، بالآخر ایک تالاب پر آئے اور آگے نہ بڑھ سکے۔

قلندروں میں سے ایک شخص سے جو بکریاں چرا رہا تھا دریافت کیا کہ یہ راستہ کہاں جاتا ہے؟ اس نے ازراہ مذاق تالاب کے درمیان ایک راستہ کی طرف جو پانی میں ڈوبا ہوا تھا، اصحاب کو اشارہ کیا کہ اس راستے سے چلے جاؤ کہ الہادی ھو اللہ (وہی ہدایت کرنے والا ہے)۔ اصحاب تالاب کے درمیان چل کھڑے ہوئے۔ پانی سے کسی کا کعب پا تر ہوا، کسی کے تہمد کا دامن اور کسی کے تلوے بھی تر نہ ہوئے۔ جب چرواہے نے یہ عجیب حالت دیکھی تو دوڑا اور قصبہ میں آ کر شہر میں پکار مچائی کہ میں نے ایک معجزہ دیکھا ہے کہ مسافروں کی ایک جماعت اس طرح تالاب میں سے گزر گئی۔

راجہ جو گاؤں کا مالک تھا وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ سوار ہوا اور اس جماعت کے تعاقب میں دوڑا۔ حضرتؒ سے ملا اور اپنا سر آپ کے قدموں میں رکھ دیا اور بے حد تکلف کے ساتھ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ کو اپنی حویلی میں لایا اور ضیافت کا سامان فراہم کیا۔ جب ضیافت سے فارغ ہوئے تو حضرت یہاں سے قصبہ جائس کی طرف روانہ ہوئے۔ تین کوس جنگل تھا، راجہ بھی آپ کے ساتھ رہا۔ جب رخصت ہونے کا وقت ہوا تو اس نے عرض کیا کہ میرے حق میں دعا فرمائیں۔ آپ مسکرائے کہ تم کافر ہو میں تمہارے لیے کیا دعا کروں البتہ میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ تم اور تمہاری اولاد قید نہ ہو اور دنیا کا اسباب تمہارے یہاں کم نہ ہو۔ یہ لوگ خوش ہوئے اور رخصت ہو کر اپنے گھر چلے گئے۔ جب آپ نے قصبہ جائس میں قیام فرمایا تو اس بار مولانا علم الہدیٰ علاء الدین دار فنا سے دار بقا رحلت فرما چکے تھے۔ تمام دلداروں نے استقبال کیا اور حضرت یہاں آ کر جائے مقررہ پر آ گئے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰؒ نے وہاں ایک قطعہ زمین خرید کر حجرہ تعمیر کرایا تھا۔ یہاں مدتوں مسلسل نہیں بلکہ متفرق ایام میں قیام فرماتے تھے۔ اس مرتبہ دو تین ماہ قیام فرمایا۔ جب حضرت نے قصبہ جائس میں کئی بار ورود فرمایا تھا تو آپ کی تشریف آوری سے قبل جائس کے باشندے ردولی جاتے تھے اور شیخ سلیمان سے جو حضرت نصیر الدین کے خلفا میں سے تھے بیعت کرتے تھے۔ جب جائس کے لوگ شیخ سلیمان کی خدمت میں آئے اور ان سے بیعت کی درخواست کی تو شیخ نے فرمایا کہ اب تمہاری ارادت کسی دوسرے کے حوالے کر دی گئی ہے اور یہ علاقہ دوسرے کے سپرد ہو گیا ہے۔ وہ آج کل میں قصبے میں تشریف لائیں گے۔ ان کے استفسار پر بتایا کہ ایک سید ہیں جو بہت عالی شان ہیں وہ اس سفر میں یہاں آئیں گے۔

مقام چہارم قصبہ انبوہہ، سیہہ اور سدھور میں قیام

جب قدوۃ الکبرا جائس سے عازم دہلی ہوئے تو قصبہ انبوہہ میں تشریف لائے۔ قصبے کے سادات کی ایک جماعت آپ کی بیعت سے مشرف ہوئی۔ دو تین روز قصبہ مذکور میں قیام فرمایا۔ اہل قصبہ نے رعایت بندگی پوری طرح ادا کی۔ آپ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی کہ ہمیشہ آسائش و آرام سے رہیں۔ وہاں سے آپ کا گزر قصبہ سیہہ تک ہوا، چوں کہ یہاں کے لوگ اس خاندان کے مرید و معتقد تھے انہوں نے تمام لوازمِ خدمت بجا لائے لیکن ان لوگوں سے متعلق نہایت عجیب کرامات آپ سے ظاہر ہوئیں۔ قصبے کا گرد و پیش [illegible] سے خوش نما ہے لیکن رہنے والوں کا باطن بے رونق نظر آتا ہے۔ پھر یہاں سے چلے تو قصبۂ سدھور کی جانب رخ فرمایا۔ حضرت شیخ جمال الدین اور حضرت قاضی محمد سدھوری نے اکابر کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کا استقبال کیا اور حضرت قدوۃ الکبرا کی تعظیم بجا لائے۔ دو تین روز ضرورت سے زیادہ سامانِ ضیافت کی کوشش میں مصروف رہے اور ارادت کے شرف سے مشرف ہوئے۔ قصبیوں میں سے ایک شخص تھا جس کا نام منصور تھا۔ اس نے ایک عمر قلندروں کی جماعت میں [illegible] قلندر سے دوستی کے مراسم پیدا کر لیے۔ اس قلندر کے پاس ایک موتی تھا جو دوران سفر اس کے ہاتھ آ گیا تھا۔ منصور مذکور نے اس سے یہ موتی چھین لیا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دونوں ایک دوسرے سے دست و گریباں ہو گئے۔ یہ خبر آپ کی مجلس مبارک تک پہنچی تو آپ نے اس قلندر کو طلب کیا اور فرمایا، اپنے پاس موتی رکھنے کی سزا تو تمہیں مل گئی اب بخش دی گئی ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اسے اصحاب کی جماعت سے خارج کر دیا۔ آخر میں فرمایا کہ اس قصبے کے لوگ تو عجیب ہیں کہ جب درویشوں سے کچھ لینا چاہتے ہیں تو [illegible] ہیں پھر آپس میں لڑتے ہیں۔

مسند عالی سیف خاں اور حضرت قاضی شمس الدین کو ([illegible]) بے حد عقیدت تھی۔ مدتوں سے مسند عالی کے دل میں سلوک و درویشی کا داعیہ جوش مارتا تھا اور ان کی خواہش تھی کہ کسی درویش سے خود کو وابستہ کر لیں۔ ہر چند کہ وہ اکابرین شہر سے عقیدہ رکھتے تھے اور ان کی خدمت اور محبت کی راہ پر چلتے تھے لیکن انہوں نے کسی سے (روحانی) اعتقاد کے لیے ابھی تک رجوع نہ کیا تھا اور ایک زمانے سے (کسی سے) وابستہ ہونے کی فکر میں تھے۔

ایک روز اسی فکر و تردد میں تھے کہ خواب میں حضرت محبوب الٰہی کا جمال جہاں آرا نمایاں ہوا اور بشارت دی کہ مقصود کا دامن اور حصول کا وقت قریب آ گیا ہے۔ اور (ان کا معاملہ) کسی ایک سید کے ہاتھ میں ہے جو عنقریب پہنچے گا۔ یہ اشارہ حضرت قدوۃ الکبرا کی جانب تھا۔ ان دنوں آپ کی جہاں گیری کی صدا اور عالم گیری کی شہرت ساری دنیا میں پھیل چکی تھی۔ حضرت قدوۃ الکبرا کے قدوم [illegible] کا ورود آباد میں ہوا۔ مسند عالی وہاں حاضر ہوئے اور شرف زیارت سے مشرف ہوئے جیسا کہ سابق میں مذکور ہو چکا ہے۔ حضرت قاضی رفیع الدین خود اسم و تلقین الٰہی کے باعث اور خاص طور پر حضرت شیخ شمس الدین کی بشارت کی بنا پر تمام اصحاب سے پہلے حضرت قدوۃ الکبرا کے عقیدت مند ہو چکے تھے۔

لطیفہ ۵۸

بعض دعاؤں اور اسمائے اعظم کی تشریح، تعویز کے خانوں میں قاعدے کے مطابق عدد بھرنا، توریت کی ابتدائی سورۃ کا بیان جو دعائے بشمخ کے نام سے مشہور ہے نیز افسون و تعویذ اور اسی طرح کی دیگر چیزوں کے فوائد کا بیان

یہ لطیفہ قواعد اوراد شریف مطالب وثیق اور تحقیق [illegible] اہل معانی اور یہ بھی (عرض کرتا ہے کہ) میں نے اس فن میں ایک طویل مدت بسر کی ہے اور اچھا خاصہ تجربہ حاصل کیا ہے۔ حضرت قدوۃ الکبریٰ سے اس فن کے جو قواعد اور اوصاف حاصل ہوئے انہیں ترتیب دے کر میں نے ایک رسالہ تحریر کیا اور اس کا نام [illegible] رکھا اس فن کی اصل حقیقت اس رسالے سے معلوم ہوتی ہے یہاں مذکورہ رسالے سے تھوڑا حصہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ اس کے فوائد بھی حاصل ہو جائیں۔

بعض مشائخ نے اس علم کی جانب توجہ نہیں کی لیکن متقدمین مشائخ میں سے چند نے اس علم میں مہارت حاصل کی ہے جیسے حضرت شیخ شبلی اور محقق [illegible] اور حضرت امام محمد غزالی۔

چنانچہ منقول ہے کہ حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی فرماتے تھے کہ حق تعالیٰ نے مجھ پر حروف کے اسرار منکشف فرمائے اور (اس [illegible] کی روشنی میں) میں نے نو سو ننانوے ۹۹۹ کتابیں تصنیف کیں (اس کے علاوہ بھی) مجھے طرح

[illegible]

جس سے مقصد میں کامیابی ہو۔ جو عملیات کہ مشتری سے ہیں بہت کارآمد ہیں، خاص طور پر بادشاہوں کے لیے جو بہت زیادہ دولت مند ہوتے ہیں۔ بہت شخصوں نے اس سے قبل اس علم پر توجہ دی ہے۔

اس سلسلے میں ایک عجیب واقعہ ہے کہ ابو معشر بلخی نے کہا ہے کہ ملک ہندوستان میں ایک بادشاہ تھا جو ان علوم کا ماہر اور ان میں سے زیادہ تر کے اعمال سے واقف تھا۔ اس نے مریخ کو مسخر کر لیا تھا۔ (چنانچہ) ایک مرتبہ اس کا ایک دشمن سوار ہو کر اس سے بادشاہت سے جنگ کرنے کا قصد کیا۔ بادشاہ نے اس دشمن کی طرف توجہ نہ دی اور نہ اس سے مقابلہ کے لیے شہر سے باہر نکلا۔ یہاں تک کہ دشمن نے آس پاس کے شہروں کو فتح کر لیا اور سارے ملک پر قابض ہو گیا۔ بادشاہ کے درباری اور خواص نے عرض کی کہ پہلے تو ہم کچھ نہ کچھ تدبیر کر لیتے لیکن اب ہم کچھ نہیں کر سکتے، بس یہی ہو سکتا ہے کہ ہم جلا وطن ہو جائیں۔ بادشاہ نے ان کو جواب دیا کہ میں نے یہ معاملہ ستارہ مریخ کو پیش کر دیا اور اس سے دشمن پر قہر نازل کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ ایک روز اپنے مصاحبوں کے ساتھ بزم عیش میں بیٹھا تھا کہ (اچانک) ہوا سے ان پر کوئی چیز گری۔ دیکھا تو شش شکل کا تانبے کا ایک طباق تھا، جس میں ایک آدمی کا سر کٹا ہوا رکھا ہوا تھا۔ مصاحب یہ تماشا دیکھ کر خوف سے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ بادشاہ ان کی اس سراسیمگی کو دیکھ کر ہنسا۔ جب کچھ دیر گزری تو مصاحبین سے کہا کہ یہ سر تمہارے اسی دشمن کا ہے جس نے ہمارے ملک کو برباد کرنے کا قصد کیا تھا۔ یہ جو کچھ تم نے مشاہدہ کیا یہ ہمارے علم کا ثمرہ ہے، جس کے شغل سے تم ہمیں منع کرتے تھے اور ہمیں برملا کہا کرتے تھے۔ تمام مصاحبوں نے بادشاہ کی بڑائی اور بہت عذر کیا۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ اپنے مریدوں کو اسمائے اعظم کے وظائف کی بہت کم اجازت دیتے تھے بلکہ (فرماتے تھے کہ) اس کام میں اس وقت تک اسرار روشن ہیں، جو صاحب دریائے توحید میں غوطہ لگائے اور صحرائے تفرید میں قدم رکھ چکا ہو اس کو ان چیزوں سے کیا تعلق ہے۔ درحقیقت یہ کام ایسا شخص اختیار کرتا ہے جو تقلید اور آسودگی کے وعدے میں مبتلا ہو، جیسا کہ متقدمین کا مقصد اور ارادہ تھا۔ اس زمانے میں لوگوں نے اسمائے اعظم کو طلب دنیا اور آسودگی کا وسیلہ بنا لیا ہے۔ اور درویش کو ان میں سے ہر ایک کا بھی علم ہونا چاہیے، جیسے کہ جوہری کی دکان میں ہر قسم کے جواہر رکھے ہوتے ہیں۔

دعائے حمیدی اور مریخ کو تسخیر کرنے کا عمل

اسم يا حميد الفعال ذو المن على جميع خلقه بلطفه ويا عالي الشامخ فوق كلّ شئ علوّ ارتفاعه (اے پسندیدہ افعال والے، اپنی مہربانی سے تمام مخلوق پر احسان کرنے والے (خدا) اے ہر شے سے عالی مرتبہ اور بلندیوں والے، اور ہر چیز سے بلند ہستی رکھنے والے۔) آخری اسم کا تعلق ستارہ مشتری سے ہے جس سے خواص اس

قدر زیادہ ہیں کہ ان کی تفصیل ناممکن ہے۔ اسم مذکور کا صاحب دعوت اپنے وقت کا مقتدا اور پیشوا ہوتا ہے۔

واللّٰہ یہدی السبیل[1] (اور اللہ سیدھا راستہ بتلاتا ہے۔)

اسم ہتیس[2] کی شرح میں مشائخ کبار کا مشاہدہ ہے کہ (اس اسم کو) ستارہ مریخ سے نسبت ہے۔ اس کا ورد روز سہ شنبہ سے شب شنبہ ہے۔ اس کی دعوت کی مدت چالیس دن ہے۔ ہر روز بالترتیب چار سو مرتبہ پڑھے اور اس عدد میں کمی نہ کرے تاکہ (عامل کی) محنت ضائع نہ ہو۔ اس میں بہت سے اسرار مضمر ہیں۔ مگر (دوران عمل) جو کچھ شور وغوغا سنے تو خوف زدہ نہ ہو۔ کوئی ایسی چیز نہ کھائے جس کا تعلق حیوانوں سے ہو۔ ہر رفیق کے ساتھ گفتگو کم رکھے اور اپنا راز کسی پر ظاہر نہ کرے۔ دعوت کے دوران جہان کو اپنی نظر میں خاشاک کی مانند خیال کرے۔ چالیسویں دن جب شور اور آوازیں ختم ہو جائیں تو پانچ ساعتوں کی مقدار مدت میں اچانک ایک عظیم ہیبت ناک شخص ظاہر ہوگا، وہ مربع گنبد کی شکل ہوگا۔ سخت مزاج اور بے مروت ہوگا۔ اس کے دو مونچھوں کے ساتھ داڑھی ہوگی، مونچھیں لٹکی ہوئی ہوں گی ایک برہنہ تلوار ہاتھ میں ہوگی۔ وہ آ کر سلام کرے گا اور سراپا کے ساتھ بیٹھ جائے گا۔ تلوار اپنی ران پر رکھے گا اور زمین کو تکتا رہے گا۔ وہ اپنے ہونٹوں کو جنبش دے گا لیکن سمجھ میں نہیں آئے گا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ صاحب دعوت کو لازم ہے کہ (ان باتوں سے) خوف زدہ نہ ہو اور ہمت کا ورد اسی طرح جاری رکھے اور دل کو مضبوط کرے کہ یہ باتیں بھی عجائبات کی شکل ہیں جو دیکھنے میں آتی ہیں۔ اگر (صاحب دعوت) دل کو پرسکون رکھے گا تو اسے کوئی تکلیف نہ ہوگی۔ لیکن نعوذ باللہ منہ اگر دل میں تھوڑا سا شک پیدا ہو جائے تو چونکہ اس وہم سے اسم بھول جائے گا اور اسے پڑھ نہ سکے گا زبان سست ہو جائے گی۔ پوری ہمت سے اسم کا ورد نہ کر سکے گا چنانچہ وہ شخص تلوار سے (صاحب دعوت کو) ہلاک کر دے گا۔

اگر (معین) شریعت میں کوئی شبہ نہیں ہوا ہے تو وہ کچھ نہ کر سکے گا۔ بس یہ لازم ہے کہ درست پڑھے اور بلند آواز سے پڑھے۔ وہ (موکل) ایک ساعت خاموش بیٹھا رہے گا صرف اس کے ہونٹ ہلتے رہیں گے۔ اس کے بعد وہ پوچھے گا کہ اے آدم کے بیٹے اس دعوت سے آپ کا مقصود کیا ہے۔ اس کا صاحب دعوت جواب دے کہ میری غرض تجھے تسخیر کرنا ہے اور میں یہ چاہتا ہوں کہ تو میری موافقت کرے اور پھر کبھی نظر عنایت سے نہ پھیرے اور یہ سعادات اور قوت جو تجھے حاصل ہے وہ میرے حق میں [illegible] اور چھوٹی دوستوں کے مطابق رہے گی میری مدد [illegible] سعادات سے [illegible] مریخ وہاں سے قوت [illegible] کہ میں نے قبول کیا۔ میں آپ کا مددگار رہوں گا کہ آپ نے کوشش کی ہے اور بڑی محنت کی ہے آپ شاید کل طلب [illegible] رکھیں گے اور مجتہدانہ کوشش جاری رکھیں گے۔ آپ نے بہت زیادہ کوشش کی ہے۔ آپ اس اسم کی عظمت کی بدولت جو آپ پڑھتے ہیں، مجھے آپ پانچویں آسمان سے لائے ہیں تاکہ جو شخص دنیا میں آپ سے عداوت رکھے اور

---

[1] مترجم: ویسے بات یہ ہے کہ قرآن حکیم میں کہیں نہیں ملی، ہو سکتا ہے کہ راوی کی نگاہ سے غلطی کی ہو البتہ پارہ ۲۱ سورہ الاحزاب کی آیت ۴ اس طرح سے ہے: واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل (اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتاتا ہے) ممکن ہے اصل متن کی عبارت بطور تصدیق تحریر ہوئی ہو۔ واللہ اعلم۔

[2] مترجم: ہتیس کو [illegible] ہے یہاں سہواً تحریر کیا ہے اس کی کوئی وضاحت [illegible] ہے۔

[illegible]

[illegible] بھی بہت اچھی طرح [illegible] پوشیدہ ہیں۔

[illegible]

[illegible]

[illegible] مرادات کے مطابق عمل کرے تاکہ [illegible] مقصود حاصل ہو۔

اسم یا عظیم کے شرف کا بیان

اسم عظیم [illegible] یا عظیم [illegible] والله يقول الحق وهو يهدي السبيل

[illegible]

(اے عظیم سب تعریف، بزرگی، عزت، مجد اور کبریائی والے، جس کی عزت کو زوال نہیں، اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے)۔

اسم اکتیس

اگر کسی شخص کا مقصد ناکام ہو جائے (اس کی کوئی مراد بر نہ آئے) اور کسی طرح معاملات میں کشادگی حاصل نہ ہوتی ہو، اور وہ یہ چاہے کہ اس کی تمام مرادیں پوری ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ سیاہ رنگ کے بکرے کا پورا جگر بند (ذبح کرکے) نکالے اور وہ بھی اس صورت میں کہ کسی شخص کی نگاہ اس پر نہ پڑے۔ جب تنہائی میں ہو تو دل کو جگر بند سے علیحدہ کرے اور اپنے سامنے رکھے، پھر سات سو مرتبہ یہ اسم اس دل پر پڑھے اور ہر بار پڑھنے کے بعد اس دل پر دم کرے اور کہے

یارب الارباب و یا مسبب الاسباب و یا مفتح الابواب و یا قاضی الحاجات و یا مجیب الدعوات و یا دلیل الخیرات (اے پرورش کرنے والوں کی پرورش کرنے والے! اے اسباب فراہم کرنے والے! اے بند دروازوں کو کھولنے والے! اے حاجتوں کو پورا کرنے والے! اے دعاؤں کو قبول کرنے والے اور اے نیکیوں کی راہ دکھانے والے)

میری دعا قبول فرما، میرے رزق کو کشادگی عطا فرما اور مجھے لوگوں کی نگاہ میں عزیز و محترم کر یا ارحم الراحمین۔ جب یہ وظیفہ پورا ہو جائے اور یہ عمل کر چکے تو اس اسم کو مشک و زعفران کے ساتھ کاغذ پر لکھے اور اسے دل کے اندر رکھ دے۔ پھر اس مسجد میں جہاں وہ پانچ وقت کی نماز ادا کرتا ہے اس کی دہلیز کے پاس خانے پر چھپا دے اور اس وقت خوشبو دینے والی چیز جلائے۔ جب مسجد کے دروازے سے داخل ہونے لگے تو یہ اسم پڑھے۔ اپنے وقت کے ہمراہ رہے اور اپنے دل میں کسی طرح کی تشویش و اندیشہ نہ لائے۔ وہ جگہ جو پانی رواں کے قریب ہو ایسی خالی جگہ جہاں کسی کی نظر نہ پڑے، رکھے اور اس کو اکتالیس مرتبہ پھر ہر بار یہ اسم پڑھے۔ اس کے بعد اسے ریزہ ریزہ کر دے اور گلی میں زعفران ملا کر بچوں سے اور پھر کھلائے۔ اس کے کھانے کے وقت منہ میں یہ خیال رکھے کہ یہ چیز ظاہر ہوتی ہے اسی ہفتے میں اس کے حالات بہتر ہو جائیں گے۔ مراد کا پورا حاصل ہوگا۔ رزق میں فراخی پیدا ہوگی۔ سعادت، عزت اور نصیب کی کشادگی حاصل ہوگی۔ اس شخص کی عزت، سعادت سے بدل جائے گی۔ اگر کسی لڑکی یا عورت کی شادی نہ ہوتی ہو یا نکاح کے بعد جدائی ہو جاتی ہو تو اس صورت میں یہی کرنا چاہیے کہ خوشبو گھر میں جلائے تاکہ ارواح اس کے گرد جمع ہو جائیں۔ وہ ارواح اس کی دوست بن جائیں گی اور اس کے کام میں مددگار اور معاون ہوں گی لوگوں کے دلوں کو اس کی محبت میں گرم رکھیں گی۔ اس اسم کا پڑھنے والا حضرت خضر علیہ السلام کی مانند جنہوں نے آب حیات سے (دائمی) زندگی حاصل کی، دونوں عالم میں زندہ

جاوید ہو جائے گا۔ (علاوہ ازیں) غیب کے علوم سے بہرہ مند اور مخلوق میں ارجمند ہوگا۔

بارہواں اسمِ اسرار جو انجیل کی فاتحہ ہے[1]

یہ دعائے بشمخ کے نام سے مشہور ہے اور اپنے اندر بہت سے خواص رکھتی ہے۔ مجموعہ مشتملین کی [illegible] میں لکھا ہے کہ اس کا ہر ایک [illegible] عمل میں کارآمد ہوتا ہے۔ یہاں صرف تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے۔

۱۔ کسی شخص کے حق میں اس کی شرائط کے ساتھ ایک سو گیارہ مرتبہ شیرینی پر پڑھے۔ جس کسی کو کھلائے وہ مطیع ہو جائے گا۔

۲۔ دشمن کو برباد کرنے کے لیے اس ترتیب سے تین سو بار پڑھے۔ پہلے تین مرتبہ آیت الکرسی پڑھے اور اپنے چاروں طرف انگلی سے دائرہ کھینچے۔ جس وقت یہ دعا پوری کرے، دشمن کا نام زبان پر لائے اور دشمن کے نام پر چھری چلائے۔ جب دورہ ختم کرے تو خوشبو آگ پر ڈالے اور دعا پڑھنے میں مشغول ہو جائے۔ اسی طرح مذکورہ عمل تمام کرے۔ حق تعالیٰ کے حکم سے وہ دشمن ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ اس دعا کے کئی طرح کے بہت سے خواص ہیں۔

دعائے بشمخ معہ موکل کا بیان

تسمیہ کسیمار حبانار حبانا۔ دعا یہ ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ حب یا ھیصا بیل سا معاً مطیعاً بحق ھدہ الاسماء اللھم یا سمیخ بشمخ دا لا ھا موا سیمثون اسئلک ان تقضی حاجتی۰	(قبول کر اے ہیصا بیل موکل جس حال میں تو ہے ان ناموں کی برکت سے [illegible] اے [illegible] اے خداوند، اے قدیم میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔
۲۔ حب یا طورانیل سا معاً مطیعاً بحق ھدہ الاسماء اللھم یا دانوا معحو نو رمو ثوا دبثون اسئلک ان تقضی حاجتی۰	قبول کر اے طورانیل موکل جس حال میں تو ہے ان ناموں کی برکت سے [illegible] اے [illegible] کے جیسے [illegible] میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔
۳۔ حب یا شمسائیل سا معاً مطیعاً بحق ھدہ الاسماء اللھم یا خبو میمثون زقش داز علثون اسئلک ان تقضی حاجتی۰	قبول کر اے شمسائیل موکل جس حال میں تو ہے ان ناموں کی برکت سے [illegible] اے اللہ اے صاحب رحمت [illegible] جنت میں [illegible] میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

---

[1] [illegible] بشمخ [illegible]

۴۔ اجب یا عنیائیل سامعاً مطیعاً بحق هذه الاسماء اللهم یا رحمت و رحیمون مستطرون اسألک ان تقضی حاجتی ○	قبول کر، اے عنیائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ! اے ہم پر رحم فرمانے والے! تقوی کی عنایت کر، میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔
۵۔ اجب یا عنیائیل سامعاً مطیعاً بحق هذه الاسماء اللهم یا رحیم خلاق اسألک ان تقضی حاجتی ○	قبول کر، اے عنیائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ، اے مخلوق کو رزق دینے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔
۶۔ اجب یا قمرائیل سامعاً مطیعاً بحق هذه الاسماء اللهم یا رحموت الرحیم الرحیمون اسألک ان تقضی حاجتی ○	قبول کر، اے قمرائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ! اے رحم کرنے والے! ہم پر رحم فرما۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔
۷۔ اجب یا صحیائیل سامعاً مطیعاً بحق هذه الاسماء اللهم یا لیا اشرهیا ادونی اصبا اوث اصبا اوثون اسألک ان تقضی حاجتی ○	قبول کر، اے صحیائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے سدا رہنے والے زندہ و پائندہ! ہم سے بدی اور آفتوں کو دور رکھ۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔
۸۔ اجب یا اسماعیل سامعاً مطیعاً بحق هذه الاسماء اللهم یا نوزارعیش ارغی تنلیغوی اسألک ان تقضی حاجتی ○	قبول کر، اے اسمائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے نور! اے مخلوق کے کاموں کو روشن کرنے والے! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت پوری کرے۔

أجب يا جبرائيل سامعاً مطيعاً بحق هذه الأسماء [illegible] أسألك أن تقضي حاجتي ○

قبول کر اے جبرائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ [illegible] بخشے [illegible] میں گنہگار اور بدکردار ہوں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

أجب يا دردائيل سامعاً مطيعاً بحق هذه الأسماء [illegible] أسألك أن تقضي حاجتي ○

قبول کر، اے دردائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ! اے [illegible] ہر چیز پر قادر ہے اے فریاد رس! میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

أجب يا ميكائيل سامعاً مطيعاً بحق هذه الأسماء [illegible] أسألك أن تقضي حاجتي ○

قبول کر، اے میکائیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے خدا [illegible] بادشاہ [illegible] ہوں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

أجب يا إسرافيل سامعاً مطيعاً بحق هذه الأسماء [illegible] بين الكاف والنون [illegible] إنما أمره إذا أراد شيئاً أن يقول له كن فيكون فسبحان الذي بيده ملكوت كل شيء وإليه ترجعون أسألك أن تقضي حاجتي ○ [1]

قبول کر، اے اسرافیل اس حال میں کہ تو سنے اور ان ناموں کی برکت سے بجا لا۔ اے اللہ! اے حاجت [illegible] مجھے اور دوسرے خواستگاروں [illegible] درمیان کاف اور نون کے، جس سے مراد اللہ [illegible] جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کی شان تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جاتی ہے۔ تو پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو میری حاجت روائی کرے۔

---

[1] سورۃ یٰس ۳۶، آیت ۸۲ - ۸۳

اختتام دعائے گنج

اللهم إني أسألك يا الله أن تحفظني من كلّ بلاءٍ وفتنة وعاهة ووجعٍ وكلّ غمّة وكلّ فتنة ومن كلّ شدّة ومشقّة وكربٍ وزلزلة ومن شرّ كلّ شيطان الرجيم ومن شرّ الشيطان الرجيم ومن شرّ الجنّ والانس ومن شرّ حاسدٍ إذا حسد إلهي بحقّ هذه الاسماء وبحقّ هُوَ يا من هُوَ يا من هُوَ هُوَ يا من هُوَ هُوَ يا من هو هو لا إله إلا الله احفظني من جميع البلايا والآفات بحقّ مُحمّدٍ سيّد المرسلين وآله اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

اے اللہ! بے شک میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مجھے ہر آفت سے محفوظ اور ہر مرض اور تمام مصیبتوں سے دور رکھ۔ مجھے ہر فتنے، ہر مصیبت و تکلیف، غرض ہر سختی سے اور تمام راندے ہوئے شیطانوں کے شر اور شیطان مردود کے شر سے جن اور انسان کے فساد اور حاسدوں کے شر سے جب وہ حسد کرتے ہیں میری حفاظت فرما۔ اے اللہ ان اسموں کی برکت سے اور حرمت ہو یا من ہو ہو یا من ہو ہو یا من ہو ہو یا من ہو ہو میری [illegible] اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ مجھے تمام مصیبتوں اور آفتوں سے محفوظ رکھ بطفیل سید محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل کے برحمتک یا ارحم الراحمین۔

عرش و کرسی، ملائک و منازل، حروف و اسم اعظم کی وضع کا بیان

قدوۃ المحققین والعلماء، سلطان المتکلمین ابو علی سینا رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جو شخص اس نقش عرش کو بوقت آفتاب کے درجہ شرف پر، شرف قمر کے دوران چاندی پر، مشتری یا آفتاب کی ساعت میں کندہ کر کے اپنے پاس رکھے، حق تعالیٰ اس کو آسمانی بلاؤں کے مصائب و فتنوں سے، زمین کے رہنے والے آفات سے [illegible] سے محفوظ رکھے گا۔ اس پر کوئی دشمن غالب نہ ہو سکے گا۔ جس لشکر کے پاس یہ نقش ہوگا وہ لشکر ہمیشہ فتحمند ہوگا۔ جس کے پاس یہ نقش ہو [illegible] سلطان کا مصاحب منظور نظر رہے گا۔ تمام بلاؤں سے محفوظ اور فائدوں سے بہرہ مند ہوگا۔

جو شخص ہر روز صبح کے وقت اس نقش پر نظر ڈالے گا، اس کی عزت و بزرگی اور نیکی [illegible] ہمیشہ اس کے رزق میں اضافہ ہوگا۔ تمام تکلیفوں اور مصیبتوں سے محفوظ ہوگا۔ تمام مخلوق خواہ جن ہوں یا انسان اس کے دوست رہیں گے کوئی [illegible] کسی سے نقصان نہ پہنچ سکے گا، اس پر کسی جادو یا سحر کا اثر نہ ہوگا۔ یہ نقش عرش [illegible] بہت سے خواص رکھتا ہے اور اس کے بے شمار اثرات تجربے سے معلوم ہوں گے۔

نقشہ اوضاع عرش وکرسی

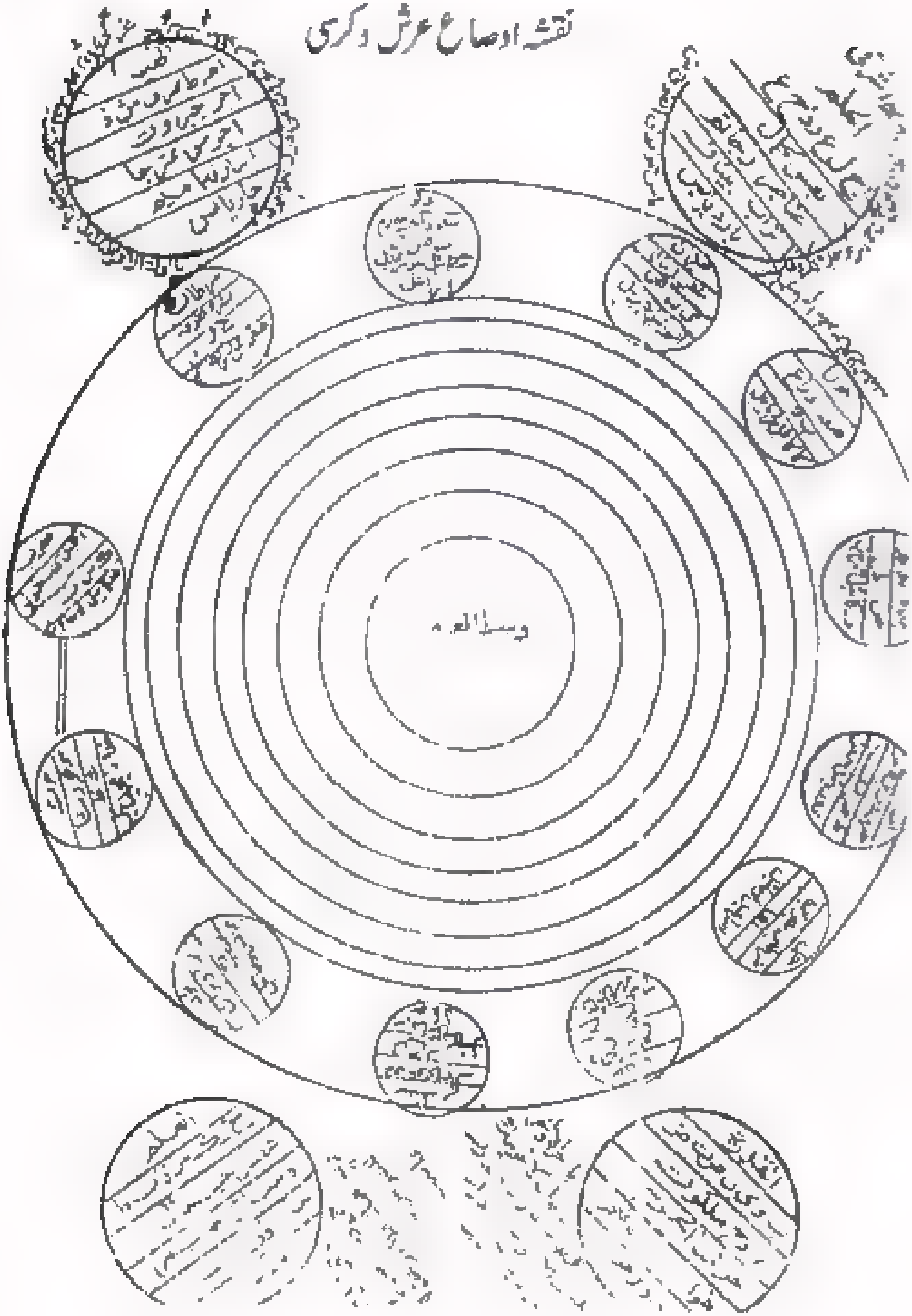
قطب
وسط العره

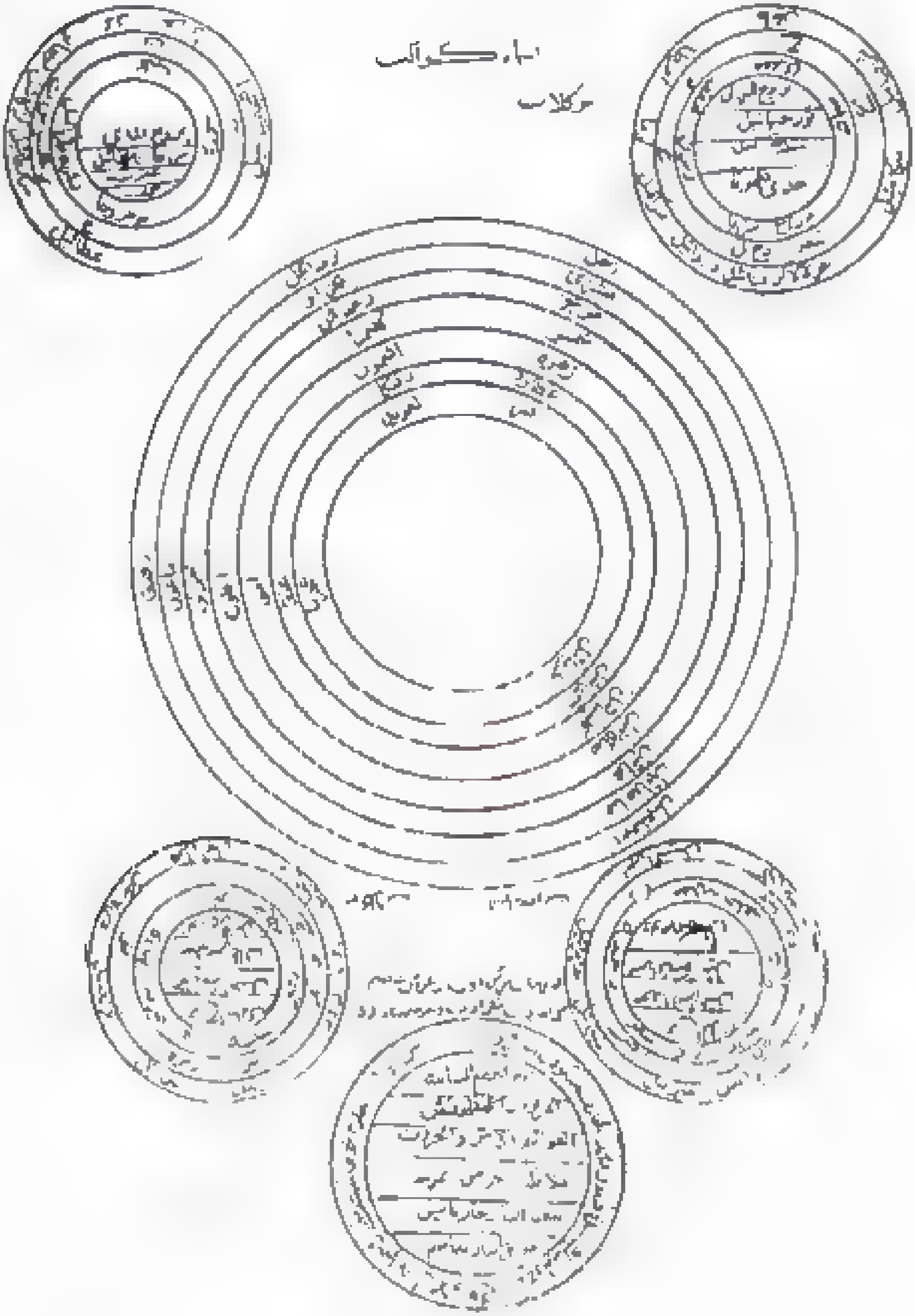
اسماء کواکب
موکلات

جاننا چاہیے کہ اس رکن کا تعلق عالم جبروت سے ہے اور علم ہیئت واحد کا مظہر ہے جنہیں تمام فرشتے ٹھہرائے ہوئے ہیں۔ اکسیر نمبر چار کا مزاج گرم و خشک ہے اور حروف سات ہیں، یہ قول امام حجۃ الاسلام محمد بن غزالی کا ہے اور شیخ الاسلام قدوۃ المحققین محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں تحریر کیا ہے حروف آتشی ہیں جیسے کہ دائرے میں مذکور ہے اور کئی رسالے کے حروف ابجد میں ست جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ جس کا جی چاہے رسالے سے رجوع کرے۔ ابوعلی ضریر کا قول ہے کہ حروف آتشی ہیں۔ وہ یہ ہے "عطمش" (تیمن) قول اول اصح ہے۔ حروف آتشی تین برجوں پر منقسم ہیں۔ حمل، اسد اور قوس۔ ہر ایک کی کیفیت معلوم ہے۔ یہ ذکر سے بے شمار ہیں، یہاں اختصار کی غرض سے تھوڑی پر اکتفا کیا گیا ہے۔

علم تکسیر کا تھوڑا سا ذکر

جو تکسیرات جو دائروں میں تحریر کیے گئے ہیں اگر بغیر شرائط کے عمل میں لائے جائیں گے تو چنداں فائدہ مند نہ ہوں گے۔ اگر کوئی شخص کسی کو اپنی جانب مائل کرنے یا دشمن اور ظالم کو دفع کرنے کا خواہشمند ہے تو اسے عمل میں لائے۔ اس شخص کو چاہیے کہ پہلے تضرع اور تحریر کے ذریعے کام نکالے اور اگر وہ ظالم اور ستم گر ظلم سے باز آ جائے تو مراد حاصل کی اور اگر باز نہ آیا تو اس کے قلع قمع کرنے کے لیے عمل کرے۔ (اس کی صورت یہ ہے کہ) شروع کرنے سے پہلے غصے کو دل سے نکال دے پھر مسواک کے ساتھ وضو کرے اور دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ (کاغذ کے) دو ٹکڑوں پر "الفعل" اور "بالفعل" لکھ کر قرعہ ڈالے جیسا کہ مشہور ہے۔

عمل کی کیفیت یہ ہے کہ طالب و مطلوب کا نام جمل کے حساب سے جو تحریر کیا گیا ہے تحریر کرے سہو اور غلطی کا خیال رکھے کہ طالب کے نام اور اس کی ماں کے نام کے عدد لے، پھر انہیں بارہ کے عدد سے تقسیم کرے، جو باقی بچے اسے عدد کی مقدار کے مطابق برجوں کے حوالے کر دے۔ اسی طرح مطلوب کے نام کا استخراج کرے اور برجوں کے مالکوں پر نگاہ ڈالے۔ (اس کے بعد) پہلے ان خوشبوؤں کو باہم ملا دے جن میں بیان کی گئی ہیں جائے اور کامل ہمت سے اس ستارے سے مخاطب ہو جو اس برج سے منسوب ہے، جس طرح اصول میں تحریر کیا گیا ہے، ستارے کے حروف کے عدد کے مطابق پڑھے اور جتنی مرتبہ پڑھے خوشبو جلائے۔ اس کے بعد طالب اور مطلوب کے حروف کو اس طرح ملائے کہ طالب کے نام کا پہلا حرف لکھے پھر مطلوب کے نام کا پہلا حرف طالب کے نام کے پہلے حرف کے پہلو میں لکھے، پھر طالب کے نام کا دوسرا حرف مطلوب کے نام کے حرف کے پہلو میں لکھے، اس کے بعد مطلوب کے نام کا دوسرا حرف طالب کے نام کے حرف کے پہلو میں لکھے۔ اسی طرح طالب و مطلوب کے ناموں کے حروف ملائے۔ اگر طالب یا مطلوب کے نام کے حروف ختم ہو جائیں تو دوسرے نام کے حروف طالب یا مطلوب کے نام کے حروف کے پہلو میں لکھے۔ جب (یہاں تک) مرتب

۱۔ تکسیر عمل کے دائروں میں قاعدے کے مطابق عدد مرتب کرتے ہیں۔

ہو جائے تو پھر اس مؤکل کے نام جو ان حروف کے مؤکل ہیں، طالب و مطلوب کے نام کے حروف کے نیچے لکھے جیسا کہ دائرے میں تحریر کیا گیا ہے، دھات کے پترے پر لکھے۔ اگر مطلوب کا برج آتشی ہے تو آگ میں ڈال دے، بادی ہے تو ہوا کے حوالے کرے، اگر آبی ہے تو دھو کر (مطلوب کو) پلا دے یا بہتے پانی میں بہا دے۔ اگر خاکی ہے تو مطلوب کے مکان کی دہلیز میں یا اس کی گزرگاہ میں گاڑ دے۔ مقصد حاصل ہو جائے گا۔ یاد رہے کہ نقش ہر شخص سے پوشیدہ رکھے۔ مثال کے طور پر اگر طالب کا طالع ثور ہے اور مطلوب کا طالع اسد ہے، جیسے کہ علی طالب اور محمد مطلوب تو انہیں جداگانہ طور پر اس طرح ثبت کرے۔

ث	ب	ی	م	ث	م	ا
م	ت	م	د	ث	ب	ں
ا	ث	ب	ی	م	ث	م
ی	م	ث	م	ا	ث	ب
م	د	ث	ل	ق	م	ت
ن	ی	م	ت	م	د	ث
ت	م		ث	ب	ں	م

ان بیان کردہ طریقے کے مطابق متقدمین کی بعض کتابوں میں ترکیب دی گئی ہے اور بہت سے تعویذ، نقش اور طلسم ترتیب دیے گئے ہیں۔ ان کے نیچے خط کھینچ کر حروف کو بصورت شکل تحریر کیا ہے۔ جیسے چند کلمہ حروف اور تکسیرات کے دائرے میں تحریر کیا۔

اس مجموعے کو جمع کرنے والا عرض کرتا ہے کہ وہ تکسیرات جن میں حروف مکرر ہوتے ہیں، ان میں طالب و مطلوب ہی کلی طور پر مقصود ہوتے ہیں۔ جب تک طالب و مطلوب کا نام صحیح طور سے مستخرج نہ ہوگا اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا اور اس کی تاثیر بہت کم ہوگی۔ اس فقیر نے بہت محنت کرکے استخراج کی یہ ترکیب مرتب کی ہے تاکہ فوائد حاصل ہوسکیں۔ یہ ضروری ہے کہ اسی طرح طالب اور مطلوب کے نام تکسیر کیے جائیں اور حروف کے مؤکلات تحریر کیے جائیں۔ ان کواکب اور اسم اعظم کو بھی طلب کیا جائے جو دائروں اور وصول میں ہیں اور جو طالب اور مطلوب کے نام سے نسبت رکھتے ہیں جیسا کہ سر الاسرار میں تحریر کیا گیا ہے اس سے دائرہ بہ ترتیب ورد کیا جائے تاکہ نیک ساعت اور مسبب الاسباب اور مقلب القلوب کے حکم کی تاثیرات کا مشاہدہ کرے۔

اگر کوئی چاہے کہ طلسم سازی کی جائے۔ سب سے اولیٰ تحریر یا تعویذ بنائے جو مختصر ہو لیکن اس کے فائدے بہت زیادہ ہوں تو (اسے چاہیے کہ) تکسیر کے بعد طالب و مطلوب کے نام کے حروف کے عدد جمع کرے اور اس اسم اعظم کے عدد جو اس عمل کے موافق ہے اس میں شامل کرے۔ اعداد کو چوکور مربع میں لکھے اور اپنے پاس رکھے۔ اس کے بہت زیادہ فائدے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ تکسیر کئی طرح کی ہوتی ہے۔ سب کو بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ تکسیر کی ایک قسم یہ ہے کہ اس میں طالب کا نام پہلے لکھا جاتا ہے اور مطلوب کا نام بعد میں لکھتے ہیں۔ دوسری قسم اس کے برعکس ہے جسے کاغذ یا لوح پر ایک ایک حرف جدا جدا تحریر کرے اور سات سطروں میں مسیر کرے۔ اوائل سطروں کے حروف اور اواخر سطروں کے حروف (لکھے) جیسا کہ پہلے کیا ہے۔ کسی کاغذ پر یا تختے پر تحریر کرے۔ اس وقت دونوں طرفوں کے (اوائل اور اواخر سطروں کے) حروف کے عدد جمل کبیر کے حساب سے حاصل کرے اور مربع مثلث میں چار چار وفق بنائے تاکہ مقصود حاصل ہو۔ اس مقام پر جہاں سے تمام حروف لیے ہیں وہاں سے حروف تکسیر کے اعداد حاصل کرے، جیسے کہ مہینوں کی چاند رات میں جمل کبیر کا حساب کر کے بیان کیا جائے گا۔ (صاحب شمس) چاہیے۔ مزید سہو اور غلطی سے محفوظ رکھے۔ تکسیر کی صورت اور باہم ملانے کی کیفیت بیان کی جا چکی ہے۔

وفق اعداد کی صحت کے بیان میں تحریر کیا جاتا ہے کہ اس وفق کے مربعے میں اسما کے حروف کے عدد تمام و کمال موجود ہیں۔ ذہن کو لگا، جانے و صحیح درجہ حاصل ہوں گے اور ان میں عدد باطل نہیں ہوں گے۔ اسی طرح دوسرے اور تیسرے اور چوتھے آخری حصے تک تمام صورت رہے گی یعنی درمیان کے چاروں خانے رہیں گے۔

جاننا چاہیے بہتر طریقہ یہ ہے کہ یہ عدد وفق صورتوں میں لکھے جائیں جمل کے حروف میں۔ لکھیں کیوں کہ تمام قدیم اہل حکمت نے اپنی کتابوں میں یہی تحریر کیا ہے۔ یہ احکام میں سے عجیب حکم ہے۔

جاننا چاہیے کہ دو شخصوں کے ناموں میں جو نام فرد ہوتا ہے یعنی طاق کے حروف سے کسی کے ساتھ اور جو زوج (جفت) حروف کی شکل ہوتا ہے لیکن ان حروف کے ساتھ زوجی ہوتا ہے، مثال کے طور پر احد، نور اور محمد جفت حروف رکھتے ہیں۔ اسی طرح سو ۱۰۰ چالیس ۴۰ اور پانچ ۵ کے عدد ہیں۔ یہ اسما جمل کے حساب سے جدائی ڈالنے اور پریشان کرنے کے لیے ہیں۔ وہ اسم جو جفت ہوتا ہے وہ دوستی کے اعتبار سے عدد کے حروف کا زوج ہوتا ہے، اس لیے صحیح ہوتا ہے۔ یہ دو شخصوں کے درمیان میل جول محبت اور دوستی پیدا کرتا ہے جیسے کہ اسم "حی" اور "قیوم" اور دوستی کے واسطے نام جاننا چاہیے کہ جو اسم موافق ہوتا ہے اس کے سب عدد جفت ہوتے ہیں یعنی جمل کے حساب سے صحیح ہے اور دو شخصوں کے درمیان الفت پیدا کرتا ہے۔ اگر کسی نام کے حروف زیادہ ہیں اور کسی نام کے حروف کم ہیں اور تم دونوں ناموں کے درمیان توافق پیدا کرنا چاہتے ہو تو زیادہ حروف والے اسم میں سے حرف غیر کا اخراج نام یا حروف علت نکال لینا چاہیے۔ ی، ا، و حروف علت ہیں۔ تمہیں جیسے حروف ملائے جائیں صورت سے کہ اسقاط کی حرف نکال دو تاکہ دونوں نام حروف کے عدد میں برابر اور موافق

ہو جائیں۔ اس میں ایک عجیب و غریب راز ہے۔

جان لیں کہ دعوت میں ایک پوشیدہ راز یہ ہے کہ جب تم اسماء کے حروف شمار کرنا چاہو تو ان اسماء میں سے ال تعریفی نکال دو جیسے کبیر متعال سے ال تعریفی حذف کردو تو کبیر متعال رہ جائے گا۔ اب دیکھو کہ ان اسموں کے عدد کتنے ہیں۔ جمل کبیر کے حساب سے ان عددوں کو خالی جگہ میں، شرائط مذکورہ کے مطابق بغیر کسی کمی اور زیادتی کے جمع کرو۔ (یہ تکسیر) دعائے توسم کے ساتھ اس وقت مستجاب ہوگا اور یہ عدد کے حکم سے بڑی بات ہے یعنی کہ مطلوبہ عدد کی مقدار میں زیادتی اسراف اور کمی باعث خلل ہے۔ مگر یہ حقیقت میں بے ظہور کے سبب تک کارگر نہیں ہوتا ہے اور کوئی مثال تحریری ہے، ہم نے اس کتاب میں طالب کی سہولت کے لیے اسے بیان کر دیا ہے۔

(کسی) مہینے کی سولہ تاریخ کو ایک سلطان موضع تلک پرگنہ سرور پور سے حاضر ہوئے اور چاہا کہ ان کو (زمینداروں کو) وطن سے باہر نکال دیا جائے۔ یہ صورت حال حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت میں عرض کی گئی۔ آپ نے اسے جواب میں تحریر فرمایا۔ اس مکتوب کا مضمون اور عبارت یہ ہے:

"فرزند اعز، کرم وارشد ملک فتح اللہ خان!

تم اور تمہارے بھائی اور خاندان کو فتح و ظفر حاصل ہو۔ معلوم ہوا کہ تمہارا عریضہ ہمیں ملا اور ہم حالات سے مطلع ہوئے۔ حضرت پیشوائے دین ہمارے اور مرشد عالم قدس اللہ سرہ العزیز کی روحانیت بے نہایت کی برکت سے تمہارے دشمن مقہور اور مردود ہوں گے۔ اس مہم کے لیے درویشوں نے فاتحہ پڑھی ہے۔ تمہیں چاہیے کہ اس مکتوب میں جو دعا درج ہے اسے زیادہ سے زیادہ پڑھیں، بہت فائدہ حاصل ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام اور آپ کی بزرگ آل کے طفیل تمہاری اور سب بھائیوں کی عاقبت اور خاتمہ بخیر ہو۔" دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ یا حی یا قیوم یا حنان یا منان یا بدیع السموت والارض یا ذالجلال والاکرام۔ لا الٰہ الا انت اسالک ان تحی قلبی بنور معرفتک یا للہ یا للہ یا اللہ	(اللہ کے نام سے جو بخشنے والا اور مہربان ہے۔ اے ہمیشہ زندہ پائندہ، اے ہمیشہ قائم رہنے والے! اے بہت شفقت کرنے والے! اے بہت احسان کرنے والے! اے آسمان اور زمین پیدا کرنے والے! اے شوکت، سطوت اور بزرگی کے مالک! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تجھ سے مانگتا ہوں کہ تو اپنے نور معرفت سے میرے دل کو زندہ رکھے۔ یا اللہ یا اللہ یا اللہ)

یہ دعا مہم کی کامیابی کے لیے چودہ روز مسلسل پڑھے، کامیابی حاصل ہوگی۔

بعض دواؤں کے فوائد کا ذکر جو حاجات، صحت اور تکلیف کے لیے مفید ہیں۔

برگ مندار کو سرسوں کے تیل میں ڈال کر آگ پر رکھیں۔ جب تھوڑے گرم ہو جائیں تو پتوں کو ہاتھ سے نچوڑیں۔ اس طرح ایک دو قطرے ٹپکیں گے۔ ان قطروں کو کان میں ڈالنے سے کان کا درد جاتا رہے گا۔ برگ [illegible] اور تو تیں (تھوہڑ) بھی یہی فائدہ دیتا ہے۔

پھنسی سر کا مرض جو بچوں کو ہوتا ہے

اسے ہندی زبان میں چائیں چائیں کہتے ہیں۔ (اس کی دوا یہ ہے) لیموں کا رس (ہم وزن) بڑی [illegible] پانچ عدد گھونگچی سب ہم وزن لے کر پیس کر چھان کر اور پانی ملا کر سر پر مالش کریں۔

گلا صاف کرنے کے لیے

گل جائے کے پتے، دانہ الائچی، [illegible]، درخت لیموں کے پتے اور پیپل دراز سب کو پیس کر شہد ملا کر چاٹیں۔ آواز صاف ہو جائے گی۔

چہرے کی شگفتگی کے لیے

درخت سنبل کے کانٹے اور ہلدی کو بکری کے دودھ میں گھس کر چہرے پر ملیں۔ شگفتگی پیدا ہوگی اور کسل دور ہوگی۔

دوسرا نسخہ

کیکر کے درخت کا پھل، اس کی چھال کے ساتھ باریک پیس کر دودھ میں جوش دیں پھر گرم دودھ میں روغن گاؤ (خالص گھی) ملا کر چہرے پر ملیں۔ شگفتگی پیدا ہوگی۔

چہرے کا رنگ صاف کرنے کے لیے

لودھ پٹھانی، میتھی، سرسوں اور جو (ہم وزن)۔ ان سب کو صاف کر کے خشک کریں۔ پھر پیس کر شہد ملائیں اور ابٹن کی طرح چہرے پر ملیں۔

دوسرا نسخہ

برگ مندار [illegible] بکری کے دودھ کے ساتھ پیس کر چہرے پر ملیں، رنگ صاف ہو جائے گا۔

خنازیر یا کنٹھ مالا کا علاج

ناگ پھنی اور [illegible] دو دو ماشے [illegible] پیشاب (گرم) میں جوش کریں اور ایک ہفتے تک مقدار ایک تولہ روزانہ کھائیں۔ خنازیر جاتا رہے گا۔[1]

دوسرا نسخہ

گورکھ پان (تیجبد [illegible]) روغن میں جوش دیں یہاں تک کہ جل جائے۔ یہ تیل خنازیر پر لگائیں۔ صحت حاصل ہوگی۔

تیسرا نسخہ

درخت سہجنا کی چھال [illegible] پانی میں جوش دیں۔ جب پک کر گاڑھا ہو جائے تو گرم گرم [illegible] خنازیر جاتی رہے گی۔

استقرار حمل

ناگ پھنی [illegible] کو حیض سے پاک ہونے کے بعد کھلائیں۔ حمل قرار پائے گا۔

اگر [illegible] لڑکے کی خواہش ہو تو یہ تعویذ عورت [illegible] پہلو میں [illegible] باندھ دیں اور بعض کے نزدیک چار ماہ گزرنے کے بعد باندھے اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیٹا پیدا ہوگا۔ تعویذ یہ ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم	شروع اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے اور اگر کوئی یہ
ولو ان قرانا سیرت به الجبال او قطعت به الارض	قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا
او کلم به الموتی بل لله الامر جمیعا[2]	دیے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین جلدی جلدی طے
	ہو جاتی یا اس کے ذریعے سے مردوں کے ساتھ کسی کو باتیں
الٰہی احدی صمدی مددی وصلی اللہ علی خیر	کرا دی جاتیں تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے بلکہ سارا
خلقه محمد وآله اجمعین۔	اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔ خدایا تو یکتا ہے بے نیاز ہے اور
	میرا مددگار ہے۔ اللہ کی رحمت ہو مخلوق میں سب سے افضل
	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تمام آل پر۔

---

[1] [illegible]

[2] [illegible]

یہ نقش وضع حمل کے لیے بھی مذکور ہوا ہے۔ [illegible] سے لکھ کر عورت کے بازو پر باندھے۔ اگر بیٹے کا حمل ہو تو بدھ ہوا بیٹے دیں اگر حمل ساقط ہو جاتا ہے تو یہ نقش لکھ کر (عورت کے) بازو میں۔ اللہ کی قدرت سے حمل قرار پائے گا۔ نقش یہ ہے:

لصوا کا طا اا کہ کــلا ۱۸ اا کب ولث

یہ تعویذ سفید ہوتر سے [illegible] سے لکھیں اور سر آزادے کے ساتھ کمر میں باندھیں۔ [illegible] قدرت سے حمل ساقط ہونا بند ہو جائے گا تعویذ یہ ہے:

شیطر طوش شیطش محل یا ام الصبیان بحق ہیموب [illegible] اذ وھب [illegible]

اگر یہ چاہے کہ عورت حاملہ نہ ہو تو چاہیے کہ یہ نقش لکھ کر پڑھ کر عورت کے [illegible] میں باندھ دے [illegible] اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاملہ نہ ہوگی۔ اگر آزمانا چاہتے ہو تو کسی درخت سے باندھو یا مرغی کے [illegible] میں باندھو، انڈے دینا بند کر دے گی۔

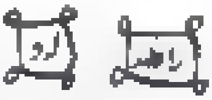

ر اا ۱۵ و ۷ ا و ا ع ہ ۷، ۱۹۹۹۹۱۹۹۹ ۹۱۱

بعض ہندی منتر

[illegible] منتر یہ ہے:

[illegible]

دفع بدہ

تمباکو [illegible] پڑھے، پھر جو شخص [illegible] ہاتھ [illegible] پڑھے۔ سات بار صبح و شام پڑھے [illegible] مریض [illegible] ہاتھ تکلیف کی جگہ پر رکھے۔ منتر یہ ہے:

کالی ونی جنگل کی [illegible]

افسون عقرب (بچھو کا منتر)

یہ منتر [illegible] پڑھے۔ پھر اس مٹی کو اس جگہ سے جہاں بچھو نے ڈنک مارا ہے۔ اس کے بعد مٹی [illegible] ہاتھ کو نیچے تک جہاں [illegible] لے جائے۔ بچھو اتر جائے گا۔ منتر یہ ہے:

[illegible] مر گئی ہے تو [illegible]

دوسرا افسوں

[illegible] پانی پر [illegible] مری ہے تو [illegible]

برائے محبت

اگر کوئی یہ چاہے کہ [illegible] دلوں میں محبت پیدا ہو جائے تو قرآن [illegible] رنگ [illegible] سات بار پڑھ کر دم [illegible] عاشق ہو جائے گا

بسم اللہ الرحمن الرحیم○ — شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ مہر لگا دی ہے

ختم اللہ علی قلوبھم وعلی سمعھم وعلی ابصارھم — اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی

غشاوۃ ولھم عذاب عظیم○[1] — آنکھوں پر پردہ ہے اور ان کے لیے بڑی سزا ہے۔

اگر قرآن [illegible] آیت [illegible] کر (کھلائے) تو مطلوب حاصل ہوگا۔

خونی امراض کو دفع کرنے والی دوائیں

[illegible] چھال [illegible] سایہ دار جگہ میں پھیلا کر خشک کریں۔ [illegible] صرف پانی کے ساتھ [illegible] ہیں۔ اگر ہو سکے تو غذا میں صرف [illegible] خشک کرکے کوٹ کر سفوف بنائے اور مذکورہ طریقے سے [illegible] مفید ہوگا۔

برائے مقصد برآری

شیخ صالح موفق ابوعلی نوری سے منقول ہے کہ یہ روایت (عن فلاں عن فلاں) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جاتی ہے کہ نماز عشاء کے بعد چھ رکعت نماز [illegible] پہلی رکعت میں فاتحہ ایک بار اور والشمس سات بار پڑھے۔ دوسری رکعت میں سورۃ واللیل سات بار، تیسری میں سورۃ والضحیٰ سات بار، چوتھی رکعت میں سورۃ الم نشرح سات بار، پانچویں میں والتین سات بار اور چھٹی رکعت میں سورۃ قدر ([illegible]) سات بار پڑھے۔ جب نماز سے فارغ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی ثنا کرے اور حضور علیہ السلام پر درود بھیجے۔ [illegible]

---

[1] [illegible]

اللهم یا ربَّ ابراهیم وموسی وربَّ اسحاق ویعقوب وربَّ جبرئیل ومیکائیل وربَّ اسرافیل وانت ربی منزل الصُّحف ومنزل التوراة والانجیل والزبور والفُرقان ربی منامی هذا لیس من امر انت اعلمO

اے اللہ! اے ابراہیم اور موسیٰ کے پروردگار اے اسحاق اور یعقوب کے پروردگار! اے جبرائیل کے پروردگار میکائیل کے پروردگار! میرے پروردگار! تو ہی ہے جس نے صحیفے نازل فرمائے ہیں۔ تو ہی ہے جس نے توریت انجیل اور قرآن کو نازل کیا ہے کہ آج رات مجھے خواب میں اس بات کا جواب دکھا دے جسے تو ہی جانتا ہے۔

اگر پہلی رات میں نہ دیکھے تو دوسری رات میں دیکھے گا۔ اسی طرح سات راتیں یہ دعا پڑھے۔ ان راتوں میں ایک شخص خواب میں آ کر بتائے گا کہ مقصد برآری کی تدبیر کیا ہے۔ اس دعا کے جانچنے والے بے شمار لوگوں نے اپنا مقصد حاصل کیا ہے۔ دوسرے اکابر بھی اس کا تجربہ کر چکے ہیں۔

شیخ سعد الملت والدین محمد الحموی (حموی) سے منقول ہے کہ جو شخص ہر صبح ان چار لفظی کلمات کو پڑھتا رہے گا وہ دشمن پر غالب ہوگا اور جو شخص ہر صبح چالیس روز تک اس پر مسلسل عمل کرے گا وہ عجیب چیزوں کا مشاہدہ کرے گا۔ ان کلمات کے بہت سے اسرار ہیں۔ وہ کلمات یہ ہیں

اهمصمریش بمتر و امیهوس قرمطو طیس سرور اعسسط

حضرت قدوۃ اللہ فرماتے تھے کہ حرز ابو دجانہ تمام جنوں اور آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے (مشائخ سے) پڑھا جاتا ہے خاص طور پر شیطان اور جنوں کے شر اور آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس سے کام لیا جاتا ہے۔ اگر اس پر ہمیشہ عمل کرتا رہے تو بہت سے فائدے اور بے شمار منفعتیں حاصل ہوں گی۔ وہ دعا ورد حرز ابو دجانہ یہ ہے:

بسم الله الرحمن الرحیم هذا کتاب من محمّد صلّی الله علیه وسلم النبی القریشی الهاشمی المدنی الابطحی الاُمی صاحب التاج والسریر والحوض والشّفاعة والقضیب والنّاقة صاحب قول لا اله الا الله محمد رَّسُولُ الله من طرق الدّار من الزّوار والعُمّار والنُّظّار والصّالحین فی الاقطار الّا طارق یطرق بخیر یارحمن امّا بعد فانّ لنا ولکم فی الحقّ سعةً فان یکنْ عاشقاً مولعاً او باغیاً مُبطلاً او مؤذیاً بالمقتحم هذا کو حملة القرآن و یصعدو الی عبده لا وثن الی من یجعلُ مع الله الهاً آخر لا اله الا هو المتفرد بالکبریاء والقدرة یُرسل علیکما شواظٌ من نارٍ ونحاسٌ فلا تنتصران بسم الله وبالله ومن الله والی الله ولا غالب الّا الله ولا حولَ ولا قُوّة الّا بالله ولا احد سوی الله ولا احد مثل الله بسم الله ونستفتح باسمه ونتوکّلُ علی الله واحملْ صاحب کتابی هذا فیْ حرز الله وامنه حیث ما کان وحیث ماتوجه فلا تقربوهُ ولا تعرضوه ولا تضارُّوهُ قاعداً کان اوقائماً متیقظاً کان او نائماً ولا فی شرب ولا فیْ اکلٍ ولا فی ثوبٍ ولا فی غریبٍ ولا فی

العالمين وفي أي مكان كان ولا في دار ولا في الأرض القفر ولا في الخلاء ولا بالليل ولا بالنهار كلما سمعتم ذكر كتابي هذا فادبروا عنه واتركوه بحق لا إله إلا الله وهو غالب في كل شيء وهو عزيز كل شيء وهو على كل شيء قدير أعيذ صاحب كتابي هذا بكلمات الله التامات وباسمه الذي هو مكتوب على سرادق العرش انه لا إله إلا هو الغالب الذي لا يغلبه شيء ولا يعجزه منه هارب ولا يدرك طالب وأعيذه بالحي الذي لا يموت وبالملك الذي لا يزول ملكه وبالقيوم الذي لا ينام وبالعزيز الذي لا يزال رب العرش الذي لا يضام وبالكرسي الذي لا يزول وبالمنيع الذي لا يرام وأعيذه بالأسماء المكتوب به في اللوح المحفوظ وبالاسم الذي المكتوب في التوراة والانجيل والزبور والفرقان وبالاسم الذي حمل به عرش بلقيس إلى سليمان بن داود عليهما السلام قبل ان يرتد اليه طرفه العين وباسم الذي مر به جبرئيل عليه السلام إلى محمد عليه السلام يوم الاثنين وبالأسماء الثمانية المكتوبة في قرن الشمس وبالاسم الذي يسبح الرعد بحمده والملائكة من خيفته وباسم الذي كتب على ورق الزيتون وألقي في النار فلم يحرق وباسم الذي مشى به الخضر على الماء ولم يبل قدمه وباسم الذي نطق به عيسى بن مريم عليه السلام في المهد صبيا وبرء الأكمه والأبرص وأحيى الموتى بإذن الله عز وجل وباسم الذي نجا به إبراهيم من نار نمرود بن كنعان وباسم الذي نجا به يوسف عليه السلام [illegible] ☆

من الحبس وباسم الذي تجلى به رب عز وجل للجبل لموسى بن عمران فجعله دكا وخر موسى صعقا وباسم الذي نجا به يونس عليه السلام من الظلمات وباسم الذي دعا به موسى عليه السلام على البحر فانفلق فكان كل فرق كالطود العظيم وأعيذه بالسبع المثاني والقرآن العظيم وبما نزل على موسى بطور سيناء أعيذ صاحب كتابي هذا بهذه الأسماء من كل عين ناظرة وأذن سامعة وقدم ماشية ولسان ناطقة وقلوب واعية وصدور حاوية وأنفس كافرة والحسر لا رميه ظاهرة وباطنة ومن شر من يعمل السهو و يحط بزاويته به من ذكر وأنثى من الجن والانس في الليل والنهار وأعيذه من شر ذي شر وعقد هم وسلاسلهم وكيدهم ومكرهم وتربص أعينهم وحيل أخذهم ومن شر الجن والإنس والشياطين والتوابع والسحرة ومن شر المكون والعمران والخراب والحياض والعملات ومن شر سواكن الهواء والنواويس وساكن القبور وساكن العيون وساكن البحار وساكن الطرق وأعيذه من شر كل غول غولة وساحر وساحرة وساكن وساكنة ومولع ومولعة وكاهن وكاهنة ودافع ودافعة ونابع ونابعة وكافر وكافرة وأعيذه من شرهم وشر دوابهم وأقربائهم وأبنائهم ونسائهم وذرياتهم ومن شر طائر يطير في الهواء ومن شر الطوارق الموارد وأعيذه بالله شرا هي من شر رعدة الناس والبهائم ومن شر القلندل والفاعل ومن شر كل عين

ساحرةٍ او حاطبةٍ ومن شرِّ الحارجِ والداخلِ ومن شرِّ بارحٍ وعادٍ وعدوٍّ وبادٍ ومن شرِّ كُلِّ دابةٍ وهامةٍ ومن شرِّ
كُلِّ عفريتٍ الجنِّ والانسِ وشرِّ الرياحِ والمياهِ والنيرانِ والحيوانِ والجماداتِ ومن شرِّ كُلِّ فصيحٍ
وعجميٍّ ونائمٍ ويقظانٍ واُعيذُ صاحبَ كتابي هذا من شرِّ ساكنِ البحرِ والارضِ وساكنِ البيوتِ والزوايا
والمزابلِ ومن شرِّ مايُصيبُ الخطيئةَ اويلجُ بها ومن شرِّ ما ينظرُ اليه الابصارُ لاتضربُ عليه القلوبُ
وحدثَ عليه العهودُ ومن شرِّ من لايقبلُ العربيةَ ومن شرِّ من اذاذكراسمُ الله ذابَ كما يذوبُ الرصاصُ
والحديدُ على النارِ واعيذُ صاحبَ كتابي هذا من شرِّ ابليسَ وشرِّ الشياطينِ ومن شرِّ من يسكنُ في الهواءِ
والجبالِ والبحارِ ومن في الظلماتِ والنورِ ومن شرِّ من يسكنُ في العيونِ ومن شرِّ من يمشي في الاسواقِ
ومن شرِّ من يكونُ في الاجسامِ والارواحِ والاكمِ فمن شرِّ من يوسوسُ في صدورِ الناسِ ومن يسترقُ
السمعَ والابصارَ واُعيذُ صاحبَ كتابي هذا من النظرةِ واللمحةِ والكسرةِ واللفحةِ واعينِ الجنِّ والانسِ
المتمردةِ ومن شرِّ الصائبِ والطارقِ والغاسقِ والواقبِ والحاسدِ والطاغي والكاهنِ ومن شرِّ كُلِّ ذي عقدٍ
وسحرٍ وفزعٍ وهمٍّ وحزنٍ واستحاسٍ ونكرٍ وفكرٍ ووسواسٍ واعيذُهُ باللهِ من شرِّ كُلِّ داءٍ يعتري بني ادمَ
وبناتِ حوّاءَ من قبلِ الدمِ والعمرةِ والمرّةِ والريحِ والبلغمِ والريحِ الحمراءِ والصفراءِ والسوداءِ من النقصانِ
والزيادةِ ومن شرِّ كُلِّ داءٍ داخلٍ في جلدٍ ولحمٍ اودمٍ اوعرقٍ اوعصبٍ وقطعةٍ اوعظمٍ اوفي سمعٍ اوبصرٍ
وظهرٍ اوبطنٍ اوشعرٍ اوظفرٍ اوروحٍ اوجسمٍ وظاهرٍ اوباطنٍ واعيذهُ بما استعاذَ به ادمُ عليه السلامُ وشيثُ
وهابيلُ وادريسُ ونوحٌ وابراهيمُ واسمعيلُ واسحاقُ ويعقوبُ والاسباطُ وعيسى وايوبُ ويونسُ وموسى
وهارونُ وداودُ وسليمانُ وذكريا ويحيى ويوسفُ وهودٌ وشعيبٌ والياسُ وصالحٌ ولقمانُ وذوالكفلِ وذو
القرنينِ وطالوتُ وعزيرٌ والخضرُ وذوالنونِ ومحمدٌ المصطفى صلى الله عليه وسلم وصلوةُ الله عليهمْ
اجمعينَ وبكُلِّ ملكٍ مقرّبٍ ونبيٍّ مرسلٍ لاتباعدتُم وتفرقتُم وتنحيتم عن صاحبِ كتابي هذا بسمِ اللهِ الملكِ
الجليلِ المحمودِ الفعّالِ لمايريدُ واعيذُهُ باللهِ وباسمِ الذي اضاءَ به القمرُ واستنارَ به الشمسُ وهو مكتوبٌ
تحتَ حجرِ العرشِ انّه لا اله الا اللهُ محمدٌ رسولُ اللهِ فسيكفيكهمُ اللهُ وهو السميعُ العليمُ غلبتْ حجةُ اللهِ
وظهرَ سلطانُ اللهِ وتفرّقَ اعداءُ اللهِ وبقي وجهُ اللهِ وثبتَ بصاحبِ كتابي هذا في حرزِ اللهِ وكنفِ اللهِ
وجوارِ اللهِ وامانِ اللهِ وحفظِ اللهِ جارُهُ عزيزٌ منيعٌ اللهُ حرزك وكهفك وحارسك وحافظك
ودليلك ماشاءَ اللهُ كانَ ومالم يشأ لم يكنْ اشهدُ انَّ اللهَ على كُلِّ شيءٍ قديرٌ وانَّ اللهَ قد احاطَ بكُلِّ
شيءٍ علمًا واحصى كُلَّ شيءٍ عددًا انَّ اللهَ وملائكتَه يصلُّونَ على النبيِّ يا ايُّها الذينَ امنوا صلُّوا عليه
وسلِّموا تسليمًا ختمتُ هذا الكتابَ بخاتمِ اللهِ الذي ختمَ به فطرَ السمواتِ والارضَ وبخاتمِ سليمانَ بن

داود علیهم السلام وبخاتم محمد صلی الله علیه وسلم الا ان اولیاء الله لاخوف علیهم ولا هم یحزنون وبحرمة کل مقرب ونبی مرسل حرز بسم الله الرحمن الرحیم اللهم صل علی محمد وعلی آل محمد وبارک وسلم وصلی الله علی جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکة المقربین وعلی عباد الله الصالحین برحمتک یا ارحم الراحمین.

ترجمہ:

اللہ [illegible] جو بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا ہے، جو نبی عربی قرشی، ہاشمی، مدنی، ابطحی، [illegible] ہیں۔ آپ ﷺ تمام امت حوض وشفاعت ور [illegible] کے مالک ہیں۔ آپ صاحب کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہیں۔ جو شخص طرف رحمٰن سے اس مکان میں زیارت کرنے، آباد ہونے اور دیدار کرنے کی غرض سے داخل ہوا [illegible] داخل ہونے والے پر لازم ہے کہ خیر کے ساتھ داخل ہو یا دشمنی'

[illegible] (معبود) حق سے شک ہمارے اور تمہارے لیے امر حق میں وسعت ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں عشق رکھنے والے، بہتان باندھنے والے اور ایذا دینے والے سے، پس وہ آبادی چھوڑ کر بتوں کے پجاریوں کے پاس چلے جائیں (اور وہ بھی) جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے۔ کوئی مستحق لائق عبادت نہیں ہے سوائے اللہ واحد و یکتا کے۔ اپنی شان اور قدرت سے تم پر آگ کا شعلہ اور دھواں بھیجتا ہے۔ پس تم ان دونوں (عذابوں) سے اللہ کے نام اور اس کی حفاظت کی برکت سے مدد حاصل کرو۔

میں اس (اللہ) کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی قوت اور طاقت نہیں ہے سوائے اس کی مدد کے جو عظیم کی قوت سے۔ کوئی اللہ تعالیٰ کی مثل نہیں ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ ہی پر توکل کرتا ہوں۔ میں جو اس کتاب کو لکھنے والا ہوں خود کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ میں جہاں ہوں جس جانب متوجہ ہوں، جہاں میرے قریب ہے، کوئی مجھے ذرہ برابر نقصان نہ پہنچائے خواہ میں بیٹھا ہوں، کھڑا ہوں، بیدار ہوں یا نیند میں ہوں۔ کھاتے ہوئے، پیتے میں، سفر میں، خشکی میں اور غسل کرنے کی حالت میں نقصان نہ پہنچا خواہ میں کسی مکان میں ہوں یا اس کی چھت پر یا دیواروں میں خواہ رات ہو یا دن ہو۔

اب تم میری اس کتاب کو اور معشوقوں سے پیٹھ موڑ لو اور اے اہل اللہ کی برکت سے اس کے حال پر چھوڑ دو بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور ہر شے پر قادر ہے۔ یہ کتاب جس کے پاس ہے میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ میری یہ کتاب اللہ تعالیٰ کے کلمات سے پر ہے اور اللہ کے ان ناموں سے معمور ہے جو عرش کے پردے پر لکھے ہوئے ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں ہے۔ وہ ایسا غالب ہے کہ کوئی ہستی اس پر غالب نہیں آسکتی۔ اس کی ذات سے باختیار رہنے والے کو عبادت حاصل نہیں۔ کسی کا طالب اس کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتا۔ میں اسے اللہ کی پناہ میں دیتا

ہوں جو ہمیشہ زندہ ہے۔ اس پر موت طاری نہیں ہوتی۔ اس کا [illegible] میں آتے گا یعنی کہ وہ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ وہ سوتا نہیں ہے اور نہ وہ ایسا صاحب ہے کہ جس سے غلطی ہو۔ [illegible] اس نے عرش اور اس کی کرسی کو روشن کیا ہے۔

میں اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کی پناہ مانگتا ہوں جو لوح محفوظ میں لکھے ہوئے ہیں اور ان ناموں کی پناہ مانگتا ہوں جو توریت، انجیل، زبور اور قرآن میں مکتوب ہیں۔ ان ناموں کی پناہ جس کی برکت سے تخت بلقیس حضرت سلیمان علی نبینا و علیہ السلام کے دربار میں پلک جھپکنے میں پہنچا دیا گیا۔ ان ناموں کی پناہ مانگتا ہوں کہ جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے محمد علیہ السلام پر نازل کیا۔ ان آٹھ ناموں کی پناہ جو کہ [illegible] قرآن میں مکتوب ہیں۔ ان ناموں کی پناہ جس سے تقدس کا [illegible] رعد (بجلی) گرتی ہے اور جس کے خوف سے ملائکہ تقدیس کرتے ہیں۔ ان ناموں کی پناہ جو [illegible] سے بچے پڑھتے تھے اور جب [illegible] آگ میں ڈالا گیا تو اسے آگ نے [illegible]۔ ان ناموں کی پناہ جس کی برکت سے خضر علیہ السلام پانی پر چلتے ہیں۔ اور ان کے پاؤں تر نہیں ہوتے۔ ان ناموں کی پناہ جس کی برکت سے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نے بحکم خداوندی مٹی [illegible] مادرزاد اندھے کو بینا کیا اور کوڑھ کے مریض کو صحت مند اور مردوں کو زندہ کیا۔ ان ناموں کی پناہ جس کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نار نمرود سے نجات پائی۔ ان ناموں کی پناہ جس کی برکت سے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید سے رہائی نصیب ہوئی۔ ان ناموں کی پناہ جس سے اپنے پروردگار کی برکت سے پہاڑ پر موسیٰ بن عمران کے لیے تجلی کی اور پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو گئے۔ ان ناموں کی پناہ جس کی برکت سے یونس علیہ السلام نے تاریکیوں سے نجات پائی۔ ان ناموں کی پناہ جس نام سے موسیٰ علیہ السلام نے دریا [illegible] تو دریا درمیان سے پھٹ گیا اور اس کے دونوں ٹکڑے بلند پہاڑ کی مانند ہو گئے (اور انھوں نے دریا پار کر لیا)

میں پناہ مانگتا ہوں سبع مثانی سے یعنی قرآن عظیم کی سورہ فاتحہ کے واسطے سے اور اس چیز کے واسطے سے جو کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ میں ان سب کا متصف پناہ مانگتا ہوں ان ناموں کی جن کی برکت سے ہر آگ کو [illegible] مکان کو [illegible] اور [illegible] کو [illegible]۔ جن ناموں کی برکت سے ڈوبنے کے [illegible] ہیں اور وہ بیٹے جو [illegible] ہوتے ہیں۔

میں پناہ مانگتا ہوں نفس [illegible] سے [illegible] پناہ چاہتا ہوں بدی سے جو کوئی سیوا کرے ارمانوں سے جو رات اور دن میں مرد و عورت سے [illegible] میں آتی ہیں۔ میں اس شخص کی بدی سے پناہ چاہتا ہوں جو اس کے [illegible] ہے، اس کے [illegible] سے [illegible] ہے اور اس کی آنکھوں کی چمک سے پیدا ہوتی ہے۔

میں اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو جس [illegible] تاریکی اور [illegible] سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو [illegible] میں [illegible] کے [illegible] میں چھپی ہوتی ہے۔ اس شر سے پناہ چاہتا ہوں جو [illegible] قبروں، چشموں، دریاؤں اور [illegible] سے پیدا ہوتی ہے۔ میں پناہ چاہتا ہوں [illegible] مرد اور [illegible] عورت

سے، جادوگر اور جادوگرنی سے، تمام مخلوق سے، ہر ایک مرد اور ہر ایک عورت سے، کاہن و کاہنہ سے، پراگندہ مرد اور عورت سے ناشزہ اور ناشز سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ان سے، ان کے باپوں اور ان کی ماؤں سے، ان کے بیٹوں اور ان کی بیٹیوں سے اور ان کی اولاد سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ہوا میں اڑنے والے پرندوں سے اور آنے والوں اور وارد ہونے والوں سے میں ان سے حی و قیوم کی برکت سے پناہ مانگتا ہوں۔

میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں سے یعنی جنوں کے شر سے، انس کی دھوکوں کے شر سے، ہر بدی کرنے والے کے شر سے، ہر جادوگر کی آنکھ کے شر سے، ہر حملہ کرنے والے کے شر سے، ہر ظاہر ہونے والے کے شر سے، ہر داخل ہونے والے کے شر سے، ہر سرکش اور تیز دوڑنے والے کے شر سے، ہر قریب و بعید کے شر سے، ہر جن و انس کے شیطان کے شر سے، ہوا، پانی اور آگ کے شر سے، حیوانات اور حشرات کے شر سے، ہر فصیح اور عجمی کے شر سے اور ہر سونے والے اور بیدار کے شر سے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں ہر ویرانوں کے ساکن کے شر سے، مکانوں اور گوشوں میں رہنے والے کے شر سے گندگی سے پرچھائیوں سے، اس چیز کے شر سے جو حسد اور حرص پیدا کرتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو آنکھوں کی بینائی کو ظلمت لگاتی ہے اور دلوں کو ناپاک کرتی ہے اور معدوں و پیٹ کو سیر نہیں ہونے دیتی۔ اس حیوان کے شر سے جو عزیمت کو قبول نہیں کرتا اور اس چیز کے شر سے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو وہ مشغولیت کو اس طرح بہا لے جاتی ہے جیسے آگ سے [illegible] کو [illegible] جاتی ہے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں ابلیس کے شر سے جو تمام شیطانوں کا سردار ہے۔ میں اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو صحراؤں، پہاڑوں اور دریاؤں میں رہتی ہے اور اس چیز کے شر سے جو تاریکیوں اور روشنی میں ہوتی ہے۔ اس چیز کے شر سے جو آنکھوں میں رہتی اور بازاروں میں چلتی پھرتی ہے۔ اس چیز کے شر سے پناہ مانگتا ہوں جو اجسام، ارحام اور اطراف میں ہوتی ہے۔ اس چیز کے شر سے جو مخلوق کے دلوں میں وسوسہ ڈالتی ہے۔ اس شخص کے شر سے جو سماعت اور بصارت کو چراتا ہے۔

میں اس کتاب کا مصنف پناہ مانگتا ہوں نظر اور شکستگی کے شر سے اور سرکش جن و انسان کی آنکھوں کے شر سے پھرنے والے اور آنے والے کے شر سے، سامنے والے اور پیچھے والے کے شر سے۔ حسد کرنے والے سرکشی اور جادو کرنے والے کے شر سے، جادو سے گرہ باندھنے والے کے شر سے، غم و تکلیف، رنج و غم، فکر و اندیشہ اور وسوسے کے شر سے۔ میں پناہ مانگتا ہوں ویسے ہر مکان کے شر سے جو آدم کے بیٹوں اور حوا کی بیٹیوں کو شکست دیتا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تند ہوا سے، خون جلنے سے، جو آدمی کے صفرا و سودا سے متعلق پیدا ہوتی ہے۔ میں ہر اس مرض سے پناہ مانگتا ہوں جو جلد، گوشت، خون اور رگ و پے میں داخل ہو جاتا ہے، جو ہڈی، کان، آنکھ، پشت، شکم، بال اور ناخن میں پیوست ہو جاتا ہے، جو روح، جسم، ظاہر و باطن میں سرایت کر جاتا ہے۔

میں اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے آدم علیہ السلام نے پناہ پکڑی ہے، جس سے شیث، ہابیل، ادریس، نوح، لوط، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، [illegible] اور عیسیٰ، ایوب، یونس، موسیٰ، ہارون، داؤد، سلیمان، زکریا، یحییٰ، یوسف، ہود، شعیب، [illegible]، صالح، شمعون، ذوالکفل، ذوالقرنین، طالوت، عزیر، خضر، دانیال اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وصلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین نے پناہ مانگی۔

میں اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جس سے مقرب فرشتوں اور اللہ کے بھیجے ہوئے رسولوں نے پناہ مانگی۔ اب تم اس شخص سے [illegible] جو میری اس کتاب سے پیوستہ ہو جائے، اس بادشاہ اور صاحب جلال و جمال کے نام کی برکت سے [illegible] جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں، اس کی ذات کے نام سے چاند روشن ہوا اور گردش کرنے لگا۔ آفتاب روشن ہوا اور گردش میں آیا، وہ نام جو زیر عرش لکھا ہوا ہے، بے شک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے اور محمد ﷺ اس کے رسول ہیں۔ پس قریب ہے کہ اللہ اس کی کفایت کرے گا وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اللہ کی حجت جلدی ہوئی اور اللہ کا غلبہ غالب ہوا، اللہ کے دشمن تتر بتر ہو گئے اور اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے۔

یہ میری اس کتاب کو رکھنے والے [illegible] حفاظت اللہ کی نگہبانی اللہ کے قریب، اس کی جان اس کے حفظ و قرب میں [illegible] ہو گئے۔ اللہ حق ہے [illegible] اور جو اللہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور بے شک اللہ نے از روئے علم ہر شے کا احاطہ کیا ہوا ہے اور ذرہ ذرہ کے عدد ہر شے کو شمار کیا ہوا ہے۔ بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی ان پر درود اور سلام بھیجو۔

میں نے اپنی اس تحریر کو اللہ کی مہر کے ساتھ ختم کیا جس سے آسمان اور زمین کے کناروں کو سلیمان بن داؤد علیہ السلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر کے ساتھ ختم کیا ہے۔ آگاہ رہو کہ بے شک اولیاء اللہ کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ یہ تحریر تمام مقرب فرشتوں اور بھیجے ہوئے مرسلین کی مہر سے ختم کیا ہوا ہے، اللہ بخشنے والے اور مہربان کے نام کی برکت کے ساتھ۔ اے اللہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور آپ کی آل پر رحمت بھیج جو تمام نبیوں اور رسولوں، مقرب فرشتوں اور اللہ کے نیک بندوں پر اللہ کی رحمت ہو برحمتک یا ارحم الراحمین

حضرت قدوۃ الکبرا فرماتے تھے کہ مجربات کے قاعدے کے مطابق بیماروں کی زندگی اور موت سے آگاہی کے لیے جو معتبر حق کے مجربات سے رجوع کرنا چاہیے۔ اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ بیمار جس مرض میں گرفتار ہے اس سے شفا پائے گا یا مر جائے گا تو اسے چاہیے کہ مریض کے نام اور اس کی ماں کے نام کے اعداد بحساب ابجد نکالے۔ پھر مریض کی بیماری کے دن شمار کرے، اگر بیماری کے دنوں کے شمار میں کسی طرح کا شک ہو تو چار دن شمار کرے۔ اب اس کے اور اس کی ماں کے نام کے جو عدد نکلے ہیں ان میں بیماری کے دن جمع کرے۔ اس کے بعد اس ماہ کی تاریخ کے دنوں کو حساب کرے

[illegible] تقسیم [illegible]

[illegible]

[illegible]

لوح حیات

۱	۲	۳	۹
۵	۱۳	۱۴	۱۹
۷	۲۲	۹	۲۰
۲۹	۳۲	۲۶	[illegible]

لوح ممات

۲	۳	۴	۵
۹		۱۲	۲۱
۷	۹	۲۳	۳۰
[illegible]	۲۳	۲۵	۲

[illegible] ایک پر انگلی رکھے اسے معلوم ہو [illegible] تو بیٹا پیدا ہوگا [illegible] اگر انگلی قمر پر [illegible]

مشتری	شمس	[illegible]	
[illegible]	زحل	مریخ	قمر

[illegible] رحمن اور رحیم کے ساتھ [illegible] لکھا [illegible]

[illegible] مسلسل [illegible]

[illegible]

سورۂ اخلاص

[illegible] سورۂ اخلاص

پڑھے [illegible] جاتی ہیں۔

سورۂ والضحیٰ

[illegible] یافت [illegible] سورۂ والضحیٰ پڑھے مقصد حاصل ہو۔

سورۂ مجادلہ

[illegible] تین مرتبہ پڑھے [illegible] ہو جائے گا۔

سورۂ زلزال

[illegible] سورۂ زلزال [illegible] طاقت میں [illegible] پڑھے صحت حاصل ہوں۔

سورۂ والعدیت

[illegible] پڑھے [illegible] ادا ہو جائے گا۔

سورۂ یٰس

[illegible] قدرت کی [illegible] پڑھے [illegible]

درد کے لیے

[illegible] بسم اللہ الشافی ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ومحمد رسول اللہ اسکن [illegible] ربی وربک العزیز [illegible] حاصل نہیں ہے [illegible] اللہ [illegible]

گلے کی سوجن کے لیے

گلے میں [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یا قریب یا مجیب یا کریم یا حلیم یا شفیق انت ربی علی الحقیق سمری وشمری سمزوں اطمار ه در ولالا وحه٥

اللہ کے نام کی برکت کے ساتھ جو بخشنے والا مہربان ہے۔ اے ہر شے سے قریب، دعا قبول کرنے والے، کریم و حلیم شفقت کرنے والے حقیقت تو میرا پروردگار ہے

کنٹھ مالا اور تخمہ کے لیے

ابوبکر رازی سے منقول ہے، یہ دعا کنٹھ مالا سے افاقے کے لیے آزمودہ ہے۔ چمڑے کا ایک تسمہ مریض کے قد کے برابر لیں۔ اس میں ستائیس ۲۷ گرہ لگائیں ہر گرہ پر یہ دعا پڑھیں اور مریض کی گردن میں باندھ دیں، شفایاب ہوگا۔ یہ دعا تخمے کے لیے بھی کارآمد ہے۔ تخمہ ایک بیماری ہے جس کے سبب ورم ہو جاتا ہے۔ ایک مٹھی کے ناپ سے زیادہ تسمہ لے کر اسی طرح گرہ لگائے۔ دعا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اعوذ بعزۃ اللہ وقدرۃ اللہ وقوۃ اللہ وعظمۃ اللہ وبرہان اللہ وسلطان اللہ وکنف اللہ وجوار اللہ وامان اللہ وحرز اللہ ووضع اللہ وکبریاء اللہ ونظر اللہ وبہاء اللہ وجلال اللہ وکمال اللہ ولا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ من شرّ ما احذُ

اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی عزت سے، اللہ کی قدرت سے، اللہ کی قوت سے، اللہ کی عظمت سے، اللہ کی حجت سے، اللہ کے غلبے سے، اللہ کی حفاظت سے، اللہ کے جوار سے، اللہ کی امان سے، اللہ کی حفاظت سے، اللہ کی کبریائی سے، اللہ کی نظر سے، اللہ کے جمال سے، اللہ کے کمال سے، اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (میں پناہ مانگتا ہوں) اس چیز کے شر سے جو مجھ کو معلوم ہوتی ہے۔ (یعنی مرض سے)

کنٹھ مالا کی جگہ پر بھی یہ دعا اور نقش لکھے یا کاغذ پر لکھ کر باندھے۔ اس طرح جس سوجن پر اسے باندھا جائے، ان شاء اللہ شفا ہوگی۔ نقش یہ ہے

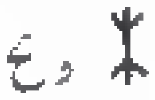

چیچک کے لیے

حضرت محمد مرادآبادی سے منقول ہے فرماتے تھے کہ چیچک کو دفع کرنے کے لیے چاہیے کہ جب بخار آئے تو سورۂ فاتحہ کو اس شکل میں لکھ کر باندھ دیں۔ امید ہے کہ اس سے چند دنوں کے چیچک زیادہ نہ ہوگی۔ نقش یہ ہے

الحمد للہ رب العالمین ۱۲	الرحمن ۴	الرحیم ۳	مالک یوم الدین ۳
ایاک ۶	نعبد ۱۱	وایاک ۱۰	نستعین ۸
اھدنا الصراط ۹	المستقیم ۷	صراط الذین ۲	انعمت علیہم ۲
غیر المغضوب ۳	علیہم ۳	ولا الضالین ۱۴	آمین ۱

بچھو کے لیے

بچھو کے کاٹے ہوئے شخص پر یہ سات مرتبہ پڑھ کر دم کریں پہلے دائیں کان میں پھر بائیں کان میں۔ دعا اگر [illegible] یہ ہے۔

[illegible]

حب کے لیے

(یہ دعا کسی چیز پر پڑھ کر) مطلوب کو کھلائیں۔ خدا کے حکم سے اسے محبت پیدا ہو جائے گی اور شرط واثق ہو جائے گا۔

ولو ان قرانا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او کلم به الموتی بل لله الامر جمیعا ○ ط

اور اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جس کے ذریعے سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیئے جاتے یا اس کے ذریعے سے زمین جلدی جلدی طے ہو جاتی یا اس کے ذریعے سے مُردوں کے ساتھ کسی کو باتیں کرا دی جاتیں (تب بھی یہ لوگ ایمان نہ لاتے) بلکہ سارا اختیار خاص اللہ تعالیٰ کو ہے۔

اگر تم چاہتے ہو کہ دو شخصوں کے درمیان جدائی ہو جائے تو کاغذ کے ایک ٹکڑے پر یہ لکھو اور پھر کنویں میں ڈال دو دونوں کے درمیان جدائی پیدا ہو جائے گی۔

والقینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیمة ط

اور ہم نے ان میں باہم قیامت تک عداوت اور بغض ڈال دیا

انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر الله وعن الصلوة فهل انتم منتهون ○

شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو کیا اب باز آؤ گے۔

بین فلان بن فلان علی العداوة والبغضاء فلان بن فلان العجل العجل الساعة الساعة

[illegible]

بیماری کی صحت کے لیے

[illegible] تعویذ بیمار کو پلائے۔ تعویذ میں بیمار کا نام تحریر کرے [illegible] اس کی موت کا وقت آ چکا [illegible] مریض [illegible] تعویذ یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم یا مفصل یا مبدی یا مذل یا معمول یا موصل سبحانک لا الہ الا انت
ذو الجلال والاکرام بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝ بسم اللہ
الرحمن الرحیم ۝ بسم اللہ [illegible] الرحیم [illegible] علی [illegible]

دفع بواسیر یعنی بواسیر خونی یا بادی دور کرنے کے لیے

[illegible] ایک [illegible] مریض [illegible] صحت [illegible]۔

دفع سحر

[illegible] خدا کی قدرت سے کچھ بعید [illegible] کا نقش یہ ہے واتبعوا ما تتلوا الشیطین علی ملک سلیمن وما کفر سلیمن ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس السحر وما انزل علی الملکین ببابل ہاروت و ماروت وما یعلمن من احد حتی یقولا انما نحن فتنۃ فلا تکفر۔

(اور انہوں نے ایسی چیز کا اتباع کیا) جس کا چرچا کیا کرتے تھے شیاطین (یعنی خبیث جن)
حضرت سلیمان (علیہ السلام) کے عہد سلطنت میں اور حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے کفر نہیں کیا مگر
(ہاں) شیاطین کفر کیا کرتے تھے اور حالت یہ تھی کہ آدمیوں کو بھی (اس) سحر کی تعلیم کیا کرتے تھے اور
(اس) سحر کا بھی جو کہ ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا شہر بابل میں جن کا نام ہاروت و ماروت
تھا اور وہ دونوں کسی کو نہ بتلاتے جب تک یہ (نہ) کہہ دیتے کہ ہمارا وجود بھی ایک امتحان ہے سو تو کہیں
کافر مت بن جانا۔

باد صرع یعنی مرگی کے لیے

[illegible] مریض کے گلے میں باندھ [illegible] تعویذ یہ ہے۔

[illegible]

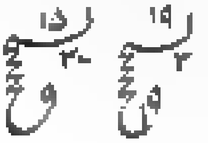

نارو کے دفعیہ کے لیے

جس جگہ نارو ہو وہاں یہ نقش لکھیں، نارو ختم ہو جائے گا۔

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر یا نارو یا نارو ولا تکبر فمات محمدٌ علیہ السّلام فمُتْ باذنہ

(اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے، اے نارو! اے نارو! بڑا نہ بن کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی پس اللہ کے حکم سے مر جا)

دوسرا نقش: نارو کی جگہ پر لکھیں

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]

خوف دفع کرنے کے لیے

بچے، بوڑھے، مرد اور عورت کو ڈر لگے تو یہ تعویذ پاس رکھیں۔

یامعشر الجنّ والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السّموات والارض فانفذوا لا تنفذون الّا بسلطٰن فبای اٰلاء ربکما تکذبٰن برحمتک یاارحم الرّٰحمین ۝[1]

(اے گروہِ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکل جاؤ مگر بدوں زور کے نہیں نکل سکتے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے) برحمتک یا ارحم الرّٰحمین۔

بستہ آدمی کے لیے

(جس شخص کو جادو کے اثر سے باندھ دیا ہو) یہ تعویذ اس کی سیدھی ران پر باندھیں۔

قال موسیٰ ما جئتم بہ السّحر انّ اللّٰہ سیبطلہ انّ اللّٰہ لا یصلح عمل المفسدین ۝[2]

تو موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس (جادو) کو ابھی درہم برہم کیے دیتا ہے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے فسادیوں کا کام بننے نہیں دیتا۔

---

[1] پارہ ۲۷ سورۂ رحمٰن آیت ۳۳، ۳۴ [2] پارہ ۱۱ سورۂ یونس آیت ۸۱

بخار دفع کرنے کے لیے

تین دن متواتر یہ نقش لکھ کر پلائیں مریض چاٹ کر پی لے۔

ففهمنها سليمن وكلا اتينا حكما وعلما وسخرنا مع داود الجبال يسبحن والطير وكنا فعلين ○ يارب ابراهيم يارب ابراهيم يارب موسى يارب موسى يارب محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم

سو ہم نے اس فیصلے کی سمجھ سلیمان کو دی اور یوں ہم نے دونوں کو حکمت اور علم عطا کیا اور ہم نے داود کے ساتھ تابع کر دیا تھا پہاڑوں کو۔ وہ تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی اور کرنے والے ہم تھے۔

گھر سے بلا دور کرنے اور خوش حالی کے لیے

جو شخص یہ نقش چاندی کے پتر پر لکھ کر اپنے پاس رکھے یا گھر میں محفوظ جگہ رکھے تو حق تعالیٰ اس گھر سے آسیب دور رکھیں گے۔ برکت اور دولت اس گھر میں رہتی ہے۔ وہ شخص بادشاہوں کی عزت و حرمت کا محتاج نہ ہوگا۔ جن اور شیاطین سے محفوظ رہے گا۔ نقش یہ ہے:

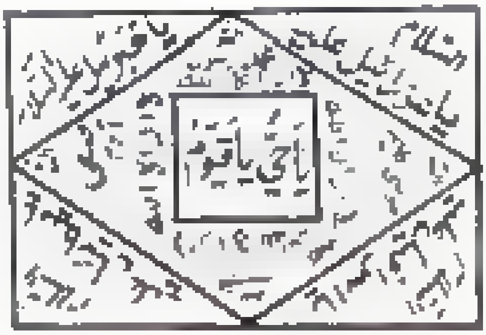

پیشاب پاخانہ جاری کرنے کے لیے

اگر کسی شخص کا پیشاب پاخانہ بند ہو جائے تو یہ آیت لکھ کر پلائیں، ان شاء اللہ جاری ہو جائے گا۔

وان من الحجارة لما يتفجر منه الانهر وان منها لما يشقق فيخرج منه الماء وان منها لما يهبط من خشية الله وما الله بغافل عما تعملون ○ ۲

اور بعض پتھر تو ایسے ہیں جن سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں جو شق ہو جاتے ہیں، پھر ان سے (اگر زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں سے بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے اوپر سے نیچے لڑھک آتے ہیں اور حق تعالیٰ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔

---

۱ پ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۷۹

۲ پ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۷۴

بچوں کو نظر بد سے حفاظت

بچوں پر نظر ہو تو [illegible] یہ تین بار صبح شام کے وقت پڑھ کر دم کرے، ٹھیک ہو جائے گا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر ویقولون انہ لمجنون O وما ھو الا ذکر للعلمین O [١]

خدا کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) یوں معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرا دیں گے اور کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہیں حالانکہ یہ قرآن تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

زہر کا اثر ختم کرنے کے لیے

اگر کسی شخص نے زہر کھایا ہو تو [illegible] آبخورے پر [٢] یہ نقش لکھیں اور اسے دھو کر پلائیں

	۴	١	٨
٢	٧	٢	١٣
۶	٩	١١	٣
١۵	۴	۵	٠

بھاگے ہوئے غلام کے لیے

[illegible] بھاگ جائے تو یہ [illegible] لکھ کر [illegible] جہاں بھی ہوگا تو پریشان ہو کر واپس آ جائے گا اس [illegible] کے نیچے [illegible] یہ ہے۔

اجھنط

عورت پر قادر ہونے کے لیے

جو شخص عورت پر کسی طرح قادر نہ ہو سکتا ہو تو اسے چاہیے کہ سات مرتبہ یہ اسم پڑھ کر اس پر دم کرے تابعدار ہو جائے گی۔

یا حیّ حین لا حیّ فی دیمومۃ ملکہ وبقائہ

---

١ پارہ ٢٩ سورۃ القلم آیت ۵١، ۵٢

٢ [illegible]

عورت کا دودھ بڑھانے کے لیے

عورت کا دودھ بڑھانے کے لیے یہ آیت تانبے کی طشت پر لکھیں اور دھو کر عورت کو پلائیں۔

ثم قست قلوبکم من بعد ذلک	تمہارے دل پھر بھی سخت ہیں تو ان کی مثال پتھر کی سی ہے بلکہ
فھی کالحجارۃ او اشد قسوۃ	سختی میں (پتھر سے بھی) زیادہ سخت اور بعضے پتھر تو ایسے ہیں جن
وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ	سے (بڑی بڑی) نہریں پھوٹ کر چلتی ہیں اور ان ہی پتھروں
الانھر وان منھا لما یشقق	میں سے بعضے ایسے ہیں کہ جو شق ہو جاتے ہیں، پھر ان سے (اگر
فیخرج منہ الماء وان منھا لما	زیادہ نہیں تو تھوڑا ہی) پانی نکل آتا ہے اور ان ہی پتھروں میں
یھبط من خشیۃ اللہ وما اللہ	سے بعضے ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ کے خوف سے نیچے لڑھک آتے
بغافل عما تعملون○ [1]	ہیں اور اللہ تمہارے عمل سے بے خبر نہیں۔

ہاتھی اور گھوڑے کی صحت کے لیے

باوضو ہو کر [illegible] صحت للہ شکرا [illegible] یہ پڑھے۔ اس کے بعد دو رکعت نماز استخارہ ادا کرے۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ، سورہ [illegible] اور آیت یہ پڑھے، دوسری رکعت میں سورہ اخلاص اور معوذتین ایک بار پڑھے۔ نماز کے بعد حضرت خواجہ معروف کرخی کے نام پر شیرینی [illegible] نماز کے بعد تقسیم کرے۔ گھوڑے کا رنگ، اس کے مالک کا نام [illegible] تعویذ [illegible] گردن میں باندھے۔ اگر سات دن سے زیادہ گردن میں رہے گا تو گھوڑا خشک ہو جائے گا۔ تعویذ یہ ہے

الٰہی بحرمت خواجہ معروف کرخیؒ فلاں اسپ را زیادہ صحت بخش

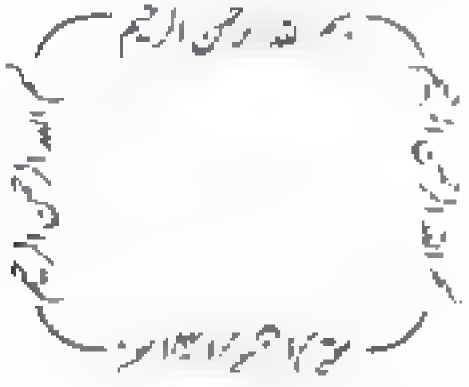

---

[1] [illegible]

لطیفہ ۵۹

حضرت قدوۃ الکبراؒ کی رحلت کے یوم میں فیض و فضل الٰہی کا نزول ملائکہ، رجال الغیب اور بعضے اولیا کا تجہیز و تکفین کے لیے حاضر ہونا

ان نادر نکات اور عجیب کلمات کو جمع کرنے والا تیس سال تک خواہ سفر ہو یا قیام ہر وقت حضرتؒ کی خدمت میں حاضر رہتا تھا اور آپ کے جملہ احوال سے واقف رہا۔

ایک روز حضرت قدوۃ الکبراؒ نے فرمایا کہ میں تمہاری مصاحبت سے پیشتر دوبار بیمار ہوا۔ ان علالتوں میں اس قدر دیکھ بھال اور خدمت کی گئی کہ اس کی شرح ممکن نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ تمام عمر میں چار مرتبہ علیل ہوئے ایک بار روم میں، اس میں کوئی معصوم داخل نہیں ہوا، چنانچہ اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔ دوسری بار مدینہ مبارک میں بیمار ہوئے اور یہ بیماری اس قدر بڑھی کہ احباب کو زندگی کی امید نہ رہی۔ کامل تیس دن گزر گئے کہ آخر شب میں بوقت صبح حضرت رسالت پناہ ﷺ کے جمال جہاں آرا کی زیارت ہوئی۔ حضرت ایشانؒ کے باب میں طرح طرح کی بشارتیں ظاہر فرمائیں پھر آخر میں عنایت فرماتے ہوئے زبان دُرربار سے ارشاد فرمایا کہ فرزند اشرف! ابھی تمہاری عمر بہت باقی ہے تم غم نہ کرو۔ بہت سے مسلمان اور مومن تمہارے واسطے سے دائرہ وصول میں داخل ہوں گے اور بہت سے صاحبان اور بڑے لوگ تمہارے رابطے سے حد وصول تک پہنچیں گے تیسری بار سید محمد گیسو دراز کی خانقاہ گلبرگہ میں علیل ہوئے یہ مرض بہت کم عرصے میں جاتا رہا اور صحت حاصل ہوئی چوتھی علالت جو دنیا سے آفتاب کی روشنی لے گئی اور خلقت زمین کو تاریک کر گئی، روح آباد میں واقع ہوئی۔ آپ کی عمر مبارک ایک سو بیس سال تھی جس میں سے بیس سال ایک عزیز پر جس کا ذکر آچکا ہے نثار ہو گئے۔

حضرت قدوۃ الکبراؒ فرماتے تھے، اکثر اوقات اصحاب و احباب کی مجلسوں میں اللہ تعالیٰ نے مجھے جن عظیم عطاؤں سے سرفراز فرمایا ان میں میری درازی عمر کی بشارت گئی تھی۔ بہرحال جب محرم کا چاند نظر آیا تو آپ نے خلاف دستور بہت اور بے حد مسرت کا اظہار فرمایا۔ دوسرے اصحاب متفکر ہوئے۔ حضرت نور العین نے جسارت کر کے (اس خلاف معمول رویے کے بارے میں) استفسار کیا۔ فرمایا کہ یہ مہینہ ہمارے دادا حسینؑ کی شہادت کا ہے اگر موافق ہو تو بہتر ہے احباب نے

سے قرآنی حروف کا ظہور کیا۔ فرمایا اس کی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت قدوۃ الکبریٰ کی مستقل عادت تھی کہ محرم کے عشرے میں عاشورہ کیا کرتے تھے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ اصحاب سے موافقت کرتے اور ان کے ساتھ دورے پر جاتے، کبھی قلندروں سے مرحلۂ جمشید کو طے کرتے کہ قلندروں کی جماعت سے [illegible] ہیں۔ اس سال عشرے میں حضرت ایشاں نہ خود دورے کے لیے نکلے اور نہ حسب معمول ظروف [illegible]۔ سارے جہان میں حیرت سے سروکار رہا بلکہ اس سال عمر مبارک کے آخری ایام حالت حیرت میں گزرے۔ نگاہ آسمان کی جانب رہتی تھی۔ اس سال خاموشی غالب رہی۔ اگر کسی شخص نے توحید و معرفت کے باب میں سوال کیا تو تامل سے جواب پر متوجہ ہوتے تھے۔ آخر میں فرماتے تھے، یارو! اس سے زیادہ اہم کام درپیش ہے۔ گفت و شنود ہمیشہ اس وقت ہوتی ہے جب بندے کو یقین حاصل نہیں ہوتا اور جو شخص مرحلہ یقین پر پہنچ جائے تو اس کا کام سکوت ہی سے رہتا ہے۔

اس سال آپ نے ہر عزیز اور ہر بڑے اور چھوٹے اہل محبت کو نسبت سے اشتغال کا حکم دیا اور اس سال کا عشرہ اصحاب سے تلاوت قرآن میں بسر کیا۔ جب عاشورے کا دن آیا تو آپ کے حال میں کسی قدر تغیر نمایاں ہوا۔ [illegible] رخصت ہونے کے درپے تھے کہ شیخ نجم الدین اصفہانی جو شیخ حرم تھے عالم سیر سے آئے اور فرمایا کہیں کہیں فرزند اشرف چند روز (توقف کرو) کہ ایک مصلحت ہے اس کی تکمیل باقی رہ گئی ہے۔ خود بھی یہاں رہنے کا خواہاں قرار پایا۔ بیماری کے آثار ہوگئے (ان عرصے میں) گروہ در گروہ بزرگ حاضر ہوئے اور عیادت کے شرائط بجا لائے۔ اس وقت ایسی بے تابی بھی نہ تھی کہ اسے تغیر مزاج خیال کیا جاسکے۔ مقررہ وظائف جو آپ ادا فرماتے تھے انہیں پورے فرماتے رہے۔ کسی قسم کے کسل اور تکاہل کا خدشہ نہ تھا۔ حضرت مخدوم زادے قطب عالم بطریق سیر آئے اور شیخ الاسلام رومی بھی تشریف لائے۔ حضرت مخدوم زادے نے بسلسلۂ عیادت کہا کہ بھائی اشرف! حضرت مخدومی کے اسرار اور آثار کے جامع اور یادگار ہیں۔ ان کی حیات اور زیادہ ہوگی اور بیماری صحت میں مبدل ہوگی کہ صحرائے طلب کے گم گشتہ گروہ اور وادی مشقت کے رہ نایافتوں کو وصول کے شفاف پانی سے بہرہ مند اور سیراب فرمائیں۔ قطعہ

وجودت در جہاں باقی بماند
کہ محروم بہرہ ور گردند از تو
(آپ کا وجود دنیا میں باقی رہے گا تاکہ لوگ آپ کی ذات سے بہرہ مند ہوں)
توئی آں چشمۂ خورشید عرفاں
کہ ذرات بہرہ مند [illegible] از تو

مطلب یہ ہے کہ [illegible] علی [illegible] نے ۸۰۸ھ تاریخ وفات سید مخدوم جہانگیر اشرف [illegible] نہیں ہو سکتے [illegible] صورت میں [illegible]
[illegible] کی شان کی ہوتی ہے [illegible] اس صورت میں محرم سے پہلے ہی [illegible] کے سن میں تحویل [illegible]۔

(آپ آفتاب عرفان کا ایسا چشمہ ہیں کہ آپ سے ذروں کو تاب و توانائی ملتی ہے)

آپ نے فرمایا کہ حضرات میں مخدوم زادے کو بقا اور صحت ارزانی ہو کہ ہمارے اور محبوب کے درمیان ہلکا سا پردہ رہ گیا ہے کیا (مخدوم زادے) نہیں چاہتے کہ دوست دوست کے ساتھ پیوست ہو جائے۔ بیت:

دل ز تن عریاں شدہ جاں از خیال
می خرامد در نہایات الوصال

(دل جسم سے آزاد ہو گیا، جان خیال سے رہا ہو گئی اب (الٰہی) وصال کی حدود میں سیر کرتی ہے)

ان کلمات کے سنتے ہی اہل مجلس پر کیفیت طاری ہو گئی۔ ہر صاحب وجد وقت کے عالم میں پہنچ گیا۔ تاریخ پندرہ محرم سے سات سو غدو سے کو حیات اور بیداری نے اور آپ کے ساتھ صحبت رکھی۔ ان حضرات نے عرض کیا کہ اے برگزیدہ وجود کے نقطے اور پرکار مقصود کے مرکز! اگر کاروان رحلت میں چند روز حل و عقد کی خاطر تاخیر ہو جائے تو کیا ہوگا اور دو دن اس سفلی خاک دان میں رہیں تو بہتر ہی ہے۔ حق تعالیٰ نے مقصود کی کنجی آپ کے ہاتھ میں دی ہے اگر چاہیں تو رہیں چاہیں تو منتقل ہو جائیں۔ فرمایا کہ اے اخیار و ابرار! دو سال کا عرصہ گزرا کہ آسمان اور زمین کے خزانوں کی کنجی مجھے سونپی گئی ہے کہ تم تصرف میں لاؤ لیکن میں نے بجز ادب تصرف نہیں کیا۔ زندگی کی لگام میرے سپرد کی گئی ہے۔ اگر چاہوں تو رہوں لیکن میں کب تک اس خاک دان سفلی میں رہوں گا۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے۔ اب میں گلزار علوی کی جانب پرواز کرنا چاہتا ہوں۔ قطعہ:

منم مرغ گلزار قدم چرا
بوم دام در پائے بند زمیں

(میں گلزار قدس کا طائر ہوں میں زمین کے پابند جال میں کس طرح رہ سکتا ہوں)

قفس بشکنم بال و پر زوروان
شوم سوئے آں گلستان یقیں

(اپنے بال و پر کی قوت سے قفس توڑ کر گلستان یقین کی جانب پرواز کر جاؤں گا)

حضرت قدوۃ الکبرا کی خدمت میں اوتاد، ابدال اور دیگر اہل خدمت کا حاضر ہونا

۲ تاریخ کو ابدال آئے اور انہوں نے عیادت کی اور عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے لشکر کیوں چھوڑ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ **فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر**[1] (راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) کے تخت پر جلوس کرتا ہوں۔ قطعہ:

---

[1] پارہ ۲۷، سورۃ القمر، آیت ۵۵۔

[illegible] چو [illegible]
شمشیر [illegible]

(جو شخص [illegible] سے [illegible] بہشت [illegible] شہادت [illegible])

[illegible]
[illegible]

(وہ [illegible] شخص جو (بہشت) [illegible] میں قدم رکھتا ہے [illegible] سے [illegible] نہیں [illegible])

[illegible] تاریخ [illegible] وفات شریف [illegible] آپ کی صحبت [illegible] سے [illegible] کے اور شادمانی [illegible] حیات کے فوائد [illegible] سے [illegible] منصب [illegible] چھوڑ رہے ہو۔ فرمایا اس فقر میں ہوں بھی طے ہوا ہے۔ جب اوتاد [illegible] تو حضرت [illegible] کی [illegible] تک جسم مبارک پڑا رہا۔ وفات [illegible] معلوم ہوا تو [illegible] حال نجم الدین [illegible] بتاتے ہیں [illegible] شیخ نجم الدین [illegible] آپ کے رحلت کے وقت تک وہیں نہیں تھے۔ حضرت [illegible] سے حضرت نجم الدین [illegible] (حضرت قدوۃ [illegible] بیعت [illegible]) [illegible] فرمایا کہ میں نے [illegible] ان کی تکمیل فرمائی اور یہاں میرے موجود ہونے کا [illegible] بھی یہی تھا۔ الحمد للہ مقصد تمام ہو گیا ہے۔

[illegible] ۲۳ [illegible] محرم [illegible] دیوان کے دقائق اور بڑے شوق [illegible] ہوئے۔ آپ نے [illegible] والے کو بشارت دی اور [illegible] اس قدر مخلوق [illegible] اس کی تفصیل خدا ہی کو معلوم ہے۔ اشرف الملک جو ولی [illegible] کے ساتھ [illegible] سے مشرف ہوا۔

ماہ محرم کی چودھویں تاریخ [illegible] فرمائی ہوگی، حالانکہ جمشید قلندر جو پانچ سو قلندروں کا [illegible] چھوٹے بڑے مریدوں اور کامل و ناکامل [illegible] آپ [illegible] مرحوم [illegible] سپاری کا پودا لائے تھے۔ نماز عصر [illegible] نماز مغرب کی [illegible] آپ [illegible] آپ [illegible] شیخ [illegible]

دیئے۔ آپ نے فرمایا، بہت خوب اب یہ رشتہ اچھی طرح بندھ گیا۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے اس ڈالی کو ایک درخت کی شاخ پر نصب کر دیا اور فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ کی قدرت سے درخت ہو جائے گا اور پھل دے گا اور میری نسل تک [illegible] کا نشان قائم رکھے گا۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری قبر [illegible] کے درمیان رکھنا اور [illegible] سے تیار کرنا۔ اس کی چوڑائی اس حد تک [illegible] دو [illegible] بیٹھ سکے اور انسانی قد کے برابر ہو۔ قبر کی تیاری کے سلسلے میں رکھ کر ایک ہاتھ بلند رکھنا حسب الحکم مرقد تیار کیا گیا۔ مرقد کی تیاری میں حضرت نور العین، حضرت شیخ ذریتیم حضرت شیخ معروف بدھیوی قاضی محمد اور چند دوسرے اصحاب نے حصہ لیا۔ جب روضے اور اس کے مقدس در و دیوار کی تکمیل ہوگئی تو آپ نفس نفیس تشریف لائے اور ہر گوشے کا معائنہ کیا۔ [illegible] کام کے چہروں کی تحسین فرمائی۔ آخری [illegible] موسیقی کا ایک پیالہ [illegible] گیا۔ کچھ دیر حضرت واصحاب [illegible] تاسف اور افسوس فرماتے رہے اصحاب میں ہر ایک زار و قطار رونے لگا۔ حضرت نور العین بے ہوش ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہوش میں آئے تو قدوۃ الکبرا کے قدموں میں گر پڑے۔ قطعہ،

مرا مگذار تنہا در جوانی
کہ غربت بدتر از جان کندنم نیست

(مجھے جوانی میں تنہا چھوڑ دو کہ غربت میری جان کنی سے بدتر ہے)

چو [illegible] جا [illegible] بر [illegible] تو [illegible]
مقیمم [illegible] نجات قدمم نیست

(مجھے میری خاک کے ساتھ خاک میں ڈال دو۔ ایسا نہ کرو کہ یہ مجھے [illegible] میں [illegible] نہیں ہے)

جدا از ما چو گشتی اے شہ
ازیں فرقت دل و جاں را دمم نیست

(اے بادشاہ! مجھ سے جدا کیوں ہو رہے ہو اس فرقت سے میری جان میں دم نہیں ہے)

مرا دار [illegible] تو
چو جانم [illegible] بیشوا جان بدم نیست

(میرے پہلو سے نہ جاؤ کیونکہ میری جان تیرے پہلو میں ہے جب جان [illegible] جائے تو میری جان بدن میں نہیں ہے)

منم چشم و تو نور العین مائی
چو دور [illegible] عین شد بینا بدم نیست

(میں آنکھ ہوں اور تم میری آنکھوں کی روشنی ہو جب آنکھوں کی روشنی حاصل ہے تو میں [illegible] ہوں)

آپ نے حضرت نور العین کا دستار اپنے ہاتھ سے بٹھایا اور بغل میں لیا۔ حضرت نور العین کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گئے اور پُر لطف نیز عنایت آمیز باتیں ان سے فرمائیں کہ:

فرزند جانی سعد۔ تم مجھے اپنے سے جدا نہ جانو۔ میری روحانیت تجھ سے گوشہ نشینی کی روحانیت سے کم نہیں ہے جو فرماتے ہیں قطعہ

مدان خالی از ہم نشینی مرا
کہ بینم ترا گر نہ بینی مرا
(مجھے اپنی ہم نشینی سے خالی نہ سمجھو، اگر تم مجھے نہیں دیکھتے تو میں تمہیں دیکھتا ہوں)

منم کارفرمای احوال تو
سخن وار ہمراہ اقوال تو
(میں ہی تمہارے احوال کا کارفرما ہوں بات کی مانند تمہارے اقوال کے ساتھ ہوں)

تو سرو سہی و مرا مایہ دار
بہر جا روی مرا سایہ دان
(تم مجھے سرو سہی سمجھو اور تم میرا الف ہو۔ تم جہاں بھی جاؤ مجھے سایہ تصور کرو)

حضرت کی نسبت حق کی یہی اوصاف درج رکھے کہ مجھے اپنے آپ سے جدا نہیں تصور کریں۔ میں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہوں۔ یہ بشارت اور سعادت کا اشارہ جملہ اصحاب اور احباب کو دے کر سرفراز فرمایا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے اس بشارت پر تحریر بھی اور دوسری یادگار رقعہ اور الاداد مقدسہ کی سیر کی۔ خوش کی تعریف فرمائی کہ ہم نے اس پر بڑی محنت صرف کی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ سب مشائخ مقدوم مسکن کی صورت اختیار کر لے گا۔ حضرت قدوۃ الکبراؒ نے جب یہ کام جمشید قلندر کے سپرد کیا تھا تو فرمایا تھا کہ اے جمشید! امید ہے ایسا مکان تعمیر کرو کہ چشم آفتاب نے اس کی مثل مکان نہ دیکھا ہو بلکہ آسمان کے گوش ہوش نے نہ سنا ہو۔ مثنوی:

برآراید ز لطف یزدانی
مکانی کز شیخی نبود گاہ خالی
(لطف الٰہی سے ایسا مکان تعمیر کرے جو کبھی شیخ سے خالی نہ ہو)

ہوایش دل کشادہ روشن پرداز
صفایش جاں فزا روح آور
(اس کی ہوا دل کشا اور روشن پرداز ہو، اس کی صفائی جاں فزا اور تسکین دینے والی ہو)

بود از روضهٔ فردوس اعلیٰ
ز باغ سدره بر شاخ بالا
(وہ گلزار جنت سے بڑھ کر ہو اور اس کی ہر شاخ باغ سدرہ سے بلند ہو)

چنان جایش بود در دور دوّار
کہ این نقطہ بود دورانش پرکار
(زمانے کی گردش میں وہ ایسے مقام پر ہو کہ وہ اس کی گردش کے پرکار کا مرکزی نقطہ بن جائے)

کسے کو در جہان پرکار گردد
ز سرپا کرده در اقطار گردد
(وہ شخص جو دنیا میں پرکار بن جاتا ہے، سر کے بل اطراف عالم میں گردش کرتا ہے)

نہ بیند این چنیں جائے دل آرا
اگرچہ می کند در سیر سر پا
(ایسا شخص ایسی دل آرا جگہ نہ دیکھ پائے گا خواہ سیر میں اپنے سر کو پاؤں بنائے)

بگرد روضہ جاری چشمہ نوش
کہ آب خضر زو گردد فراموش
(روضے کے گرد شہد کا چشمہ جاری ہے جس کے سامنے آب حیات کی کوئی حیثیت نہیں)

سکندر آب حیواں را طلب کار
نبودے گر چشیدے آبش ز چاه
(اگر اس باغ کا پانی پی لیتا تو سکندر ہرگز آب حیات کی خواہش نہ کرتا)

بجز این روضهٔ فردوس آسا
نباشد سالکاں را فیض افزا
(جنت کی مثل اس روضے کے علاوہ کوئی جگہ سالکوں کے لیے فیض افزا نہیں ہے)

چو مردم روح فیض آباد دانند
ازاں رو نام روح آباد خوانند
(اس مقام کو لوگ ایسی روح خیال کرتے ہیں جو فیض سے آباد ہے اس لیے اسے روح آباد کہتے ہیں)

جب حضرت کا دل باغ کی تعمیر اور اس عمارت کی سیر سے شگفتہ ہوگیا تو فرمایا، انشاء اللہ تعالیٰ جو شخص اس روضۂ مکرم

میں آنے کا شرف سب کو نصیب نہ ہوگا اور وہ شخص جو یہاں میں اس کا خادم رہے گا اسے برکت نہ ملے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

ستائیسویں تاریخ کو صبح کی نماز کی ادائیگی کے وقت ہم حضرات حاضر ہوئے۔ بائیں جانب کے امام کو جماعت کے پیش نماز کی جگہ کھڑا کر دیا۔ لوگ حیران تھے کہ آج حضرت قدوۃ الکبریٰ نے خلاف عادت حکم فرمایا۔ یہ فکر کا مقام ہے۔ حضرت نور العین نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ آج خاندان روزگار کو تاریک کر دیں گے کہ بائیں جانب کے امام کو خود آگے بھیج دیا ہے یہ اپنی جگہ تفویض کرنے کا اشارہ ہے۔ جب مقررہ وظائف سے فارغ ہو گئے اور نماز اشراق بھی اپنے مصلے پر حسب معمول ادا فرما چکے تو حجرہ وحدت کے اندر تشریف لے گئے اور ایک شخص کو دروازے پر کھڑا کیا کہ میں جس کسی کو طلب کروں وہی اندر آئے۔ اور اس باب میں سخت تاکید فرمائی کہ ہرگز کسی کو اندر نہ آنے دو۔ ابیات

مرا امروز با یاران است سرکار
درین خلوت مرا اغیار مگذار

(مجھے آج کل اپنے دوستوں ہی سے سروکار ہے۔ اس خلوت گاہ میں اغیار کو داخل نہ ہونے دو)

بجز از زمرۂ یاران محرم
کہ با اینان سرو سرکار دارم

(یاران محرم کے گروہ کے سوا (کسی سے تعلق نہیں) بس انہیں سے سروکار رکھتا ہوں)

سوئے خلوت سرائے یار جانی
چو خواہم شد برائے مہربانی

(دوست جانی کی خلوت سرا کی طرف حصول عنایت کے لیے جاؤں گا)

بیاراں خواہم از سر گفتن
بالماس معانی در سفتن

(اسرار کی باتیں دوستوں ہی سے کروں گا یعنی کہ الماس حقیقت سے موتی پروؤں گا)

کسے کو قابل اسرار باشد
بروے گفتن ایں کار باشد

(جو شخص اسرار رکھنے کے لائق ہوگا وہی یہ بات بتانے کے لائق ہوگا)

[illegible] مطبوعہ نسخے کے صفحہ ۷۰۴ پر یہ عبارت ہے [illegible] گلستاں اور جہاں [illegible] اس عبارت کا کوئی ترجمہ ممکن نہ ہو [illegible] متن میں شامل کیا گیا ہے۔

[illegible] تاب [illegible] مراد گویم
دگر سوئے حریم شاہ پویم

(یہ [illegible] شخص میں [illegible] سے اسرار کی باتیں بتاؤں ورنہ پھر میں بادشاہ کے حرم میں چلا جاؤں گا)

[illegible] مرغ بوستاں در دام تا کے
چو بلبل بے گل آرام تا کے

([illegible] بوستاں طائر کی طرح کب تک جال میں رہوں گا اور کب تک بلبل کی مانند بغیر گل آرام سے رہوں گا)

[illegible] کہتے تھے کہ احباب [illegible] روتے رہے اس کے بعد بہت وقت تک اوراد [illegible] اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے [illegible] اولیائے زمانہ کی ایک جماعت جیسے حضرت علی ثانی، شیخ عبد السلام مروی، قاضی ابو مکارم خجندی، حضرت شیخ معروف الدیلمی، شیخ محمد [illegible] ترکی قبچاقی، شیخ حیدر قبچاقی، شیخ پیر علی ارلات اور اصحاب [illegible] آئے۔ شیخ نجم الدین اصفہانی [illegible] پہلے ہی آ پہنچے تھے۔ [illegible] کے جو بھی چھوٹے بڑے لوگ تھے سب حاضر ہوئے۔

حضرت ایشاں نے احباب [illegible] جب اوتاد [illegible] سے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ آپ لوگوں کے درمیان رکھا تھا۔ اب ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ ط (تو اپنے رب کی طرف واپس چل اس طرح سے کہ تو اس سے راضی [illegible]) کا حکم ہوا ہے وہ وقت آ پہنچا ہے اور مجھے اس حکم کی تعمیل بہرحال ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ سے [illegible] متبرک ہو جائے۔ قیامت تک میری چند چیزوں کو منتقل ہوتی رہے گی۔ آپ کو چاہیے کہ میرے بعد [illegible] اور صوری و معنوی اپنے ساتھ خیال کریں۔ میں آپ سب سے فرزند نور العین کی حمایت اور مدد کا خواستگار ہوں [illegible] ان کی مدد اور رفاقت کریں۔ (اس وصیت کو) حاضرین میں سے ہر ایک نے بچشم قبول لیا۔ آپ نے (اپنا) ہاتھ [illegible] پڑھی۔ احباب، ابرار اور جماعت میں سے ہر ایک سے جو حاضر تھا اس کی دست بوسی کی اور [illegible] دی۔ اس کے بعد خادم نے چند سادہ ورق ساتھ لے کر قبر میں داخل ہوئے۔ ایک رات اور ایک دن قبر میں رہے۔ تھوڑے وقت [illegible] سے شرف پائے [illegible] جو مشاہدات روشن ہوئے [illegible] ورق میں تحریر کیا اور اس رسالے کا نام بشارت المریدین رکھا اس میں تمام نکات تفصیل سے تحریر کیے گئے ہیں جو رسالے کے مطالعے سے معلوم ہوں گے۔ مجمل طور پر صرف اس قدر تحریر کیا جا سکتا ہے کہ [illegible] اور غسل [illegible] احباب سے [illegible] کہ جب آپ نے [illegible] عرش پر [illegible] وہاں آسمان اور زمین کے فرشتے حاضر ہوئے تھے۔ اس کے بعد سے بھی [illegible] شرف [illegible] محروم [illegible] چند روز [illegible] کی آرائش میں [illegible] وقت [illegible]

[illegible]

[illegible]

کے مصداق اپنے اصلی مرکز میں آگئے ہیں اور انہوں نے **فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر** (راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس) کے تخت پر جلوس فرمایا ہے۔ حق تعالیٰ ہر مومن اور مسلمان کو اس مرتبے کے شرف سے مشرف فرمائے، **بالنبی وآلہ الامجاد۔**

[illegible] آیت ۵۵

لطیفہ ۶۰

حضرت قدوۃ الکبراؒ کے بعض کلمات اشفاق جو آپ نے قدوۃ الآفاق سید حاجی عبدالرزاق اور ان کی اولاد اور بعض بڑے خلفا کے حق میں فرمائے۔ تمام مریدوں، فرزندوں، معتقدوں اور خاص و عام مخلصوں پر آپ کے الطاف کا ذکر

ماہ مذکور (محرم) کی انتیسویں تاریخ کو جیسے ہی صبح نے خورشید کا شفق رنگ آنسو ٹپکاتے ہوئے آنکھ کھولی، غلاف مخالفت سے ماتم آمیز و تعزیت انگیز کو نکالا، غموں کے ذرات اطراف میں بکھر گئے اور الم کی کرنیں چاروں طرف پھیل گئیں (اسکی صبح) اصحاب و احباب جو تمام رات خورشید رخسار کے حضور میں تھے اور ناہید اور کے نور سے بہرہ مند رہے تھے حضرتؒ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور اس جگہ جہاں آپ نماز اشراق کے وظائف ادا فرماتے تھے حاضر ہوئے۔

حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی حضرت قدوۃ الکبراؒ کے پہلو میں بیٹھے۔ حضرت نور العین کو طلب کیا اور تمام اصحاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر کے لیے باہر چلے جائیں۔ سب خاص و عام حضرات باہر آگئے۔ ان تینوں حضرات حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی، حضرت قدوۃ الکبرا اور حضرت نور العین کے سوا کوئی شخص اندر نہ رہا۔ (اس وقت) حضرت نور العین پر اسرار ختم کرنے کا آغاز کیا۔ بیت

حریف مجلس و دیدہ و جامۂ خالی
کہ سرپوش از طبق برداشت خالی

ترجمہ۔ مدمقابل تھا، دیدہ ور تھا اور تنہائی تھی ایسے عالم میں (تحفوں سے بھرے ہوئے) طبق کا سرپوش اٹھا کر خالی کر دیا۔

دوپہر تک ایک دوسرے سے استفادے اور افادے کا عالم رہا۔ جب آفتاب کے زوال کا وقت قریب آیا تو جو لوگ باہر تھے انہیں اندر طلب کیا اور چھوٹے بڑے سب اصحاب کو قریب بلا لیا۔ حضرت نور العین کو اپنے مقابل، حضرت شیخ نجم الدین اصفہانی کو دائیں پہلو میں اور حضرت شیخ دریتیم کو بائیں پہلو میں بٹھایا۔ سب اصحاب جیسے خواجہ ابوالمکارم، شیخ احمد ابواوو

جو رزق شیخ ابوالوصل، شیخ معروف سہروردی، شیخ عبدالرحمان قندی، شیخ ابو سعید خرازی اور شیخ محمد اللہ سے ملی تھی محفوظ حلقہ بنائے بیٹھے تھے۔ مریدین اور معتقدین اس قدر تھے کہ ان کی تعداد شمار کی جا سکتی ہے۔ مختصر یہ کہ اشرف کے حجرے اور ارباب دین جو دور اور نزدیک کے اطراف سے حاضر ہوئے تھے، سب موجود تھے۔

بابا حسین خادم کو حکم دیا کہ مجھے جو سفر کے تبرکات ہیں انہیں لے کر آؤ۔ وہ اون اور بانات کے کپڑوں کا بقچہ لے کر آئے۔ اس میں وہ تبرکات تھے جو آپ کو جہاں گردی کے سفر کے دوران اکابر صوفیہ سے حاصل ہوئے تھے۔ بقچہ کھولا گیا۔ چار خلعتیں الگ پڑی ہوئی تھیں، ایک وہ جو حضرت مخدومی نے آپ کو پہنائی، دوسری ولایت چشت کے متعلقوں سے بزرگوں سے محفوظ رہی، کے صاحب سجادہ سے حاصل ہوئی۔ تیسری شاہی تاج کی خلعت جو شیخ الاسلام سے ملی۔ چوتھی خلعت وہ تھی جو آپ نے مخدوم جہانیاں سے حاصل کی۔ آپ نے چاروں خلعتیں حضرت نور العین پر نچھاور کر دیں اور ان کو یہ بھی فرمایا، نور العین میرے فرزند حق اور خلیفہ مطلق ہیں۔ جو شخص ان کے حلقے سے مقابلہ کرے گا خلل میں پڑے گا اور جو ان کے حلقے میں داخل ہوگا وہ دونوں جہان میں کامیاب رہے گا۔

اس کے بعد آپ نے نور العین کے فرزندوں کو طلب فرمایا۔ پہلے شیخ شمس الدین کو جن کی عمر بارہ سال تھی اور جو علمی اعتبار سے عالم ہو چکے تھے، سبز رنگ کا جامہ عنایت فرمایا اور فرمایا کہ یہ فرزند علوم سے بے حد حصہ رکھتا ہے لیکن اس کی عمر کم ہوگی۔ اس کے بعد شیخ حسن کو طلب کیا اور انہیں تبرک عطا کرنے کے بعد فرمایا کہ حسن بہ احسن وجوہ ہمارے اطاعت گزار ہوں گے۔ پھر شیخ حسین کو طلب کیا اور تبرک عنایت کیا۔ فرمایا کہ یہ ہمارے حسین ثانی ہیں۔ ان سے ایک بڑا خاندان ظہور میں آئے گا۔ اس کے بعد شاہ احمد کو طلب کیا، تبرک عنایت کیا اور فرمایا کہ یہ احمد ثانی ہیں۔ ان کا نام احمد ہی ہے اور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی کرے گا اور صفات مصطفوی سے موصوف ہیں۔ ان کی اولاد برکت والی ہوگی۔ اس کے بعد شیخ فرید کو طلب کیا اور تبرک عطا کیا پھر فرمایا کہ فرید ثانی آؤ تم سے اللہ تعالیٰ کی محبت اور دوستی کی خوشبو آتی ہے۔ پھر شیخ قاسم کو جو نور پور کے ترکوں میں سے تھے تبرک عنایت کر کے کہا میں تمہیں عبدالرزاق کے جملہ فرزندوں میں سے خیال کرتا ہوں۔ تمہیں چاہیے کہ فرزندی کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ اسکے بعد در یتیم کو طلب کیا اور تبرک عنایت فرمایا پھر ارشاد ہوا کہ یہ ہمارے فرزند ثانی ہوگا۔ یہ جو مجھے عزیز ہیں چنانچہ جو شخص حلقے میں داخل ہو اسے چاہیے کہ ان کا حلقہ بگوش ہو جس طرح میں نے عبدالرزاق کے فرزندوں کو فرزند لیا اور تیغ ناتمامی سپرد کیا ہے اسی طرح انہیں اور ان کی اولاد کو سپرد کیا ہے بشرطیکہ وہ قناعت اختیار کریں اس وقت امراء کے اسباب معاش کے ذمہ دار ہوں گے۔ اس کے بعد فرمایا جو ہمارے فرزندوں کا دوست ہے وہ ہمارا دوست ہے اور جو ہمارے فرزندوں کا دشمن ہے وہ ہمارا دشمن ہے اور جو ہمارا دشمن ہے وہ جملہ خاندان چشت اور دوسرے اہل بہشت کا دشمن ہوگا۔ بیت

دوستدار خاندان اولیاست
دوستدار اولیاے مصطفیٰ ست

ترجمہ: جو شخص خاندان اولیا کا دوست ہے وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کا دوست ہے۔

دوستدار اولیا و انبیا
دوستدار حضرت عالی خداست

ترجمہ: جو شخص انبیا و اولیا کا دوست ہے وہ درحقیقت حضرت خدائے بزرگ کا دوست ہے۔

در طریق الله بود برعکس کار
کاروبارش عکس راہے از خداست

ترجمہ: اور جو طریق خدا کی مخالفت میں کرے برعکس تو اس کا کاروبار راہ ہدایت کے خلاف ہے۔

ہر کہ باشد دوستاں را در عکس
خوار گردد در جہاں ایزد گواست

ترجمہ: اے دوستو! اگر مخالف راستے پر چلے تو خدا گواہ ہے کہ جو مخالف راہ پر جاتا ہے وہ خوار ہوتا ہے۔

من [illegible] بخیر [illegible] خویش
ناظرم در ہر مکاں [illegible] و کاست

ترجمہ: میں سب [illegible] ہر حال میں اور ہر مقام میں اپنی اولاد کا ناظر ہوں۔

ہر کہ [illegible] رسیدہ [illegible] در جہاں
ظلمت [illegible] و راہ بے ضیاست

ترجمہ: جو شخص مجھے اس طرح یقین نہیں کرتا وہ دنیا میں مردود تاریکی و اندھیرے راستے میں ہے۔

اس کے بعد حضرت اولاد کرام کو طلب کیا اور جامۂ تبرک عطا کیا، فرمایا یہ ہمارے ہم رنگ ہیں۔ ان سے ہرگز سرکشی نہ کریں اور اس گروہ سے عقیدت اور اخلاص رکھیں۔ پھر شیخ شمس الدین اودھی کو لائے۔ آپ نے انہیں تبرک عنایت کیا اور فرمایا: یہ ہم سے جدا نہیں ہیں۔ [illegible] ہمارے ان ہاتھوں سے تربیت [illegible] ہیں۔ نیز فرمایا کہ "شرف شمس" اور "شمس شرف" ایک ہی ہیں۔ اس کے بعد شیخ معروف الدیکوی کو بلایا گیا۔ انہیں تبرک عطا کر کے فرمایا تم (بھی) ہمارے ہم رنگ ہو۔ "شرف معروف" اور "معروف اشرف" ایک ہیں۔

مذکورہ بالا [illegible] جو [illegible] تھے [illegible] تبرک [illegible] خوشنودی سے دل [illegible] اور بلند آواز سے فرمایا۔

[illegible] معتقد مرید [illegible] موجود [illegible] اشرف جہاں گیر [illegible] خود [illegible]

ہ ذکریں کہ حق تعالیٰ نے اپنے لطف سے مجھ کو اپنے جوارِ اقدس میں جگہ عطا فرمائی ہے، شرف وصول سے مشرف فرمایا ہے۔ اپنے بے حد و نہایت لطف و عنایت سے "محبوب" فرمایا ہے اور کہا ہے کہ ان کی اولاد، ان کے معتقد اور مریدوں کے موافق دوستوں کو بخش دیں گے اور جو ان کا مخالف ہوگا اسے دوزخ کے سب سے نیچے کے حصے میں دھکیل دیں گے۔"

جب آپ یہ تمام عنایات، اصحاب، مریدوں اور فرزندوں کے حق میں ارزانی فرما چکے تو حضرت نور العین کو ظہر کی نماز کی امامت کے لیے آگے کیا اور خود اور تمام موجود لوگوں نے ان کی اقتدا میں نماز ادا کی۔ جب نماز پوری ہو چکی تو پہلے خود آپ نے ان کی تواضع کی پھر تمام اصحاب نے ترتیب سے اپنے سر جھکائے۔ اس کے بعد آپ مردانہ وار (سجادے) پر تشریف فرما ہوئے اور قوالوں کو حکم دیا کہ سماع آغاز کریں اور وہی شعر پڑھیں جسے شیخ سعدی شیرازی نے مصرعے، بیت۔

گر دست تو آمده اجلم
قد رضینا بما جری القلم

ترجمہ: اے محبوب اگر میری موت تیرے ہاتھ سے ہونی ہے تو جو کچھ لکھ دیا گیا ہے ہم اس پر راضی ہیں
(قوالوں نے) یہ شعر بھی پڑھے، مثنوی۔

خوب تر زین دگر نباشد کار
بہ خندہ رود بجانب یار

ترجمہ: اس سے زیادہ بہتر کوئی کامیابی نہیں کہ دوست دوست کی جانب مسکراتے ہوئے جائے۔

سیر بیند جمال جاناں را
جاں سپارد نگار خنداں را

ترجمہ: خوب جی بھر کر محبوب کے جمال کو دیکھے (پھر) اپنی جان مسکرانے والے محبوب کے حوالے کر دے۔

تنگ در بر نگار برگیرد
تا قیامت بخواب درگیرد

ترجمہ: محبوب عاشق کو اپنے پہلو میں جکڑ لے اور عاشق قیامت تک اسی حال میں سوتا رہے۔

قوال یہ شعر پڑھ رہے تھے اور آپ بھی ان کی موافقت کر رہے تھے۔ ایسا عالم تھا کہ در و دیوار پر وجد طاری تھا اور گلزار کے بلبل و قمری خروش میں تھے۔ قطعہ

ز آواز شیریں بجوش آمدند
چو بلبل بہ گلشن خروش آمدند

ترجمہ: وہ شیریں آواز سن کر جوش میں آ گئے۔ بلبل کی مانند باغ میں مصروف فغاں ہوئے۔

بدست آمدہ جامِ ذوقِ وصال
بدم درکشیدہ شد از وجد و حال

ترجمہ: ذوقِ وصال کا جام ہاتھ میں آ گیا، سانس کھینچ لیا وجد و حال طاری ہو گیا۔

خرامید سوئے حریم نگار
سپردہ رواں جانِ شیریں بیار

ترجمہ: محبوب کی خلوت گاہ کی طرف روانہ ہوئے اور جانِ شیریں کو محبوب کے سپرد کر دیا۔

تمام شد

خاتمہ کتاب[1]

اللہ تعالیٰ کا شکر اور احسان ہے کہ نشانی رحمت، سرمایہ برکت، پاکیزہ کتاب اور تصنیف لاجواب جس کا نام "لطائف اشرفی فی بیان طوائف صوفی" ہے اور جو حضرت سراپا عظمت، امام السالکین، برہان العاشقین، قطب ربانی، محبوب یزدانی، غوث الانام، محی الاسلام، تارک سلطنت، حامی ملت، مقتدائے اولیائے کثیر حضرت امیر کبیر سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی السامانی، النور بخشی النوری، چشتی نظامی کے ملفوظات ہیں اور جنہیں حضرت مولانا نظام الدین غریب یمنی نے، جو حضرت قدوۃ الکبریٰ کی خدمت بابرکت میں تیس سال تک سفر و حضر میں رہے اور فیض حاصل کیا، تالیف کیا ہے۔ اب فخر خاندان اشرفیہ، رونق دودمان شریف، محسود ارباب حسد، محمود اوصاف بے عدد، خیر خواہ برادران خاندانی اولاد حضرت محبوب سبحانی، حاجی حرمین حضرت سید شاہ محمد اشرف حسین خلیفہ و جانشین حضرت سید شاہ و نیاز اشرف اشرفی قدس سرہ اور سالک طریق متین

---

[1] خاتمہ کتاب میں متعدد قطعات تاریخ نقل کیے گئے ہیں، مترجم نے ان اشعار اور قطعات کا ترجمہ دو وجوہ سے نہیں کیا ہے ایک تو یہ کہ قطعات تاریخ کے ترجمے کی روایت مترجم کے علم میں نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ ترجمے میں ایک حرف کے تغیر سے تاریخ تبدیل ہو جاتی ہے اس لیے احتیاط کا تقاضا ہے کہ قطعات تاریخ جوں کے توں رکھے جائیں۔ جو اہل فن کا ذوق رکھتے ہیں وہ خود مادۂ تاریخ کی ترکیب اور حسن سے لطف اندوز ہوں گے۔

حضرت حاجی سید محمد علی حسین سجادہ نشین سرکار کلاں آستانہ حضرت قدوۃ الکبریٰ سید اشرف جہانگیر قدس سرہ مقام درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد، پیر صاحبزادگان حضرت حاجی سید سعادت علی اشرفی السمنانی کی کوششوں اور مطبع مولوی سید عشرت علی خان صاحب مالک نصرت المطابع دہلی کے کارکنوں کے اہتمام سے ۱۲۹۵ھ میں تالیف مذکورہ کا حصہ اول اور حصہ دوم جناب لطافت مآب، مخلوق با خلق پسندیدہ، موصوف باوصاف حمیدہ کی انتہائی کوشش و سعی سے طبع ہوا اور دلی مدد سے خدمت اور اہل سعادت کے حالات سے شوق رکھنے والوں کو پسند آیا۔

قطعہ تاریخ، طبل و ستار حضوری یادگار نوری و ظہوری حضرت سید شاہ حبیب اشرف اشرفی مدظلہ العالی

لطائف اشرفی مطبوعہ گردید
کنوز اسرار عرفاں گشت توضیح
حمایت سب اور لوح محفوظ
لطائف اشرفی دیدم بہ تصحیح

ایضاً

لطائف اشرفی گردید مطبوع
کنوز و مکشوف شد اسرار ملفوظ
چو شد مجموعہ اوراق تصحیح
ہمہ سعیدگاں گشتند محظوظ
حمایت سال طبع او عطارد
رقم کردہ بروے لوح محفوظ

قطعہ تاریخ از زبان فیض ترجمان حاجی الحرمین الشریفین حضرت سید محمد علی حسین سجادہ نشین اشرف السمنانی سرکار کلاں آستانہ درگاہ کچھوچھہ شریف

چو شد مطبوع ایں گنجینہ اسرار ربانی
بحمد اشرفی خادم محبوب یزدانی
سو فکر تاریخش زمن ہاتف چنیں گفتہ
بخواں تاریخ طبع او کہ ملفوظ سمنانی

قطعہ تاریخ از فصیح بیاں، شاعر زباں داں حضرت مولانا شاہ سید حسن سجادہ نشین سرکار خورد مقام آستانہ درگاہ کچھوچھہ شریف ضلع فیض آباد۔

للّٰہ الحمد طبع شد و تمام
نسخہ کہ ملفوظ شاہ سمناست
ہم بتجدید کتاب وقتی خلیق
نسخہ کہ بود شاہ جیلانست
شاہ اشرف حسین عالی قدر
ہم علی حسین زیبانست
کرد سجادہ حسن قائم
رونق فزائے نام جلالست
چوں شدم سر بجیب باصد فکر
بہر تاریخ آں کہ پنہانست
از سر وجد ایں حسین گفت
اصفیائے بیاے قرآنست

تاریخ وصال حضرت سید اشرف جہاں گیر

چو رفت از جہاں آں شہنشاہ دیں
پے وصل رب جہاں آفریں
بدرگے چہ تاریخ گفت اشرفی
شہ دید ز اشرف المومنین

قطعہ دوم تاریخ دیگر جو حضرت مولانا شاہ سید حسین اشرف سجادہ سرکار خورد نے اپنی زبان معجز بیان سے فرمایا ہے۔

دو جہاں گیر سید اشرف
محو ما مصطفی ال مولاہ
قادری لفضلہ تاریخہ
قامت لحور نور محو و

بحمد اللہ لطائف اشرفی ج ۲ کے لطائف ۲۱ تا ۶۰ پر نظر ثانی آج ۲۰۰۱-۱۰-۲ بمطابق ۱۴ رجب ۱۴۲۲ھ مکمل ہوئی۔ احقر العباد ناصر الدین صدیقی قادری عفی عنہ۔

○-○-○-○-○-○-○-○-○-○-○

۷۸۶

حامدا و مصلیا

نذر اشرف

حمد ہے کہ لطائف اشرفی کی دوسری جلد میں لطائف کا ترجمہ بھی مکمل ہو گیا ہے اور جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہو کر ناظرین کی آنکھیں روشن کرے گی۔ لطائف اشرفی کو ویسے بھی فارسی ملفوظات میں غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ ملفوظات کا یہ سلسلہ محمود سرچشمہ اہل بصیرت بھی ہے۔ گنجینہ علم و عرفان بھی ہے اور انسانی زندگی کے رموز، حسن اور سلیقے کی کلید بھی ہے۔ بزرگوں کی ہر بات پر نگاہ۔ [illegible] کی حامل ہوتی ہے۔ گہری معنویت کی حامل ہوتی ہے اور انسانی کردار و اخلاق کی تشکیل میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ دل بیدار اور چشم بینا کا مشاہدہ کچھ اور ہوتا ہے۔ عفت قلب و نظر کا تقاضا کچھ اور ہوتا ہے یہ باتیں ہی کچھ اور ہیں۔ اولیائے کرام اپنے مشاہدوں اور تجربوں کو اس دلآویز انداز سے بیان کر دیتے ہیں کہ وہ ساری دنیا کے انسانوں کے لیے مشعل راہ بن جاتے ہیں۔ پڑھنے والے پڑھتے ہیں۔ فیض حاصل کرتے ہیں۔ غور کرنے والے بات کی تہہ تک پہنچنے اور موتی رولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عمل کرنے والے عمل کرتے ہیں اور دین و دنیا میں سرخرو ہوتے ہیں۔ بزرگوں کے ملفوظات فیض جاریہ ہیں۔ جس کا جی چاہے فیض اٹھائے اور اپنی عاقبت سنوارے۔ لطائف اشرفی کا بیش بہا فیض جاری ہے مگر اس سے استفادہ کرنے میں دو مشکلات حائل ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ یہ مبسوط کتاب فارسی میں ہے۔ فارسی نسخہ ۱۸۷۸ء میں دہلی سے شائع ہوا تھا وہ اب نایاب ہے۔ ملک کے بعض کتب خانوں میں یہ نسخہ موجود ہے لیکن استفادہ کرنے والے بہت کم ہیں کیونکہ فارسی کی روایت برصغیر سے رخصت ہو چکی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کا اردو میں ترجمہ نہیں ہوا۔

بعض بزرگوں نے لطائف اشرفی کے اردو ترجمے کی طرف بھی توجہ کی تھی۔ حکیم شاہ سید نذر اشرف نے ۹ لطائف کا ترجمہ کیا۔ شمیم احمد گوہر نے بھی اختصار کے ساتھ ترجمہ کیا۔ یہ تلخیص دو جلدوں میں شائع ہوئی تاہم مکمل ترجمہ منظر عام پر آیا۔ کسی سبیل نکالی۔ مترجموں کے تقاضوں اور وسائل کی کمی کے اس دور میں مکمل ترجمے کی اشاعت امر محال معلوم ہوتی تھی مگر ایک باہمت انسان نے اس مہم کو سر کرنے کا بیڑا اٹھایا اور امر محال کو بڑی خوش اسلوبی سے ممکن بنا دیا۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے مرزا [illegible] صحیح معلوم ہوتی ہے۔

شیخ اشرفی۔ نذر اشرف شیخ ہاشم رضا صاحب مخدوم اولی سلسلہ اشرفیہ کے گل سرسبد ہیں۔ پاکباز، پاک باطن، صاحب عرفان و آگہی۔ اپنے سلسلے کے بزرگوں پر جان چھڑکنے والے۔ دوسرے سلاسل کے بزرگوں کی عزت و تکریم کرنے

والے۔ سراپا لطف و کرم، درویشانہ آہنگ اور اخلاق کے حامل۔ محبت اور عقیدت کے پیکر۔ جو بھی ان کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا حلقہ بگوش بن گیا۔ شیخ صاحب قبلہ کو دیکھ کر جھڑتے ہوئے چنبیلی کے ڈھیر کا خیال آتا ہے۔ قریب جائیں تو چنبیلی کی بھینی بھینی خوشبو سے مشام جہاں معطر ہو جاتا ہے۔ چہرے پر مسکراہٹ، انداز میں روحانی طمانیت، گفتگو میں حکیمانہ بذلہ سنجی اور مزاج میں غیر معمولی شفقت اور فیاضی۔ لطائف اشرفی جیسی ضخیم اور دقیق کتاب کا ترجمہ اور اشاعت بڑا مشکل کام تھا لیکن شیخ صاحب نے اپنے شیوخ کی الفت بے پایاں کی دھن میں اس مشکل کام کو آسان بنا لیا۔ پہلے بیس لطائف کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ اہل علم اور صاحب دلوں میں مقبول ہو چکا ہے۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ اس پہلی جلد کی اشاعت میں شیخ صاحب کو کیسے کیسے مرحلوں سے گزرنا پڑا ہے۔ کام رک گیا تو رک گیا لیکن شیخ صاحب کے عزم نے رکے ہوئے کام کو پوری تندہی سے از سر نو جاری کر دیا۔ اللہ والوں کے کام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ کسی کے روکے رکتے نہیں ہیں۔

باقی ماندہ چالیس لطائف کے ترجمے کے لیے شیخ صاحب قبلہ نے راقم الحروف کے مشورے سے پروفیسر لطیف اللہ کی خدمات حاصل کی تھیں۔ پروفیسر لطیف اللہ فارسی کے عالم اور ملفوظات کے تراجم کے ماہر ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ انہوں نے یہ کام بھی بہت دل لگا کر اور بڑی محنت سے انجام دیا ہے۔ ترجمہ بڑا رواں اور سلیس ہے۔ ایک مفید کام لطیف اللہ صاحب نے یہ بھی کیا ہے کہ معلوماتی حواشی لکھ کر مجموعے کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ترجمے کے لیے لطیف اللہ صاحب کا انتخاب بھی شیخ صاحب قبلہ کی نگاہ نکتہ شناس کا لطیف اشارہ ہے۔ یہ ہر کارے اور ہر مردے والی بات نہیں ہے۔

راقم الحروف اگرچہ شیخ صاحب کا دیرینہ شناسا ہے لیکن صحیح معنوں میں نیاز مندی کا سلسلہ اسی ترجمے سے مستحکم ہوا۔ راقم ترجمے، کمپوزنگ، تصحیح اور بعض دوسرے مرحلوں سے ذاتی طور پر آشنا ہے۔ حیرت اس بات پر ہے کہ شیخ صاحب قبلہ کی بشاشت، طمانیت اور رجائیت ہر مرحلے میں نمایاں رہی۔ نہ کوئی اضطراب، نہ بے چینی، نہ گھبراہٹ۔ ہر مرحلے میں راضی برضا رہنا اور ہر مشکل لمحے میں مسکراہٹیں بکھیرنا شیخ صاحب کا طرۂ امتیاز ہے۔ آج کے بے چین دور میں شیخ صاحب کی اس طمانیت سے نجانے کتنے بے چین اور ذہنی طور پر پریشان لوگوں نے سکون اور طمانیت کی راہ پر چلنے کی سعادت حاصل کی ہے۔

علامہ اقبال نے ایک جگہ کہا ہے ”وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں۔“ دنیاوی اور مالی اعتبار سے لطائف اشرفی کی اشاعت خسارے کا سودا ہے لیکن اس خسارے میں جو منافع ہے اسے اہل دل بخوبی محسوس کر سکتے ہیں۔ شیخ صاحب نے لطائف کے ترجمے کی اشاعت پر عمر عزیز کے چوبیس برس اور لاکھوں روپے صرف کیے ہیں اور جو نیک نامی حاصل کی ہے وہ خسارے کا نہیں منافع ہی منافع کا سودا ہے۔ ”انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد۔ اس مبارک سعی میں سلسلے کے بعض احباب مثلاً جناب شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور محب مکرم سید معین الدین کاظمی نے بڑی لگن سے شیخ

صاحب کی معاونت کی ہے۔ میں نے خلوص، محبت اور حسن کے ایسے مظاہرے کم دیکھے ہیں۔ بات یہ ہے کہ محبت کی باتیں محبت والے ہی جانتے ہیں۔ شیخ صاحب محبت والے بزرگ ہیں۔ اہل محبت کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں اور انھیں اپنے عہدِ الفت میں شریک کر لیتے ہیں۔ لطائفِ اشرفی کے اُردو ترجمے کی اشاعت حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ اپنے اسلاف کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانا اور انھیں عام انسان کی رہبری، آگاہی اور سلامت روی کے لیے روزمرہ کی زندگی کا جزو بنا دینا انسانیت کی سچی خدمت ہے۔ بارگاہِ رب العزت سے شیخ صاحب کو اس خدمت پر جو اجرِ عظیم بھی حاصل ہوگا اُس کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے تاہم اس گراں قدر خدمت پر وہ برصغیر کے لاکھوں قارئین کے دلی شکریے کے بھی مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ ہمیں ان کی ذاتِ گرامی سے فیض حاصل ہوتا رہے۔ حضرت سلطان جی کا ارشادِ مبارک ہے کہ جو بھی عالمِ محبت میں کمال کو پہنچا اُس کا کام بن گیا۔ میری رائے میں شیخ صاحب قبلہ نے اپنے جذبہ خدمت و محبت سے اپنا کام بنا لیا ہے۔ کاش یہ سعادت ہم لوگوں کو بھی حاصل ہو جائے۔

۹ ربیع الاول ۱۴۲۳ھ
۲ مئی ۲۰۰۲ء

بندہ بارگاہ محبوبی
اسلم فرخی

تکمیل آرزو

الحمدللہ والصلوٰۃ و السلام علی سیدنا محمد النبی الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم، سرکار دو عالم ﷺ کے لطف و نوازش اور بزرگان سلسلہ عالیہ اشرفیہ کے فیض و عطا سے لطائف اشرفی کی دوسری اور تیسری جلدیں جو چالیس لطائف کے ترجمے پر مشتمل ہیں مکمل ہوکر اشاعت کی منزلوں سے گزر رہی ہیں۔ الحمد للہ کہ اس عاجز کی چوبیس سالہ خواہش دیرینہ اور جہد مسلسل کی کامیابی اور خوش اسلوبی سے تکمیل ہوگئی۔ یہ عاجز جو جسمانی اعتبار سے لاچار اور ناتواں ہوگیا ہے فیض اشاعت لطائف سے زندگی اور توانائی کی ایک نئی لہر اپنے کمزور جسم میں محسوس کر رہا ہے اور شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم کی روح افزا کیفیت سے سرشار ہے۔ اس بندہ عاجز کے لیے یہ امر باعث امتنان و تشکر ہے کہ یہ کار بزرگ حضرت مخدوم میر سید اوحد الدین اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز کی روحانی سرپرستی۔ سرکار کلاں حضرت سید محمد مختار اشرف اشرفی الجیلانی قدس سرہ کے فیضان نظر، خصوصی توجہ اور موجودہ سجادہ نشین خانقاہ اشرفیہ کچھوچھہ شریف حضرت سید محمد اظہار اشرف اشرفی الجیلانی مدظلہ العالی کی ذاتی دلچسپی، حوصلہ افزائی اور ہمہ وقت رہنمائی کے ذریعے ممکن ہو سکا ہے۔ ان بزرگوں کے فیض، ہدایت اور رہنمائی کے لیے یہ بندہ عاجز سراپا سپاس ہے۔ جو کچھ حاصل ہوا۔ جو کچھ ہے سب انہیں بزرگوں کا فیض ہے۔ اللہ تعالیٰ فیض کے ان سرچشموں کو ہمیشہ برقرار رکھے۔

سہولت کے خیال سے دوسری جلد میں لطیفہ نمبر اکیس سے نمبر اڑتیس تک کا ترجمہ شامل ہے۔ تیسری جلد میں انتالیسویں لطیفے سے ساٹھویں لطیفے تک کا ترجمہ ہے۔ اس طرح ساٹھ لطائف کے ترجمے کو تین جلدوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے تاکہ قاری کو کتاب کے مطالعے میں زحمت نہ ہو۔

اس کتاب کی اشاعت و ترتیب کے سلسلے میں ڈاکٹر اسلم فرخی صاحب نے گراں قدر مشورے دیے۔ یہ عاجز ان کے لیے ڈاکٹر صاحب کا بے حد سپاس گزار ہے۔

اس موقعے پر میں اپنے ہمدم دیرینہ اقبال شکور صاحب (گلف آہنگل۔ دبئی) کا خاص طور پر شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ اقبال بھائی کے ہمہ جہتی تعاون سے یہ ترجمہ قارئین تک پہنچ رہا ہے۔ پروفیسر لطیف اللہ صاحب نے چالیس لطائف کا بڑا رواں اور آسان ترجمہ کیا ہے اور بڑے مفید حواشی تحریر کیے ہیں۔ میں ان کا بطور خاص شکر گزار ہوں۔ پروفیسر ڈاکٹر ناصر الدین صدیقی قادری نے پروف پڑھنے میں تعاون کیا۔ میں ان کا بھی شکر گزار ہوں۔

شاہ نصر اللہ قادری اشرفی اور سید معین الدین کاظمی نے اس کام کی تکمیل میں جس بھرپور انداز سے اس عاجز کی مدد کی ہے اس کا شکریہ رسمی الفاظ میں ممکن نہیں۔ ان کے پرخلوص تعاون کی اہمیت کو دل محسوس کرتا ہے اور محسوسات قلب کو بیان کرنا آسان نہیں۔

آخر میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ جو کوئی لطائف اشرفی کے مکمل ترجمے کا مطالعہ کرتا رہے گا تو گویا وہ پیر کامل کی صحبت باکرامت میں رہے گا اور اُسے مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمۃ والرضوان کے روحانی فیض و برکات حاصل ہوتے رہیں گے۔

یہ بندہ عاجز اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ اقدس واعلیٰ میں دست بدعا ہے کہ اس کی کوششوں کو شرف قبولیت حاصل ہو اور اس بابرکت مجموعہ ملفوظات کے قارئین شاد وبامراد رہیں۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین سیدنا محمد النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

بندۂ بارگاہ اشرفی
نذر اشرف۔ شیخ ہاشم رضا اشرفی